حسنت جمیع خصالہ

www.KitaboSunnat.com

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

# جمالِ سیرت

سیرت رسولِ اکرم ﷺ کا موضوعاتی مطالعہ

مصنف

ڈاکٹر عقیل احمد

پروگریسو بکس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

جملع حقوق الطبع محفوظ للناشر
جملہ حقوق ناشر محفوظ ہیں۔

# جمالِ سیرت

مُصنِّف

## ڈاکٹر عقیل احمد

بار اول ................ نومبر 2020ء
پرنٹرز ................ آر، آر پرنٹرز، لاہور
ناشر ................ چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول
میاں شہزاد رسول
قیمت ................ =/ روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور
فون 042-37112941 0323-8836776

شوروم
ملت پبلی کیشنز
دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
042-37352795

لمبر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# فہرست


| عنوانات | صفحہ |
|---|---|
| ❖ انتساب | 7 |
| ❖ مقدمہ | 12 |
| (1) وحی | 19 |
| ❖ وحی کا معنی ومفہوم | 20 |
| ❖ وحی کی ضرورت واہمیت | 22 |
| ❖ وحی کی عقل پر بالادستی کی وجوہات | 27 |
| ❖ نزول وحی کی صورتیں اور کیفیات | 32 |
| ❖ حامل وحی کی ممتاز حیثیات | 36 |
| ❖ مصادر ومراجع | 44 |
| (2) عقیدہ وایمان | 47 |
| ❖ ایمان کی تعریف | 49 |
| ❖ ایمان کیا ہے؟ | 52 |
| ❖ ایمان کی اساس | 54 |
| ❖ ایمان کی مضبوطی واستحکام | 68 |
| ❖ نقص ایمان کی وجوہات ونقصانات | 72 |
| ❖ ایمان کے تقاضے | 77 |
| ❖ ایمان کے فردی زندگی پر اثرات | 79 |
| ❖ مصادر ومراجع | 82 |


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



| عنوانات | صفحہ |
| --- | --- |
| (3) عشق و محبت | 85 |
| ❖ محبت کا معنی و مفہوم | 86 |
| ❖ دین اسلام کا ضابطہ محبت | 89 |
| ❖ ذات رسالت سے محبت و عشق | 95 |
| ❖ محبت کے تقاضے | 103 |
| ❖ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اثرات | 110 |
| ❖ مصادر و مراجع | 116 |
| (4) تعلیم و تزکیہ | 119 |
| ❖ علم و تزکیہ کے مفاہیم | 120 |
| ❖ علم کی ضرورت و اہمیت | 122 |
| ❖ تعلیم و تزکیہ کا نبوی منہج | 126 |
| ❖ عصری تعلیمی مسائل | 138 |
| ❖ مصادر و مراجع | 144 |
| (5) اخلاق و آداب | 146 |
| ❖ اخلاق و آداب | 147 |
| ❖ اخلاق کی تعریف | 147 |
| ❖ اخلاق کی ضرورت و اہمیت | 148 |
| ❖ اسوہ حسنہ اور اخلاق حسنہ | 150 |
| ❖ اخلاق کی جہات و ثمرات | 158 |
| ❖ مصادر و مراجع | 166 |
| (6) اخلاص و احسان | 167 |
| ❖ اخلاص کا معنی و مفہوم | 168 |
| ❖ احسان کی تعریف | 179 |

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



| عنوانات | صفحہ |
|---|---|
| (3) عشق و محبت | 85 |
| ❖ محبت کا معنی و مفہوم | 86 |
| ❖ دین اسلام کا ضابطہ محبت | 89 |
| ❖ ذات رسالت سے محبت و عشق | 95 |
| ❖ محبت کے تقاضے | 103 |
| ❖ محبت رسول ﷺ کے اثرات | 110 |
| ❖ مصادر و مراجع | 116 |
| (4) تعلیم و تزکیہ | 119 |
| ❖ علم و تزکیہ کے مفاہیم | 120 |
| ❖ علم کی ضرورت و اہمیت | 122 |
| ❖ تعلیم و تزکیہ کا نبوی منہج | 126 |
| ❖ عصری تعلیمی مسائل | 138 |
| ❖ مصادر و مراجع | 144 |
| (5) اخلاق و آداب | 146 |
| ❖ اخلاق و آداب | 147 |
| ❖ اخلاق کی تعریف | 147 |
| ❖ اخلاق کی ضرورت و اہمیت | 148 |
| ❖ اسوہ حسنہ اور اخلاق حسنہ | 150 |
| ❖ اخلاق کی جہات و ثمرات | 158 |
| ❖ مصادر و مراجع | 166 |
| (6) اخلاص و احسان | 167 |
| ❖ اخلاص کا معنی و مفہوم | 168 |
| ❖ احسان کی تعریف | 179 |

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



| عنوانات | صفحہ |
| --- | --- |
| ❖ احسان کی اہمیت | 181 |
| ❖ اخلاص واحسان میں ارتباط | 188 |
| ❖ اخلاص واحسان کے ثمرات | 190 |
| ❖ مصادر ومراجع | 196 |
| (7) نکاح وخاندان | 199 |
| ❖ عائلی زندگی کا معنی ومفہوم | 200 |
| ❖ عائلی زندگی کی ضرورت واہمیت | 201 |
| ❖ نبی اکرم ﷺ کی عائلی زندگی کے اصول ومقاصد | 206 |
| ❖ فلاح معاشرہ میں خاندانی ادارہ کا کردار | 217 |
| ❖ مصادر ومراجع | 227 |
| (8) غزواتِ خیر البشر | 229 |
| ❖ ضرورت واہمیت | 230 |
| ❖ مقاصد | 235 |
| ❖ حکمت عملی | 238 |
| ❖ اثرات | 243 |
| ❖ مصادر ومراجع | 252 |
| (9) حکومت وسیاست | 253 |
| ❖ سیاست کا معنی ومفہوم | 254 |
| ❖ سیاست وحکومت کا نبوی منہج | 256 |
| ❖ حصول اقتدار کے قدیم وجدید ذرائع | 267 |
| ❖ مصادر ومراجع | 288 |
| (10) معیشت وتجارت | 290 |
| ❖ معیشت کا معنی ومفہوم | 291 |

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



| عنوانات | صفحہ |
| --- | --- |
| ❖ معیشت کی ضرورت واہمیت | 293 |
| ❖ نبی اکرم ﷺ کی تجارتی ومعاشی پالیسیاں | 297 |
| ❖ عصری معاشی رجحانات | 305 |
| ❖ مصادر ومراجع | 310 |
| (11) فرحت وانبساط | 311 |
| ❖ فرحت وانبساط کا معنی مفہوم | 312 |
| ❖ انسانی زندگی میں فرحت وانبساط کی ضرورت واہمیت | 313 |
| ❖ فرحت وانبساط کا نبوی منہج | 318 |
| ❖ فرحت وانبساط کے فردی زندگی پر اثرات | 328 |
| ❖ مصادر ومراجع | 334 |
| (12) وعظ وخطاب | 336 |
| ❖ وعظ وخطاب معنی ومفہوم | 337 |
| ❖ وعظ وخطاب کی ضرورت واہمیت | 339 |
| ❖ وعظ وخطاب کا نبوی منہج | 341 |
| ❖ وعظ وخطاب کے عصری مسائل | 350 |
| ❖ مصادر ومراجع | 355 |

❖❖❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# انتساب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
ازواج مطہرات،
آل اطہار اور
صحابہ کرام
کے نام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# مقدمہ

دین اسلام نے اُخروی نجات اور فلاح کو دنیوی حیات کی کارگزاری سے مشروط کیا ہے، دنیوی زندگی اگر احکامِ الٰہیہ کے تابع گزری ہوگی تو آخرت میں انجامِ خیر پر ہو گا، احکاماتِ الٰہیہ کو سمجھنے اور اس پر عمل کر کے رضائے الٰہی کی کلید اور اساس ذاتِ رسالت مآب ﷺ ہے، خود اللہ کریم نے حضور اکرم ﷺ کے فرائض منصبی کے بارے میں فرمایا کہ: "وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ"، "اور وہ کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں"۔

تعلیم کتاب وحکمت کا اظہار صرف الفاظ اور اقوال کی صورت میں ہی نہیں دیا بلکہ ہر حکم کے ساتھ مکمل اسوہ پیش کر کے اپنا فریضہ اکمل صورت میں پیش فرمایا۔ انسانی زندگی کے ذاتی، اجتماعی، فکری، عملی، قلبی، نفسی، روحانی، اخلاقی اور سماجی پہلو، ان کا تعلق خلوت سے ہو، یا جلوت سے، ظاہر ہو، یا باطن سے، خالق سے متعلق ہو، یا مخلوق سے، ہر ایک کے بارے میں مکمل، جامع اور ہمہ گیر رہنما اصول اور کردار پیش کرنا ہی اسوہ حسنہ کا اعجاز ہے۔

دین اسلام اپنی آفاقیت، وسعت اور عالم گیریت کے لیے مکمل عمل اور ضابطہ رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کی صورت ہی میں پیش کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جس کردار کا ربط سیرت سے جڑ گیا، وہ کردار بھی رب کا محبوب قرار پاتا ہے۔

دین کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے پہلے عربی زبان وادب کا سمجھنا جاننا ضروری ہے، صحابہ کرام کی زبان کیا تھی؟ ان ؓ سے بہتر عربی زبان وادب کا شناور کون تھا؟ ان کو اس بات کا یقین تھا کہ دین کے فہم کے لیے صرف عربی دانی ہی نہیں بلکہ ذاتِ رسالت سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کامل وابستگی ضروری ہے بلکہ کچھ صحابہ کرام ایسے بھی تھے کہ جن کی زبان عربی نہ تھی لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا والہانہ تعلق یہ ظاہر کرتا ہے کہ صرف زبان یا علوم کی تفہیم ہی کافی نہیں بلکہ حق آشنائی تعلق بالرسالت سے استحکام میں پنہاں ہے۔

سیرت تمام علومِ اسلامیہ کا منبع ہے، کتاب اللہ کے احکامات کی جہات، متشابہات، مقطعات اور اسبابِ نزول آیات ان سب کی بصیرت کا حصول مطالعہ سیرت کے بغیر ناممکن ہے اور مطالعہ سیرت جزوی یا سرسری نہیں بلکہ بھرپور تفکر وتدبر کے ساتھ، حالات وواقعات کے تناظر میں کیا ہوگا تو پھر ہی ادراکِ حق ممکن ہو سکے گا۔

اسی طرح حدیث، سیرت کو سمجھنے کا قرآن کے بعد دوسرا بنیادی مأخذ بھی ہے، علمِ حدیث میں رسوخ کے لیے علمِ ورود حدیث کا ہونا ضروری ہے اور علم کی یہ شاخ سیرت ہی سے متعلق ہے۔

فقہی دبستانوں میں فقہائے کرام نے جن اصول و دلائل کی بنیادوں پر حیات زندگی میں پیش آمدہ مسائل پر فرض، واجب، سنت، مباح، مستحب، مکروہ تنزیہی یا تحریمی کے احکام لگائے ہیں، ان کی بنیاد سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ بلکہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو فقہائے کرام کے اصول و دلائل سیرت کے مختلف واقعات ہی سے اخذ کیے گئے ہیں جو اعمال کی مختلف حیثیات متعین کرتے ہیں اور ساتھ ہی سیرت کی مختلف جہات کو مطالعہ کی طرف ذہن کو راغب بھی کرتے ہیں۔

کسی علم یا فن کے مطالعہ کا حقیقی طریق یہ ہے کہ ان کو بنیادی ماخذ اور پھر جس زبان میں وہ ہیں، اس کے مطابق کیا جائے، اختلاف ونزاع کی صورت جب پیدا ہوتی ہے جب اصل عبارات، واقعات اور اصولوں کے چھوڑ کر متاخرین کی ان کے بارے میں تعبیرات وشروحات پر اکتفاء کر کے اسی کو حقیقت سمجھ کر اس علم وفن میں تخصص حاصل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرنے کی کوشش کی جائے، اس طرح کا رویہ نہ صرف جدید علم و تحقیق کو اصولوں کے خلاف ہے بلکہ اکابرینِ اسلام کے منہج واسلوب کے بھی منافی ہے۔

مستشرقین کے اسلام اور بالخصوص سیرتِ طیبہ کے حوالے سے جو اعتراضات ہیں، ان کی اصل وجہ بھی ہے کہ انہوں نے ماخذ اصلیہ سے صحیح معنوں میں رجوع نہیں کیا، اس حوالے سے مشہور مستشرق H.Reland، استشراقی فکر رکھنے والوں کو عدل و انصاف کی دعوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آدمی کو چاہیے کہ وہ عربی زبان سیکھے اور محمد ﷺ کو ان کی اپنی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے سنے اور ان کو دوسروں کی نظر سے دیکھنے کی بجائے اپنی نگاہوں سے دیکھنے کی کوشش کرے، اس طرح یہ بات واضح ہو جائے گی کہ مسلمان اتنے پاگل نہیں جتنا کہ ہم سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو عقل عطا کی ہے، میری ہمیشہ سے یہ رائے رہی ہے کہ یہ دین جو ایشیاء، افریقہ اور یورپ میں اتنی تیزی سے پھیلا، وہ اتنا غیر مہذب اور غیر معقول دین نہیں ہو سکتا جتنا کہ ہم عیسائی سمجھتے ہیں"۔

مسلم ہوں یا مستشرقین، مغربی محققین ہوں، یا مشرقی علماء حصولِ علم کے مسلمہ اسالیب کے بغیر اظہارِ حق ممکن نہیں، جن محققین و مستشرقین نے سیرت کا مطالعہ مسلمہ قواعد وضوابط کے تحت نہیں کیا، انہوں نے سیرت کے متعلق کئی حوالوں سے حقیقت پر مبنی بات نہیں کی۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ زبان دانی موضوع کو سمجھنے کے لیے ہے جبکہ معرفتِ حق کے لیے ایمان بالرسالت ناگزیر ہے۔ ایسے ہی وہ مسلم مفکرین جنہوں نے مسلمہ قواعد و ضوابط سے ہٹ کر کہیں بات کرنے کی کوشش کی تو ان کی تحریروں میں بھی بعض مقامات پر معتدل روش نظر نہیں آتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سیرتِ مقدسہ کی تدوین کا آغاز تو خود نبی اکرم ﷺ کے سامنے ہی ہو گیا تھا۔ میثاقِ مدینہ، صلح نامہ حدیبیہ مختلف سلاطین کو دعوتی خطوط اور دیگر معاہدات خود حضور اکرم ﷺ نے لکھوائے، یہ تمام سیرت کا حصہ ہی ہیں جن کی توثیق احادیث میں مختلف طرق سے ہوتی ہے۔

اللہ کریم نے حضور اکرم ﷺ کی جزوی طور پر اتباع کا حکم نہیں دیا بلکہ مطلقاً "فاتبعونی" فرمایا۔ عمل رسول ﷺ کی جو بھی جہت ہے، اس کے بارے میں وجوبی حکم ہو یا استحبابی، سب خیر ہی پر مبنی ہے۔ اس لیے اوّلین سیرت نگار صحابہ کرام ہر کام میں اسوہ رسول ﷺ ہی کو مقدم جانتے تھے۔ حیاتِ صحابہ میں کئی ایسی امثال موجود ہیں کہ انہوں نے بکثرت کام اسوہ رسول ﷺ کے مطابق ایسے کیے جو صرف مباح ہی کے درجے میں آتے ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کا مقصود اتباعِ رسول ﷺ تھا، وجوب واستحباب یا صحیح وضعیف کی ابحاث بعد میں نظر آتی ہیں۔

صحابہ کرام اور پھر تابعین کرام نے حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے ثابت ہر قول وفعل اور واقعہ کو حفظ یا تحریر کی صورت میں محفوظ کیا، بعد میں جب علوم وفنون کی صورت میں اقسام ودرجہ بندی ہوئی تو صحابہ وتابعین ہی کے اقوال پر اعتماد کرتے ہوئے مفسرین، محدثین، فقہاء اور سیرت نگاروں نے اپنے اپنے موضوعات کے مطابق اکتسابِ فیض کیا۔

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں صحابہ کرام جب مختلف علاقوں میں پھیل گئے تو جس جس مقام پر وہ فروکش ہوئے، ان کی ہستیاں مرجعِ خلائق بنیں اور تابعین اکتسابِ فیض کے لیے ان کے درِ اقدس پر حاضر ہوتے رہے، صحابہ کرام اپنے دروس میں ذات رسالت مآب ﷺ کے حوالے سے مکمل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آگاہی دیتے اور اپنے فہم وادراک اور محبت رسول ﷺ کے مطابق بات کرتے۔ یہ بات واضح ہے کہ صحابہ کرام کی ذاتِ رسالت کے ساتھ صحبتوں کی حیثیتیں جدا جدا ہیں۔ تاریخ نے ان صحابہ کو خصوصی طور پر یاد رکھا ہے، جن کی بارگاہِ رسالت ﷺ میں بکثرت حاضری رہتی تھی۔

انہی صحابہ کرام کے دروس میں سائلین وزائرین کی کثرت ہوتی، مثال کے طور پر کوفہ و بصرہ ان دو شہروں کو علومِ اسلامیہ کے اعتبار سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعد ہر دور میں اہمیت حاصل رہی، وہاں حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے پاس آنے والوں کی کثرت نظر آتی ہے۔ بڑے بڑے فقہاء، محدثین اور سیرت نگاران سے سیرت، حدیث اور علومِ فقہ کے حصول میں مگن نظر آتے ہیں۔

ہر عہد میں علوم کی تدوین، ترتیب، تنظیم اور اسالیب اس عہد کے تقاضوں اور دستیاب سہولتوں کے مطابق ہوتے ہیں، اسی طرح اسلام کے اولین زمانوں میں سیرت کی تدوین وتالیف اور نشر واشاعت کے لیے صحابہ کرام تابعین عظام اور تبع تابعین نے انتہائی اخلاص اور محنت کے ساتھ اس کی حفاظت، فروغ اور تصنیف وتالیف کے حوالے سے بھرپور کردار ادا کیا اور موجود وسائل کے مطابق اس علم کی نشوونما کی۔

قرنِ اوّل میں علومِ سیرت کے فروغ کا سب سے بڑا ذریعہ عمل و کردار اور حفظ تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے علوم کی باقاعدہ تدوین کا سرکاری سطح پر کام کیا، اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ علومِ سیرت اور دیگر تمام علومِ اسلامیہ کی تدوین کا دور دوسری صدی ہجری کے آغاز سے تیسری صدی ہجری کے اختتام تک ہے، انہی دو صدیوں میں روایت ودرایت، اسماء الرجال، جرح وتعدیل، اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ اور دیگر علوم وفنون کے اسالیب واصول مدون ہوئے، اس عہد کا تمام علمی اثاثہ علومِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اسلامیہ کا بنیادی ماخذ ہے۔

اس عہد کی خاص بات یہ ہے کہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے وہ طبقات جو علومِ اسلامیہ کے ساتھ وابستہ ہوئے، ان کی اکثریت علوم کی جامع تھی، مثال کو طور پر حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم یہ بزرگ علم قرآن، علم حدیث، علم فقہ اور علم سیرت اور اس طرح کے دیگر علوم کی جامع ذوات تھیں۔ اسی طرح اگر تابعین میں نظر دوڑائی جائے تو حضرت امام مسلم بن شہاب زہری، سعید بن مسیب، حضرت حسن بصری یہ اور اس طرح کے دیگر ارباب ذی وقار تابعین میں مرجع نظر آتے ہیں، اسی طرح کا مزاج تبع تابعین کے ہاں بھی نظر آتا ہے۔ اگر سیرت نگاروں، فقہائے کرام اور محدثین کرام کے احوال پر نظر کی جائے تو یہ امر بھی عیاں نہ رہے گا کہ وہ بھی علوم کے جامع تھے۔

چاروں آئمہ فقہاء، صحاح ستہ کے مؤلفین اور تصوف کے چاروں سلاسل کے آئمہ، یہ سب ہی علومِ اسلامیہ کے تمام بنیادی مآخذ کے گہرے شناور نظر آتے ہیں اور اس بات کی صداقت ان تمام کی دینی خدمات اور جملہ تالیفات سے ظاہر ہے لیکن ان اربابِ علم و دانش نے اپنا اپنا ایک دائرہ تحقیق متعین کیا اور پھر اسی میدان میں گراں قدر علمی سرمایہ امت کے سامنے پیش کیا اور آج صدیاں گزر جانے کے بعد بھی چاروں آئمہ فقہاء، مؤلفین صحاح ستہ اور چاروں آئمہ تصوف کی تصانیف اپنے اپنے علم و فن میں بنیادی مآخذ ہیں۔ متاخرین علمائے اسلام نے ان ہی بزرگوں کو ماخذ تسلیم کر کے اپنے اپنے دائرہ تحقیق میں علوم و فنون کو ترقی دی اور اس طرح بنیادی مصادر کے ساتھ مراجع کی بھی ایک طویل فہرست شائقین علم و دانش کے ذوق کو تسکین عطا کرتی ہے۔

اولین سیرت نگاروں نے خصوصی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مغازی کو موضوع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بحث بنانا، ان مقامات کو بچشم خود ملاحظہ کیا، ان خاندانوں سے ملاقات کی جن کے بڑوں نے کسی نہ کسی صورت میں غزوات میں شرکت کی، اس طرح مغازی پر مطالعہ وتحقیق کی وجہ سے سیرت کے دیگر پہلوؤں پر بکثرت مباحث سامنے آئے جس کو مکمل سیرت تالیف کرنے والوں نے اپنی اپنی کتب سیرت میں مفصل ذکر کیا۔

ابتدائی سیرت نگاروں کی اگر تفصیل جانی جائے تو چند نام سرفہرست نظر آتے ہیں جن میں:

عروہ بن زبیر (م:94ھ)، امام محمد بن مسلم بن شہاب زہری (م:124ء)، وہب بن منبہ (م:128ھ)، موسیٰ بن عقبہ (م:142ھ) محمد بن اسحاق (م:150) محمد بن عمر واقدی (م 207ھ) عبدالملک بن ہشام (م:218ھ) محمد بن سعد (م: 230ھ) احمد بن یحییٰ البلاذری (279ھ)

یہ وہ دوسری تیسری صدی ہجری کے اساطین علم سیرت وحدیث بلکہ جامع العلوم تھے جن کو بعد والوں نے اپنا مرجع بنایا ہے۔ متاخرین سیرت نگاروں میں معروف سیرت نگار یہ ہیں:

محمد ابن جریر طبری (310ھ) یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر (م:463ھ) عبدالرحمن بن عبداللہ المعروف امام سہیلی (م 581ھ) عبدالرحمن بن ابی الحسن المعروف ابن جوزی (م579ھ) قاضی عیاض مالکی (م544ھ)؛ شہاب الدین احمد المعروف امام قسطلانی: (م923ھ) جلال الدین عبدالرحمن المعروف امام سیوطی (م:911ھ) ابوعبداللہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی (م:942)

دسویں صدی کے بعد سیرت نگاری کا سلسلہ مزید آگے بڑھتا گیا، اور اس فن میں بڑے مفید اضافے ہوتے گئے جیسے امام نورالدین علی بن برہان الدین حلبی (م:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



1044ھ) کی انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون معروف بہ سیرت حلبیہ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م:1052ھ) کی مدارج النبوت، شہاب الدین المعروف خفاجی (م:1069ھ) کی نسیم الریاض اور محمد بن عبدالباقی المعروف علامہ زرقانی (م:1055) کی شرح المواہب اللدنیہ اس عہد کی سیرت پر بڑی معروف کتب ہیں۔ اس کے علاوہ متاخرین کے بعد میں سیرت نگاری کا ایک عظیم نام علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (م:1350ھ) کا بھی ہے جن کی سیرت اور ذات رسالت کے حوالے سے مختلف پہلوؤں پر پندرہ سے زائد تصانیف ہیں جن میں جواہر البحار فی فضائل النبی المختار (چار جلدوں میں) اور حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین شہرہ آفاق کتب ہیں۔

دوسری تیسری صدی ہجری کے بعد جب سیرت نے باقاعدہ ایک فن کی صورت اختیار کی تو نہ صرف عمومی طور پر سیرت پر کام ہوا بلکہ اختصاصی پہلوؤں کو بھی بڑے احسن طریقے سے موضوع بنایا گیا، عقیدہ رسالت کے حوالے دلائل النبوۃ اور شواہد النبوۃ کے نام سے کتب تصنیف ہوئیں اسی طرح کتب تاریخ، کتب انساب، تاریخ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے حوالے سے جو تالیفات منصۂ شہود پر آئیں ان میں سیرت کے نقوش واضح نظر آتے ہیں حضور اکرم ﷺ کے شمائل، معجزات اور پھر آپ کے حقوق کے حوالے سے سیرت کا گراں قدر ذخیرہ تالیف ہوا حضور اکرم ﷺ کے حقوق کے حوالے سے تاریخ سیرت کی ایک شہرہ آفاق کتاب "الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ" مصنف قاضی عیاض مالکی اپنی مثال آپ ہے، آپ کی اس تالیف نے فن سیرت میں ایک خاص جہت کا اضافہ کیا۔

عصر حاضر میں علوم اسلامیہ پر بالعموم اور علوم سیرت پر بالخصوص تحقیقی کام کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کثرت نظر آتی ہے ایک عالم دین اور محقق اپنی تحریر میں یہ کوشش کرتا ہے کہ اپنی تحقیق وتصنیف کو علمی و تحقیقی معیار کے مطابق منصۂ شہود پر لا کر ارباب علم و دانش سے داد تحسین حاصل کرے اور اصلاح کی ذمہ داری بھی ادا کرے۔ کوئی نیا پہلو، نئی جہت، نئی قسم کو متعارف کروانا بلاشبہ قابل تحسین کام ہے۔

کسی بھی موضوع پر تحقیق وتصنیف کے اثرات کے حوالے سے تین جہات ہوتی ہیں اول، اس تحقیق کا مقصد اہل علم کو کسی خاص پہلو کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے دوم اس تحقیق کا مقصد صرف عوام الناس کی اصلاح کرنا ہوتی ہے۔

تحقیق کا تیسرا پہلو یہ بھی نظر آتا ہے کہ عوام او خواص دونوں کے لیے یکساں مفید ہو لیکن یہ پہلو کم نظر آتا ہے عموماً مذکورہ بالا دو پہلو ہی نظر آتے ہیں عموماً ہر محقق یہی کوشش کرتا ہے کہ اس کا کام علمی پائے کا ہو۔ جامعات میں ہونے والے تحقیقی کام کے حوالے سے یہی فکر ہے کہ ہر کام علمی ہو۔

علوم اسلامیہ کے حوالے سے جو علمی کام جو ہو رہا ہے تو اس سے فرد اور معاشرے کی اصلاح کا عمل کماحقہ جاری ہے۔ اکابرین اسلام کا یہ خاصہ رہا ہے کہ انہوں نے ہر تحقیق وتصنیف سے پہلے اپنے عرف سے مکمل آگاہی حاصل کی عوام و خواص کے رجحانات، ذہنی وشعوری پختگی، اس عہد کے رسم ورواج، فکری وسماجی اور ثقافتی سب امور کا جائزہ لے کر قلم اٹھایا۔ اس حوالے اگر دیکھا جائے تو امام غزالی، شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ ابن عربی کا ایک زمانہ ہے اسی طرح مولانا روم اور امام رازی کا بھی ایک زمانہ ہے اسے ہی طرح بڑے بڑے اکابرین ہم عصر گزرے ہیں لیکن ہر ایک کی تصنیف و تحقیق کو مقبولیت حاصل ہوئی اس کی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ انہوں نے صرف تصنیف و تحقیق کے شوق میں کتب خانے آباد کرنے کی بجائے حیات

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



انسانی کی فکری و عملی کوتاہیوں کو دور کرنے کی سعی کی اور ان کے اخلاص و دیانت کی وجہ سے ان کی تحریرات سے نہ صرف ان کے عہد کے لوگ مستفید ہوئے بلکہ صدیوں سے تمام شعبہ ہائے زندگی کے لوگ اپنی اپنی ذہنی سطح کے مطابق ان سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں آج اسی نہج پر اپنے عہد کے تقاضوں، عرف سے آگہی اور سرقہ سے اجتناب کرتے ہوئے عصری انسانی شعور کو سامنے رکھ کر اخلاص و دیانت کے ساتھ علوم اسلامیہ بالخصوص سیرت پر کام کرنے کی ضرورت ہے بلاشبہ اس میں بھی محققین کی قابل قدر مساعی موجود ہیں لیکن سیرت کے کمالات اور جہات کا سلسلہ لامتناہی ہے اور پھر یہ بھی کوشش ہو کہ اپنی تحقیق سے اصلاح فکر و عمل کا فریضہ بھی ادا ہو اور صاحب سیرت ﷺ کے ساتھ مستحکم و کامل فکری اتقان حاصل ہو کیونکہ یہی حاصل زیست اور یہی توشۂ آخرت ہے۔

مطالعہ سیرت نہ صرف رسول اکرم ﷺ کے احوال سے متعارف کرواتا ہے بلکہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نسبت کو اتقان و استحکام بھی عطا کرتا ہے، ایک مؤمن کی یہ بنیادی ضرورت ہے کہ وہ اپنے ہر عمل کو اتباع رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھالے اور کم از کم سیرت نبوی کا اتنا علم ضرور حاصل کرے کہ اپنی اور اپنے متعلقین کی بخوبی اصلاح کر سکے، اس تصنیف میں سیرت طیبہ کے حوالے سے صرف بارہ موضوعات کا انتخاب کیا گیا ہے جن میں پہلے دو کا تعلق ذاتِ رسالت مآب ﷺ کے حوالے سے نظری پہلوؤں سے ہے، جبکہ باقی موضوعات کا تعلق عملی پہلوؤں سے ہے، ہر موضوع کا بنیادی تعارف، ضرورت و اہمیت کے بعد اس کے حوالے سے نبوی منہج و مقاصد، حکمت عملی، طریقہ کار، اثرات اور پھر اس موضوع کے حوالے سے عصری صورتِ حال پر بات کی گئی ہے۔ تاریخ بیانیہ کی بجائے فقہ السیرۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(Analytical Study of Seera) کا اسلوب اختیار کر کے سیرت کے حوالے سے اپنے ماحصلات پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مشکل اصطلاحات، مختلف فیہ امور، طویل واقعات، دقیق ابحاث سے اجتناب کر کے سادہ اور عام فہم اندازِ تحریر اختیار کر کے ہر طرح کے ذہن کو سیرت کے مطالعہ کی دعوت دی گئی ہے تاکہ سیرت کا مطالعہ، پڑھنے والے کی اس میں دلچسپی اور رغبت بڑھائے اور اسے عملِ صالح کی طرف لے آئے۔ تحریر کو نفع بخش بنانا ربِ کریم کا کام ہے۔ اخلاص و دیانت سے کی گئی محنت کو شرف باریابی سے نوازنا یہ اس ازلی کریم کی سنت ہے۔ آخر میں ان تمام معاونین کا شکر گزار ہوں کہ جن کے مفید مشورے دورانِ تصنیف شاملِ حال رہے۔ اللہ کریم جملہ مخلصین، رفقاء اور اقرباء سب پر اپنا خصوصی کرم فرمائے۔ آمین!

ڈاکٹر عقیل احمد

شعبہ علومِ اسلامیہ

دی یونی ورسٹی آف لاہور، لاہور

aqeel.ahmad1@ais.uol.edu.pk

aqeelahmedirc@yahoo.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# (1) وحی

- وحی کا معنی و مفہوم
- وحی کی ضرورت و اہمیت
- عقل پر وحی کی بالادستی کی وجوہات
- نزول وحی کی صورتیں اور کیفیات
- حامل وحی کی ممتاز حیثیات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# وحی

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے مقاصد اور اس کے اختتام کے حوالے سے فکرِ انسانی کی مختلف حوالوں سے رہنمائی کا اہتمام کیا ہے۔ جیسے حواس، عقل، قوت تمیز، تجربات، مشاہدات وغیرہ۔ ہدایت انسانی کے ان ربانی انتظامات کے علاوہ ایک حوالہ سب سے معتبر اور مستند ہے، جو دیگر تمام ذرائع کی تہذیب وتصویب کرتا ہے، وہ وحی الٰہی ہے، ہر فرد اپنے مخصوص سماجی وخاندانی پس منظر کی وجہ سے اپنی عقل وشعور، تجربات، مشاہدات کے حوالے سے ایک جداگانہ حیثیت رکھتا ہے، اس پر تاریخ گواہ ہے کہ انسانی آراء کا ایک مسئلہ میں ایک آواز ہونا ممکن نہیں، اگر کسی معاملے میں فکرِ انسانی میں یگانگت اور اتحاد نظر آئے گا تو اس کے پیچھے ضرور کسی مقام پر وحی الٰہی نظر آئے گی، وحی کے بغیر فکرِ انسانی کا اتحاد ایک مشکل مرحلہ ہے، انسانی شعور کو مسائل حیات سے نبرد آزما ہونے کے لیے کسی ایک نقطہ پر لانا یہ صرف وحی کا کام ہے، وحی کیا ہے؟ اس کی ضرورت کیوں ہے؟ وحی کو بالا دستی کیوں حاصل ہے؟ اس کے نزول کے طریقے اور حامل وحی کی کیفیات کیا ہیں، حامل وحی کی دوسروں میں ممتاز حیثیت کی وجوہات یہ اور اس طرح کے دیگر عناوین اس موضوع میں زیر بحث رہیں گے، لیکن سب سے پہلے وحی کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ جانا جائے گا۔

## وحی کا معنیٰ ومفہوم

صاحب لسان العرب لفظ وحی کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الوحي الإشارة والكتاب والرسالة والإلهام والكلام الخفي. وكل ما ألقيه إلى غيرك. (1)

(ترجمہ:) ''وحی کا معنی ہے اشارہ، لکھا ہوا، پیغام، الہام، پوشیدہ بات، اور ہر وہ چیز جس کو کسی دوسرے کی طرف اِلقاء کیا جائے۔''

امام جوہری نے الصحاح میں یہی معنی بیان کیا ہے، مزید لکھتے ہیں:

وأوحى اللهُ إلى أنبيائه (2)

(ترجمہ:) ''اور وحی (اس کلام کو کہتے ہیں) جو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی (طرف نازل) کرتا ہے۔''

صاحب کتاب العین لفظ وحی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وأوحى الله إليه أي: بعثه وأوحى إليه: ألهمه وقوله عز وجل: وأوحى ربك إلى النحل أي: ألهمها: وأوحى إليها في معنى الأمر۔ (3)

(ترجمہ:) ''اور اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی یعنی مبعوث کیا اور وحی کی یعنی الہام کیا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی"۔ یعنی اس کو الہام کیا اس کی طرف وحی کیے جانے سے مراد ہے کہ اس کو حکم دیا۔''

وحی انبیاء کرام کے ساتھ خاص ہے، لیکن یہ لفظ اگر غیر نبی کے لیے استعمال ہوا ہے، جیسے کہ قرآن میں وارد ہوا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کی طرف تو اس سے مراد ان کو اللہ کی طرف سے القاء کیا گیا۔

وحی نبوت و رسالت کے ساتھ خاص ہے، عطیہ خداوندی ہے۔ اللہ کریم نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک تمام انبیاء کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وحی کی، انبیاء کرام کے تعلق باللہ کی بنیاد وحی ہوا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے سلسلہ وحی کا اختتام حضور اکرم ﷺ پر ہوا، غیر نبی پر وحی نہیں آسکتی۔ کوئی اپنے الہام وکشف یا رؤیا کو بنیاد بنا کر اپنی کسی بات کو دوسرے کے لیے حجت قرار نہیں دے سکتا، نبی پاک کی لائی ہوئی شریعت جو وحی الٰہی ہے، وہی حجت ہے، وہی حرف آخر ہے۔

اس کا اعلان قرآن نے کیا ہے کہ:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ. إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ. (4)

(ترجمہ:) ''اور وہ (رسول اکرم ﷺ) اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے مگر وہ وہی کہتے ہیں جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔''

وحی اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے ان پیغامات، ہدایات، احکامات کو کہتے ہیں جو کسی بھی ذریعے سے انبیاء کرام پر نازل ہوتی رہی ہیں، انسانی ہدایت کا یہی ابدی، دائمی اور کامل ہدایت ونجات کا ذریعہ ہے۔

حامل وحی اللہ تعالیٰ کے چنیدہ (Selected) لوگ ہوتے ہیں، جن کے لیے خاص اصطلاح نبی اور رسول کی معروف ہے، حامل وحی ہونے کی وجہ سے انبیائے کرام کو خصوصی امتیازات، انعامات، معجزات اور اختیارات حاصل ہوتے ہیں، ان کمالات کی وجہ سے وہ تمام انسانیت سے زیادہ برگزیدہ، پسندیدہ اور مقرب بارگاہ رب ذوالجلال ہیں، ان امتیازی حیثیات میں کوئی دوسرا ان کی ہمسری، برابری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

## وحی کی ضرورت واہمیت

ایک انسان کو پیدائش سے وفات تک زندگی کے مختلف مرحلوں پر مختلف جہات وپہلوؤں کے حوالے سے رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے، اب دو ہی صورتیں ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یا تو بندہ از خود اس معاملے کے بارے میں فیصلہ کرے اور اپنے مشاہدہ کے مطابق اپنے حواس و عقل پر بھروسہ کرتے ہوئے زندگی کے اس مرحلے یا معاملے کا فیصلہ کرے ایسی صورت میں اس کا نقصان بھی ہوسکتا ہے اور فائدہ بھی۔ اور پھر یہ بھی طے نہیں کہ اس طرح کے طرزِ عمل سے خالق کی رضا حاصل ہوتی ہے یا نہیں، پھر وہ اذہان جو ابھی ناپختہ ہیں یا شعور کی اس سطح پر نہیں جس کو بلوغت (Maturity) کہا جاتا ہے، وہ کس طرح کا طرزِ عمل اپنائیں؟ اگر انسانوں کو ان کے حواس و عقل کے مطابق فیصلہ کرنے کی اجازت دی جائے تو فساد کا خطرہ ہے کیونکہ ہر انسان کے حواس اور عقل کی اپنی ایک خاص استعداد ہے ایک کا فیصلہ دوسرے پر کیسے لاگو ہوگا؟ جب یہ ممکن نہیں تو پھر قوم و ملت یا ریاست کو کن اصولوں کے تحت ایک پیج پر لانا ممکن ہوگا؟ اس لیے کوئی ایک ایسا حتمی اور قطعی ذریعہ ہونا چاہیے تھا جس پر انسانیت متفق ہو سکے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مشکل کو وحی کے ذریعے دور کیا اور وحی کو انسانی حواس و عقل کا رہبر بنایا۔ جنہوں نے وحی کے بغیر محض حواس و عقل کے مطابق معاملات حل کرنے کی کوشش کی وہ نہ کسی حتمی نتیجے پر پہنچے اور نہ ہی ان کی منزل کا تعین ہو سکا۔

علامہ غلام رسول سعیدی وحی کی ضرورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انسان مدنی الطبع ہے اور مل جل کر رہتا ہے اور ہر انسان کو اپنی زندگی گزارنے کے لیے خوراک، کپڑوں اور مکان کی ضرورت ہوتی ہے اور افزائش نسل کے لیے نکاح کی ضرورت ہے ان چار چیزوں کے حصول کے لیے اگر کوئی قانون اور ضابطہ نہ ہو تو ہر زور آور اپنی ضرورت کی چیزیں طاقت کے ذریعہ کم زور سے حاصل کر لے گا اس لیے عدل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وانصاف کو قائم کرنے کی غرض سے کسی قانون کی ضرورت ہے اور یہ قانون اگر کسی انسان نے بنایا تو وہ اس قانون میں اپنے تحفظات اور اپنے مفادات شامل کرے گا اس لیے یہ قانون مافوق الانسان کا بنایا ہوا ہونا چاہیے تاکہ اس میں کسی کی جانب داری کا شائبہ اور وہم وگمان نہ ہو اور ایسا قانون صرف خدا کا بنایا ہوا قانون ہو سکتا ہے جس کا علم خدا کے بتلانے اور اس کے خبر دینے سے ہی ہو سکتا ہے اور اسی کا نام وحی ہے۔''(5)

مزید فرماتے ہیں:

''انسان عقل سے خدا کے وجود کو معلوم کر سکتا ہے عقل سے خدا کی وحدانیت کو بھی جان سکتا ہے قیامت کے قائم ہونے، حشر ونشر اور جزا وسزا کو بھی عقل سے معلوم کر سکتا ہے لیکن وہ عقل سے اللہ تعالیٰ کے مفصل احکام کو معلوم نہیں کر سکتا وہ عقل سے یہ جان سکتا ہے کہ اللہ کا شکر ادا کرنا اچھی بات ہے اور ناشکری بری بات ہے لیکن وہ عقل سے یہ نہیں جان سکتا کہ اس کا شکر کس طرح ادا کیا جائے اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے ہی ہوگا اور اس کا نام وحی ہے۔''(6)

علامہ عبدالشکور سالمی (م:465) اس موضوع پر لکھتے ہیں کہ:

لا يجوز من الله من طريق الحكمة أن يعطل عبده من الأوامر والنواهي مع احتياجهم إلى ذلك.

ثم لم وجب الأمر والنهي من طريق الحكمة فإنه لا يكون بدون الخطاب لا يكون بدون سُفراء وهم الرسل والأنبياء.(7)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(ترجمہ:)''حکمت کے اعتبار سے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو اوامر ونواہی کی پابندی سے آزاد چھوڑ دے حالانکہ وہ ان احکام کے محتاج ہیں جب حکمت کے اعتبار سے امر ونہی ضروری ہے تو یہ امر ونہی خطاب کے بغیر نہیں ہوسکتا اور خطاب اللہ کے سفیروں کے بغیر نہیں ہوسکتا اور اللہ کے سفیر یہی انبیاء ورسل ہیں۔''

اَوامر ونواہی کے لیے اللہ کریم نے انبیاء ورسل کو مخاطب کیا اور ان کے ذریعے ہدایت انسانی کا مکمل بندوبست کیا اللہ کا انبیاء سے مخاطب ہونا ہی وحی ہے، انبیاء کے علاوہ اللہ نے ہدایت انسانی کے لیے کسی گروہ سے خطاب نہیں کیا یعنی اُن کی طرف وحی نہیں کی اب جو انسان ذات رسالت مآب سے وابستہ نہیں وہ ہدایت پر نہیں اس لیے راہِ حق پر گامزن ہونے کے لیے راہِ نبوت ہی واحد راستہ ہے اس کے علاوہ اور کوئی سبیل نہیں کیوں کہ وہ راہ اللہ ہی کی منتخب کردہ ہے۔

امام فخر الدین رازی (م:606) اس حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ:

فإذا كان كذالك فالأشخاص الإنسانية لا بد لها من اجتماع ولابد أن تجرى بينهم معاملات ولابد فيها من شرائط لئلا يظلم بعضهم بعضا. ولا بد بتلك الشرائط من واقع بعض ومقرر ويقررها وذالك الواضع لابد أن يكون يشابه الناس ويرشدهم إلى الشريعة فيكون ذالك الشارع لا محالة إنسانا وأن يكون مخصوصا بمعجزات وخوارق عادات ليكادله الناس. (8)

(ترجمہ:)''جب یہ واضح ہے کہ انسان کے لیے اجتماعی زندگی گزارنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے اور اجتماعی زندگی میں باہمی معاملات کا جاری رہنا لازمی امر ہے اس لیے ان معاملات کے شرائط و قواعد وضوابط کا ہونا ضروری ہے تاکہ لوگ ایک دوسرے پر ظلم نہ کر سکیں قواعد وضوابط کے لیے ان کو وضع کرنے والے اور مقرر کرنے والے کی ضرورت ناقابل انکار ہے جو انہیں وضع کرے اور مقرر کرے واضع کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کے ساتھ بالمشافہ یعنی آمنے سامنے باتیں کرے اور ان کو سیدھا راستہ دکھائے، ایسا شارع وہی ہوسکتا ہے جس کو معجزات اور مابعد طبیعات (Metaphysically) اور ان کی امتیازی خصوصیات حاصل ہوں تاکہ لوگ اس کے تابع فرمان ہو جائیں۔"

وحی کے حوالے سے علامہ سالمی اور امام رازی کی تشریحات سے واضح ہوا کہ انسان کی تخلیق کے بعد اس کو اگر احکام سے آزاد چھوڑ دیا جاتا تو یہ حکمت تخلیق کے خلاف ہوتا، مخلوق کو اس کے مقصد حقیقی سے آگاہ کرنے کے لیے اللہ کریم نے ان کو ایسا وجود عطا کیا جس کے لیے "احسن تقویم" [9] فرمایا اس کو حواس، احساسات، ادراک کا شعور عطا کیا ان سب پر اپنے احکام کی برتری رکھی تاکہ یہ انسانی صلاحیتیں معرفت حق سے بیگانہ نہ ہو جائیں احکام الٰہی کی معرفت کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو منتخب کیا ان کے ذریعے انسانی حواس وشعور، احساسات وادراکات کی رہنمائی کا مکمل جامع اور قطعی اہتمام فرمایا، ذات رسالت خالق اور مخلوق کے مابین سفارت کی حتمی اور قطعی ذات ہے اس کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں جنہوں نے ذات رسالت کے بغیر کسی بھی حوالے سے کسی منزل کا تعین کرنے کی کوشش کی وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ناکام ہی رہے کیونکہ اس صورت میں ان کا تعلق وحی الٰہی سے منقطع ہو گیا تو جب جس نسبت کی وجہ سے منزل تک پہنچنا تھا وہ نسبت ہی نہ رہی تو منزل کہاں؟

## وحی کی عقل پر بالادستی کی وجوہات

وحی کی عقل پر بالادستی کی وجوہات بیان کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقل کی تعریف، اقسام، دائرہ کار، استعداد وغیرہ پر بات کی جائے تا کہ مخلوقات میں سے حضرت انسان کی وجہ فضیلت و امتیاز کی اہمیت و حدود سے آگہی حاصل ہو۔

علامہ غلام رسول سعیدی سورۃ الجاثیہ کی آیت نمبر 5 "لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ"(10) کے ذیل میں عقل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

- ''اس آیت میں عقل کا ذکر ہے کہ عقل والوں کے لیے ان چیزوں میں توحید کی نشانیاں ہیں اس لیے ہم یہاں عقل کی تعریف کر رہے ہیں؛ عقل اس قوت کو کہتے ہیں جو علم کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور جس علم کو انسان اس قوت سے حاصل کرتا ہے اس کو بھی عقل کہتے ہیں اس لیے حضرت علی سے یہ منقول ہے کہ عقل کی دو قسمیں ہیں، ایک عقل طبعی ہے اور ایک عقل سمعی ہے اور جب تک عقل سمعی نہ ہو عقل طبعی سے فائدہ نہیں ہوتا عقل طبعی سے مراد وہ قوت ہے جو انسان کے دماغ میں مرکوز ہے جس سے انسان اچھے اور برے اور نیک اور بد کام میں تمیز کرتا ہے اور عقل سمعی سے مراد وہ علوم ہیں جو انسان لوگوں سے سن کر اور کتابوں میں پڑھ کر حاصل ہوتے ہیں۔''(11)

علامہ سعیدی کی تعریف سے معلوم ہوا کہ عقل وہ حسِ تمیز (Sense of differntiate) ہے جس سے نیکی و بدی، خیر و شر، نور و ظلمت اور حق و باطل میں فرق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



واضح ہوتا ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب عقل حالت صحیحہ پر قائم ہو جس کو عقلِ سلیم کہا جاتا ہے۔

کتاب التعریفات میں علامہ میر سید شریف علی الجرجانی نے عقل کی حسب ذیل تعریفات کی ہیں، لکھتے ہیں:

1۔ عقل ایسا جوہر ہے جو اپنی ذات میں مادہ ہے اور اپنے فعل میں مادہ سے مقارن ہے۔

2۔ عقل وہ نفس ناطقہ ہے جس کو ہر شخص "میں" سے تعبیر کرتا ہے۔

3۔ عقل ایک جوہر روحانی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بدن سے متعلق کر کے پیدا کیا ہے۔

4۔ عقل دل میں ایک ایسا نور ہے جو حق اور باطل کی معرفت رکھتا ہے۔

5۔ عقل ایسا جوہر ہے جو مادہ سے مجرد ہے اور بدن کے ساتھ متعلق ہے اور اس کی تدبیر اور اس میں تصرف کرتا ہے۔

6۔ عقل نفسِ ناطقہ کی قوت ہے اور اس میں تصریح ہے کہ قوت عاقلہ نفس ناطقہ کی مغائر ہے اور تحقیق یہ ہے کہ فاعل نفس ہے اور عقل اس کا آلہ ہے، جیسے کاٹنے والے کے ہاتھ میں چھری ہوتی ہے۔

7۔ عقل، نفس، ذہن تینوں ایک چیز کے مختلف نام ہیں، جس حیثیت سے وہ ادراک کرتی ہے اس کو عقل کہتے ہیں، اور جس حیثیت سے وہ تصرف کرتی ہے اس کو نفس کہتے ہیں اور جس حیثیت سے وہ ادراک کی صلاحیت رکھتی ہے اس کو ذہن کہتے ہیں، جس چیز سے حقائق اشیاء کا ادراک کیا جائے اس کا محل سر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا محل دل ہے۔ (12)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علامہ جرجانی نے عقل کو پیکرِ انسانی کی وہ خاص صلاحیت قرار دیا ہے جو خیر وشر میں ادراک کا ملکہ رکھتی ہے۔

کچھ اس طرح کی تعریف علامہ زبیدی نے کی ہے، آپ علامہ فخرالدین اور علامہ راغب اصفہانی کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عقل اگر عرض ہے تو وہ نفس میں ایسا ملکہ ہے جس کی وجہ سے نفس میں علوم اور ادراکات کی صلاحیت ہے اور اگر عقل جوہر ہے تو وہ جوہر لطیف ہے جس کی وجہ سے غائبات کا بالواسطہ اور محسوسات کا بالمشافہ ادراک ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو دماغ میں پیدا کیا ہے اور اس کا نور قلب میں ہے، اور یہ وہ قوت ہے جس سے اچھی اور بری چیزوں میں تمیز حاصل ہوتی ہے اور قبول علم کی بھی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔"(13)

اکابرین کی عقل کے حوالے سے تعریفات سے یہ واضح ہوا کہ عقل انسان کی وہ صفت اعظم ہے جس سے اس کو نفع ونقصان میں فرق اور معاملات کی حقیقت کا ادراک کما حقہ حاصل ہوتا ہے۔

اب معاملات وواقعات دو طرح کے ہیں، ایک ظاہر ہیں جن کو عقل مشاہدہ کے ذریعے جانتی ہے، مشاہدہ میں اس کی جہات اور معلومات معاونت کرتی ہیں اور وہ کسی نتیجے تک پہنچتی ہے، معاملات وواقعات کا دوسرا پہلو غیوبات (Unseen) ہیں، عقل کی اس تک رسائی نہیں ہوسکتی، اس کے لیے وحی کی ضرورت ہے، مثال کے طور پر قرآن میں ارشاد ہوا:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ. وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ. لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ. (14)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(ترجمہ:) ''بے شک ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل کیا اور آپ کو ادراک نہیں کہ لیلۃ القدر کیا ہے، لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔''

یہاں یہ واضح کر دیا کہ ادراک عقل کا خاصہ ہے، عقل کے ذریعے لیلۃ القدر کی حقیقت و عظمت کو جانچا نہیں جا سکتا بظاہر رات ایک ہے، ایک کا ہزار سے افضل ہونا حدودِ عقل میں نہیں آسکتا اس لیے فرما دیا یہ ادراک کا معاملہ نہیں، ایسے ہی ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ ۔ (15)

(ترجمہ:) ''آنکھیں اس (ذاتِ اقدس) کا ادراک نہیں کر سکتیں۔''

یہاں وجودِ باری تعالیٰ کا ذکر ہے کہ آنکھ جس کا تعلق حواسِ خمسہ سے ہے اور عقل حواس سے مدد لے کر ہی کوئی رائے دیتی ہے اس کے دائرہ امکان میں نہیں کہ وہ وجود باری تعالیٰ کا ادراک کر سکے اس کی ذات، صفات، افعال وغیرہ عقل کی حدود سے باہر ہیں، ہاں جتنا اس ذات نے بذریعہ وحی مطلع کیا وہی قطعی اور حتمی ہے اس طرح کی قرآن و حدیث میں اور بھی امثال موجود ہیں، مثال کے طور پر انسان کے دائیں بائیں کراماً کاتبین کا ہونا، قبر میں منکر نکیر کا آنا، روح کی کیفیات، ملائکہ کا نزول ارضی وغیرہ، پھر معجزات و کرامات اور اس طرح کے دیگر معاملات ان کا تعلق ایمان بالغیب سے ہے اور اس کے بارے میں صحیح رہنمائی وحی ہی کے ذریعے ممکن ہے عقل و ادراک، مشاہدہ و محسوسات وغیرہ ان معاملات کی حقیقت تک پہنچنے سے قاصر ہیں، یہ معاملات تو عالم غیوبات سے تعلق رکھتے ہیں، کچھ ایسے معاملات بھی ہیں جن کا تعلق ... سے ہے ان کی حقیقت کا بھی وحی ہی کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے مثال کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طور پر قبلہ کی طرف منہ کرنا، حالتِ صوم، طواف کعبہ، سعی صفا و مروہ، وقوف عرفات، رمی جمرات، قربانی، عقیقہ، صدقہ و خیرات کا سات سو گنا تک اجر بیان ہونا وغیرہ، یہ تمام اعمال ظاہری طور پر ادا کیے جاتے ہیں لیکن عقل ان کی حقیقت تک آج تک نہیں پہنچ سکی، وحی کے ذریعے ہی حقیقت معلوم ہو سکی۔

قرآن کریم میں حقیقت تک رسائی کے لیے ادراک کی نفی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ معرفت اشیاء و معاملات کے لیے ظاہری و مادی پہلوؤں کے علاوہ باطنی و روحانی پہلو بھی ہیں، ہر شے و معاملہ کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا مناسب ہے لیکن وہ شے یا معاملہ عقل کی حدود میں ہو تو روا ہے اور ایسا ہی کرنا چاہیے، لیکن جب وہ شے یا معاملہ ماورائے عقل ہو تو پھر اس کو عقل کے پیمانوں پر نہیں، اس کو پھر وحی سے دیکھا جائے گا تو ہی بندے کو اپنی ایمانی استعداد کے مطابق معرفت نصیب ہو گی۔

اس حوالے سے مولانا روم نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ:

"پہاڑ تولنے والے پیمانے اور ہوتے ہیں اور سونا و جواہرات تولنے والے پیمانے اور ہوتے ہیں۔"(16)

روح کو ہی لے لیجیے، ظاہری و مادی حواس کس طرح روح کے بارے میں بیان کر سکتے ہیں، اس کی ہیئت، اس کی فعالیت اس کی حدو غیرہ کی پیمائش کیسے کریں گے، اس لیے قرآن نے فرما دیا کہ:

وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ ٱلْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۔(17)

(ترجمہ:) "اور تم کو (روح کے حوالے) سے قلیل علم دیا گیا ہے۔"

ظاہری معاملات کے ظاہری پہلو اور ان کے حقیقی پہلو کے حوالے سے قرآن کریم کی سورۃ الکھف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بہت مفید ہے، اس سے بھی عقل وادراک کی پرواز، دائرہ اور نوروحی کی جہات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور بندہ کا وحی پر ایمان مزید پختہ ہو جاتا ہے۔

## نزولِ وحی کی صورتیں اور کیفیات

اللہ کریم قادر مطلق ہے وہ چاہتا تو وحی کو ایک ہی بار کسی خاص متعین صورت میں نازل کر دیتا لیکن ایسا نہیں ہوا، اللہ کریم نے وحی کا نزول تدریجاً کیا اور اس کے نزول کو بھی مختلف صورتوں میں کیا، نزول وحی کی معروف صورتیں جن کا ذکر کتب کثیرہ میں کیا گیا ہے، وہ حسب ذیل ہیں۔

### بلاواسطہ وحی:

- اللہ تعالیٰ کا بذات خود کلام فرمانا
- فرشتہ کے ذریعے
- القاء فی القلب (دل میں بات ڈال دینا)
- رویائے صادقہ (سچے خواب آنا)
- صلصلۃ الجرس (گھنٹی کی آواز)
- تمثیل (فرشتے کا انسانی صورت میں آنا)
- ورائے حجاب (کسی بھی طرح کے حجاب (پردہ) کے دوسری طرف سے وحی کا آنا)۔

اب نزول وحی کے ان طریقوں کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1۔ اللہ تعالیٰ کا بلاواسطہ بغیر کسی ذریعے کے وحی نازل کرنا۔

2۔ اللہ تعالیٰ کا کسی بھی طرح کے ذریعے سے وحی نازل کرنا۔

اب جو احکامات اللہ تعالیٰ نے براہِ راست عطا کیے ہیں ان کی معنویت دیگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ذرائع سے کی گئی وحی سے مختلف ہے، مثال کے طور پر معراج کے حوالے سے مشہور آیت:

فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ. (18)

(ترجمہ:) ''اور (اللہ) نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو (اس نے چاہا) وحی کی۔''

اہل علم آج تک نہیں بتا سکے کہ وہ وحی کیا تھی، وہ اللہ جانے یا اس کا نبی جانے۔ نزول وحی کا یہ خاص طریقہ تھا جس سے آپ کو نوازا گیا۔

بالواسطہ وحی کے طریقوں میں فرشتے کے ذریعے معروف طریقہ رہا ہے، اس میں بھی دو صورتیں تھیں، فرشتہ یا تو ملکی حالت میں آتا یا بشری حالت میں آتا۔ ملکی حالت یعنی اپنی اصل صورت میں آ کر وحی پیش کرتا ایسی حالت میں نبی اکرم اپنی طبیعت کو بشریت سے روحانیت کی طرف منتقل کرتے تاکہ اتصال طبیعت ہو اور حصولِ وحی میں کوئی دقت نہ رہے، فرشتہِ جب بشری حالت میں آتا تو اس وقت نبی اکرم اپنی نارمل حالت میں ہی رہتے، حضرت جبریل امین کا اس طرح آنا متعدد بار ہوا۔

حضرت جبریل امین کو اس بات کی کامل معرفت ہوتی کہ جو پیغام وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف لا رہے ہیں وہ وحی الٰہی ہے اور وہ مکمل امانت ہے، اس کا اللہ کے حکم اور منشاء کے مطابق نبی پاک کو ابلاغ کرتے اس لیے ان کا لقب امین بھی ہے۔

وحی کی ایک صورت قرآن کریم کی سورۃ البقرہ سے مترشح ہوتی ہے، وہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ کا ان کو ملائکہ کے سامنے پیش کر کے ملائکہ سے کلام کرنا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اس وقت کس صورت میں تھے؟ صورتِ روحانی یا بشری؟

اگر روحانی کہا جائے تو واقعہ کا ذوق اور لطف نہیں رہتا کیونکہ ان کے وجود و جسم کا ذکر بھی آتا ہے، وہ اس وقت صورت روحانی و بشری دونوں میں تھے۔

اس بحث سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ فرشتہ جب کبھی اپنی روحی صورت میں بھی نبی کے سامنے آتا تو ان کے لیے کوئی مشکل نہ ہوتی، اور وہ ان سے وحی کو وصول کرتے اس طرح کی قرآن کریم میں ایک اور نادر صورت بیان ہوئی ہے، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِن شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَن يَا مُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۔ (19)

(ترجمہ:) "پھر جب موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو انہیں اس وادی کے دائیں کنارے پر برکت والی زمین کے ٹکڑے سے ایک درخت سے ندا کی گئی کہ اے موسیٰ علیہ السلام! بے شک میں ہی رب العالمین ہوں۔"

اللہ کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میں ہی اللہ، تمام جہانوں کا پالنے والا ہوں، یہ آواز حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک درخت سے آئی، نزول وحی کا یہ ایک نادر اور خاص انداز ہے۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ معرفت کیسے حاصل ہوئی کہ یہ کلام الٰہی ہی ہے اور پھر درخت سے آواز آنا ایک جہت سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی ذات میں ہر لحاظ سے جہت سے پاک ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس ضمن میں اکابرین امت کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

''اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام "میں اللہ ہوں" اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے سنا اور یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے حادث ہونے پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ کسی چیز کا کسی جہت اور کسی جانب میں ہونا اس چیز کے حدوث پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کو جہت، جانب اور جگہ میں ہونے سے منزہ اور پاک مانتے ہیں اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ کے کلام کو بھی جہت اور جگہ سے پاک جانتے ہیں، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کلام درخت کی کسی ایک جانب سے نہیں بلکہ درخت کی ہر جانب سے سنائی دے رہا تھا۔''(20)

رہی یہ بات کہ نبی کو کیسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلامِ الٰہی ہے تو اس کا جواب دیتے ہوئے امام غزالی (م:505ھ) لکھتے ہیں:

ووراء العقل طور آخر تفتح فيه عين أخرى يبصر بها الغيب وما سيكون في المستقبل، وأموراً أخر، العقل معزول عنها كعزل قوة التمييز، من إدراك المعقولات، وكعزل قوة الحس عن مدركات التمييز. وكما أن المميز لو عرضت عليه مدركات العقل لأباها واستبعدها. فكذلك بعض العقلاء أبوا مدركات النبوة واستبعدوها، وذلك عين الجهل۔ (21)

(ترجمہ:) ''عقل کے ماوراء ایک اور عالم ہے جس میں ادراک کی ایک اور آنکھ کھلتی ہے جس سے غیب کا ادراک ہوتا ہے اور مستقبل میں ہونے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



والے امورِ غیبیہ اور غیب سے امور کو جان لیا جاتا ہے جن تک عقل کی رسائی نہیں ہے جیسے قوتِ تمیز، معقولات کا ادراک نہیں کر سکتی اور جس طرح حواس قوتِ تمیز کے مدرکات نہیں پا سکتے (اس طرح عقل، قوت ادراکِ غیب کے مدرکات کو نہیں پا سکتی) اور جس طرح صاحبِ تمیز کے سامنے عقل کے مدرکات پیش کیے جائیں تو وہ ان کو بعید سمجھ کر ان کا انکار کرتا ہے اس طرح بعض عقل والوں کے سامنے نبوت کے مدرکات پیش کیے گئے تو انہوں نے ان کا انکار کر دیا اور یہ بھی خالص جہالت ہے۔''

امام غزالی کی اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ عام انسان کا خاصہ عقل ہے اور اس کی رسائی کا ایک مخصوص جہان ہے اس سے آگے ہی وحی ہے۔

صاحبِ وحی نبی ہوتا ہے جو قوتِ عقل کے ساتھ قوتِ نبوت سے معاملات ظاہری ہوں یا باطنی کا کامل شعور رکھتا ہے، جو غیر نبی کے لیے ممکن نہیں، بلکہ وہ غیر نبی کے لیے غیب ہوتا ہے، اسی قوتِ نبوت سے وہ ملائکہ، جنات اور کلامِ الٰہی کی معرفت حاصل کرتا ہے، وحی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور کلامِ الٰہی کی جو لذت ہے وہ ہر لذت سے اعلیٰ ہے، آج جب کلامِ الٰہی کی تلاوت کی جاتی ہے تو وجد و کیف کا ایک سماں طاری ہوتا ہے، خشیت و اشکِ باری کے رنگ نمایاں ہوتے ہیں، تو وہ ذات جنہوں نے خالق کے کلام کو خود خالق ہی سے سنا ان کی کیفیات کا عالم کیا ہوگا، اللہ کریم نے اپنے کلام کی لذتوں سے سب سے زیادہ اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آشنا کیا۔

## حاملِ وحی کی ممتاز حیثیات

حاملانِ وحی الٰہی کو نبی و رسول کہا جاتا ہے، ہر نبی صاحبِ وحی تھا، جبکہ ہر رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



صاحب وحی ہونے کے ساتھ صاحب شریعت بھی تھا، انبیاء ورسل سب ہی انسانیت کے برگزیدہ اور صالح ترین افراد تھے، جن کو اللہ کریم نے وحی کے لیے خاص کیا نزول وحی کے بعد ان کی حیثیت عام بشر سے افضل البشر ہوگئی، نبی کی ہر جہت، ہر حس اور ہر صفت عام بشر سے ممتاز ہوتی ہے۔

نبی کی ولادت کا دن سلامتی والا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ۔ (22)

(ترجمہ:) ''اور سلامتی ہو اس پر جس دن وہ پیدا ہوا۔''

ایک اور حوالے سے فرمایا:

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ۔ (23)

(ترجمہ:) ''اور سلامتی ہو مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا۔''

دونوں آیات میں حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے، نبی کے ولادت کے دن پر اس کی امت کے لیے سلامتی کے دروازے کھل جاتے ہیں، یہ آیات صرف ان دو انبیاء کرام ہی کے لیے خاص نہیں سب انبیاء کرام کی ولادت کا دن ان کی قوم کے لیے باعث سلامتی تھا، بلکہ نبی کی ذات ہی اپنی قوم کے لیے دنیا و آخرت میں سلامتی کا باعث ہوتی ہے۔

سلامتی کے بعد نبی کی ذات کو بابرکت فرمایا، ارشاد ہوتا ہے:

وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ۔ (24)

(ترجمہ:) ''اور اس نے مجھے برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں۔''

یہ بیان حضرت عیسیٰ کا ہے لیکن عقیدہ رسالت و نبوت کے حوالے سے ایک اصول دے دیا ہے، کہ اللہ کریم نے انبیاء کرام کی ولادت کو بابرکت بنایا ہے، ''أين

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ما کنت" سے زمان ومکان کی حد ختم ہوگئی، اس میں ہر زمان اور ہر مکان آ گیا، یعنی عالم ارواح، شکم مادر، عالم دنیا، عالم برزخ اور عالم آخرت نبی کی ذات ہر مقام پر برکت والی اور ہر برکت وخیر ہونے کی وجہ ہے۔

سلامتی، برکت کے بعد ایک خاص وصف اور مقام ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو عزت، وجاہت اور رتبہ نبی کا اللہ کی بارگاہ میں ہوتا ہے وہ کسی اور کا نہیں، ارشاد ہوتا ہے:

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيهًا۔ (25)

(ترجمہ:) ''اور وہ اللہ کی بارگاہ میں وجاہت والے ہیں۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ (26)

(ترجمہ:) ''اور عزت اللہ کے لیے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے اور اہل ایمان کے لیے ہے لیکن منافقین اس (حقیقت) کو نہیں جانتے۔''

عزت دینے والی ذات اللہ کی ہے اور اس نے اپنے رسولوں کو عزت والا بنایا ہے، پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تتبع میں اہل ایمان عزت والے ہیں، عام انسان نبی پر ایمان لا کر عزت والے بنتے ہیں، ان کے لیے حصول عزت ووقار ذات رسالت سے وابستگی پر مشروط ہے۔

ان جہات کے علاوہ ایک اور خاص جہت جو نبی کو عطا ہوتی ہے، وہ تسخیر کی قوت جس کو ایک لحاظ سے معجزہ بھی کہا جاتا ہے، تسخیر قلوب کی ہو یا وجود کی، وقت کی ہو یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اشیاء کی، اس خاص وصف سے اللہ کا نبی متصف ہوتا ہے، اور اس کے علاوہ دیگر انبیاء کرام کے حوالے سے بھی کثیر امثال موجود ہیں، نبی کی ذات توحید باری تعالیٰ کی دلیل اعظم ہوتی ہے، اس لیے اپنی دلیل کو اللہ تعالیٰ خاص صلاحیتوں، امتیازات اور اوصاف سے ممتاز کرتا ہے جو عام اذہان کیلیے حیرانی کا باعث ہوتی ہیں، لیکن جو اذہان ذات رسالت پر ایمان لاتے ہیں وہ ان کو نبی کے خواص سمجھتے ہوئے اس بحث میں نہیں الجھتے کہ کیا امر نبی کے لیے ممکن ہے اور کیا نہیں؟ یہ ایک طرح سے ایمان بالغیب کی بھی جہت ہے، وحی کے خواص اور حاملان وحی کے امتیازات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کے حوالے سے ابنیت (Son of God) کی باطل سوچ پیدا ہوئی اور فکر انسانی ظلمتوں کی دلدل میں بھٹکتی رہی، آخری ہدایت ربانی جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت جلوہ گر ہوئی، نے فکر انسانی کی ہر طرح سے رہنمائی فرمائی، عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت اور عقیدہ ملائکہ و آخرت کی الگ الگ جہت، مقام اور پہلو واضح کیے۔

انبیائے کرام کا ایک اور خاص وصف جو ان کو حواس خمسہ کی صورت میں عطا ہوتا ہے، اس کے لیے ایک مثال دی جا رہی ہے، تا کہ اس پہلو کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

دو شیشے کے گلاس سادہ پانی سے بھر لیجئے، ایک میں آپ روح افزاء ڈال دیجئے، تھوڑا سا روح افزاء ڈالنے کے بعد اس گلاس کا پانی اپنے رنگ، ذائقہ، خوشبو اور اثر کے لحاظ سے اس سادہ پانی سے ممتاز ہو جائے گا۔

حاملینِ وحی یعنی انبیائے کرام سارے ہی اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں، لیکن ان کو اللہ کریم نے وحی عطا کی، جس کا مہبط ان کے قلوب تھے، وحی الٰہی یعنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کلام الٰہی کا نزول جب ان کے قلوب پر ہوا تو اس کا اثر ان کے تمام اعضاء، وجود اور حیات پر ہوا۔ اب دیکھئے کہ اللہ کے نبی کی ہر خوبی کس طرح عام فرد کی قوتوں سے فائق و بالا اور ممتاز ہوتی ہیں۔

قوت باصرہ پر غور کریں اللہ کا نبی ملائکہ، جنات اور ان مغیبات کا بچشم خود مشاہدہ کرتا ہے جو عام انسانی آنکھ کے لیے ممکن نہیں اس سے بھی آگے بڑھیں حضور اکرم نے تو معراج کی رات اللہ کریم کا بھی دیدار کیا قرآن نے فرمایا:

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی. (27)

(ترجمہ:) ''اُن کی آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی۔''

پھر زمین پر رہ کر زمین کے اندر بالخصوص اہل قبور کے حالات و واقعات دیکھ لینا یہی نہیں دل کے ارادوں اور اس کی مختلف حالتوں و کیفیتوں کو ملاحظہ کرنا یہ نگاہِ نبوت ہی کا کمال ہوتا ہے۔

قوت سامعہ یعنی سننے کی صلاحیت ایسی رکھنا کہ جانوروں و پرندوں کی بولیوں کی معرفت تو ایک طرف کلام الٰہی کو سننا، ملائکہ کی باتیں سننا، جنات کی سننا، صرف سننا ہی نہیں بلکہ ان کی معرفت حاصل ہونا یہ نبی ہی کی سماعت کا خاصہ ہوتا ہے۔ اس میں پھر فاصلے بھی کوئی معنی نہیں رکھتے مثال کے طور پر قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی سماعت کے حوالے سے ایک مثال دے کر اس حوالے سے کامل رہنمائی عطا کی ہے جب چیونٹیوں کی ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر دیکھ کر جو کہا حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو کافی دور ہی سے سماعت کر لیا اس کو سن کر مسکرائے۔ (28)

قوت باصرہ و سامعہ کے بعد قوت ناطقہ کو دیکھ لیجئے حضرت سیدنا ابراہیم جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب لوگوں کو حج کے لیے بلاؤ تو لوگ آپ کے پاس ہر ممکن طریقے سے چلے آئیں گے۔(29)

حضرت ابرہیم کی وہ آواز نہ صرف پوری کائنات میں موجود انسانوں نے سماعت کی بلکہ قیامت تک آنے والے ان لوگوں نے جنہوں نے حج کرنا تھا اپنے اپنے مستقر میں اس آواز پر لبیک کہا۔

یہ تو انسانوں کو صدا دینا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں، درختوں اور پہاڑوں سے کلام کیا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز کو نہ صرف سنا بلکہ حکم بھی بجالائے یہ زبان رسالت کی تاثیر کی ایک جہت ہے ذرا دوسری جہت بھی دیکھ لیجئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لعاب دہن کو حضرت ابوبکر صدیق کے جسم کے اس مقام پر لگایا جہاں سانپ نے ڈنک مارا تھا تو وہ درست ہو گیا حضرت علی کی دکھتی آنکھوں پر لگایا تو وہ درست ہو گئیں، کھاری کنویں میں ڈالا تو وہ شیریں ہو گیا اس طرح کے واقعات کثرت سے کتب سیرت میں موجود ہیں۔

ایسے ہی قوت لامسہ کو دیکھ لیجئے قرآن نے واضح کیا کہ حضرت عیسیٰ کوڑھ اور برص والے کو مس کرتے تو وہ شفایاب ہو جاتا تھا، نبی اکرم کے کنکریاں پھینکنے کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى۔(30)

(ترجمہ:)''اور آپ نے جو کنکریاں پھینکیں تو فی الحقیقت وہ اللہ نے پھینکیں۔''

علامہ ابن ہشام ہجرتِ نبوی کے متعلق لکھتے ہیں:

فأخذ حفنة من تراب في يده. وأخذ الله تعالى على أبصارهم عنه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فلا یرونہ فجعل ینثر ذلک التراب علی رؤوسھم۔ (31)

(ترجمہ:)"رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں مٹی لی اور اُن کے سروں پر پھینکی، اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اُن کفار کے دیکھنے سے بچا لیا اور وہ آپ کو نہ دیکھ سکے۔"

صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک پر صحابہ کرام سے بیعت لی تو اللہ نے اس کو اپنا ہاتھ ہی فرمایا:

یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ أَیْدِیْھِمْ۔ (32)

(ترجمہ:)"اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے"

مسجد نبوی میں منبر بننے سے قبل نبی پاک ﷺ ایک عصا پکڑ کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جس کو ستون حنانہ کہا جاتا ہے آپ ﷺ کے دست اقدس کی بدولت اس میں حیات پیدا ہو گئی تھی۔ (33)

ایسے ہی چند موقعوں پر نبی پاک ﷺ کے صحابہ کرام اور نو مسلموں کے سینوں پر دست پھیرنے سے ان کی قلبی کیفیات تبدیل ہو گئیں۔

اس طرح کے اور بھی واقعات کتب سیرت میں موجود ہیں۔

قوت باصرہ، سامعہ، ناطقہ اور لامسہ کے بعد قوت شامہ کی بھی ایک علیحدہ شان ہوتی ہے۔

مصر سے ایک قمیص چلی تھی کنعان کی طرف جس کو حضرت یوسف نے بھیجا تھا اپنے بھائیوں کے ہاتھ کہ اس کو میرے والد گرامی حضرت یعقوب کی آنکھوں پر ڈال دینا ان کی کمزور بینائی درست ہو جائے گی۔ (34)

اِدھر قمیص چلی اور اُدھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ کو یوسف کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خوشبو آ رہی ہے۔[35]

یہی نبی کی قوت شامہ ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے واضح ہوا کہ نبی اپنی ذات، صفات، حواس، افعال، اوصاف اور کمالات کے لحاظ سے بے مثل ہوتا ہے، پھر نبیوں میں رسول اور رسولوں میں اولوالعزم رسول اور پھر ان میں وہ ذاتِ اَقدس جو ہر لحاظ، ہر جہت اور ہر پہلو سے منفرد ہے جس کو اللہ کریم نے رحمت للعالمین اور خاتم النبیین بنایا ہے، وہ ہر پہلو ہر جہت ہر کمال کے لحاظ سے تمام اَوّلین و آخرین میں افضل اعلیٰ اور فائق ہے۔

❖❖❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# مصادر ومراجع


(1) محمد بن مکرم، ابوالفضل، لسان العرب، دارصادر بیروت، 1414ھ، ج1، ص:279

(2) جوہری، ابونصر اسمعیل بن حماد، الصحاح، دارالعلم للملایین، بیروت۔ لبنان۔ مطبوع: ۱۹۸۷ء۔ ص ۶۷۳

(3) فراہیدی، ابو عبد الرحمن الخلیل بن احمد، کتاب العین، دار ومکتبۃ الہلال، بیروت۔ (س۔ن) ج ۳، ص ۳۲۰

(4) النجم، ۵۳: ۳-۴

(5) سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، مقدمہ تفسیر، فرید بک سٹال، لاہور، 1999ء۔ ج ۱، ص ۴۵

(6) ایضا

(7) سالمی، عبد الشکور، التمیز فی بیان التوحید، مطبع فاروقی، دہلی، انڈیا۔ ۱۳۰۹ھ۔ ص68-69

(8) رازی، فخر الدین، المباحث المشرقیۃ فی علم الالہیات والطبیعات۔ ج ۲، ص ۵۲۳

(9) التین، ۹۵: ۴

(10) جاثیہ، ۴۵: ۵

(11) تبیان القرآن، ج ۱۰، ص790-791

(12) جرجانی، میر سید شریف، کتاب التعریفات، دار الفکر، بیروت، لبنان۔ ص 108-109


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(13) زبیدی، تاج العروس، ج ۸، ص 25-26

(14) القدر، 1-2

(15) الانعام، 103:6

(16) رومی، جلال الدین، مترجم: قاضی سجاد حسین، مثنوی مولوی معنوی، اسلامی کتب خانہ، لاہور۔ (س۔ن)۔

(17) الاسراء، 85:17

(18) النجم، 10:53

(19) القصص، 30

(20) تبیان القرآن، ج ۸، 568

(21) غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، المنقذ من الضلال، دار الکتب الحدیثہ، مصر۔ (س۔ن)۔ ص 182

(22) مریم، 15:19

(23) مریم، 33:19

(24) مریم، 31:19

(25) الاحزاب، 69:33

(26) المنافقون، 8:63

(27) النجم، 17:53

(28) النمل، 19:27

(29) الحج، 27:22

(30) الانفال، 17:8

(31) ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ، دار الجیل، بیروت، لبنان۔ مطبوع:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۴۱۱ھ۔ ج ۳، ص ۸۔

(32) الفتح، 10:48

(33) بخاری، الصحیح، ج ۲، ص ۸۳۷، رقم: 1939

(34) یوسف، 93:12

(35) ایضاً

❖❖❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# (2) عقیدہ و ایمان

- ایمان کی تعریف
- ایمان کی اساس
- ایمان کی مضبوطی و استحکام
- نقص ایمان کی وجوہات
- ایمان کے تقاضے
- ایمان کے اثرات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انسانی زندگی میں سے اگر عقیدہ وایمان کو نکال دیا جائے تو زندگی تو شائد رہے مگر زندگی کا کوئی مقصد، منزل اور نصب العین نظر نہیں آئے گا، قوموں کی زندگی میں ان کا عقیدہ ہی ان کے مقاصد حیات اور منزل کی خبر دیتا ہے، پھر مقاصد حیات اور منزل حیات کی جانچ پرکھ بھی ان کے نظریات سے ہوتی ہے جس کی اساس ان کا کوئی خاص عقیدہ ہوتا ہے واضح ہوا کہ پوری حیات میں ہر ایک کا کوئی خاص نقطہ ومرکز ہوتا ہے، جو ان کا محور ہوتا ہے، اور اس کے پیچھے ان کا عقیدہ ہی کارفرما ہوتا ہے، انسانی عقیدہ کے عناصر میں تاریخی روایات، خاندانی پس منظر، معاشرتی رسم ورواج کا ہونا بعید از قیاس نہیں، انسان نے جب زرعی عہد سے صنعتی عہد میں قدم رکھا تو زندگی کے حقائق کو پرکھنے کا معیار بھی کافی حد تک میکانکی ہوا، کیونکہ اب وہ فطری ماحول ورنگ سے ذرا آگے آچکا تھا، اس لیے واقعات، تعلقات، حادثات اور معاملات کے حوالے سے بھی اس کے سوچنے کے انداز بدلے جس کا براہِ راست اثر معاشرے پر ہوا، ایمانیات کو مادی حوالوں سے پرکھنے کی کوشش کی گئی۔ جبکہ روحانیات کے پہلوؤں کو یکسر نہیں، تو کافی حد تک نظر انداز کر دیا گیا، یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ایمانیات کے صرف اسی پہلو کو زیر بحث لایا گیا، جو عقل میں آسکتا تھا، جو پہلو سمجھ نہ آیا اس کو خلاف عقل کہہ کر مسترد کرنے کی کوشش کی گئی۔ جس کی وجہ سے انسانیت کو بڑے تکلیف دہ مراحل سے بھی گزرنا پڑا، انسانوں کی اس فکری ابتری کا علاج آغاز ہی میں حکیمِ مطلق نے کر دیا تھا، جب اُس نے سلسلہ نبوت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے کی، پھر ان سے ایک خاص تعلق وحی کی صورت میں قائم کیا اور ہر عہد اور زمانے میں انبیاء کرام سے وحی کی صورت میں انسانیت کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہدایات عطا کیں، تاکہ فکر انسانی زوال سے محفوظ رہے، وہ ہستیاں جن کو خالق نے چنا ان کو نبی و رسول کہہ کر یاد کیا گیا، حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم ﷺ تک یہ سلسلہ چلا، حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک ان خاص برگزیدہ ہستیوں کا ایک مخصوص وقت اور دائرہ کار متعین تھا اور فکر انسانی کو ان ذوات (Personalities) سے جڑنے کی تلقین ہوئی، تاکہ انسانی زندگی رضائے الٰہی کے مطابق ہو جائے حیات انسانی کو سنوارنے کے لیے انبیائے کرام نے جس پہلو، جس انداز، جس منہج، یا جہت پر کام کیا ان تمام کو اکمل و جامع صورت میں نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ نے پیش کیا، تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قوم کے محاسبہ اعمال سے قبل ان کے باطل عقائد کا محاسبہ کرتے رہے کیونکہ ان کا اولین مقصد عقائد کی اصلاح ہوتا تھا، عقیدہ یا ایمان جب درست ہوگا تو اعمال بھی یقیناً درست ہو جائیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے تبلیغ کی ابتداء ہی میں اہل مکہ کی اعتقادی خرابیوں کی نشاندہی کی اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ جمالِ سیرت کی فکری حوالے سے جو پہلی ضوء (Light) انسانیت پر پڑی وہ عقیدہ و ایمان ہی کے حوالے سے تھی، اس موضوع پر تفصیل سے پہلے ضروری ہے کہ جانا جائے ایمان کسے کہتے ہیں؟ اور عقیدہ کیا ہوتا ہے۔

## ایمان کی تعریف

ایمان لفظ ''امن'' سے بنا ہے اس کی تعریف کرتے ہوئے علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

الْأَمَانُ وَالْأَمَانَةُ بِمَعْنًى. وَقَدْ أَمِنْتُ فَأَنَا آمِنٌ. وَآمَنْتُ غَيْرِي مِنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الأَمن والأمان، والأمنُ: ضدُّ الخَوفِ. والأَمانةُ: ضدُّ الخِيانة.
والإِيمانُ: ضدُّ الكُفرِ. والإِيمان: بِمَعْنَى التَّصدِيقِ، ضدُّه التَّكْذِيبُ. (۱)

(ترجمہ:) ''ایمان کا مطلب ہے اَمن میں ہونا، اس کی ضد خوف ہے۔ اسی سے اَمانت بنا ہے جس کی ضد خیانت ہے۔ ایمان کی ضد کفر ہے اور اس کا معنی تصدیق ہے اور اس کی ضد تکذیب ہے۔''

ایمان کی اس تعریف سے واضح ہوا کہ ایمان والا یعنی مومن قوت ایمانی کی بدولت بے خوف ہو جاتا ہے کیونکہ اب اس کے قلب وفکر میں ایسی ہستی کا خوف راسخ ہوتا ہے جو سب سے بالا و برتر ہے، ایک ہستی کا خوف باقی سب سے بے خوف کرتا ہے، یہ تصور طبیعت ومزاج کو اطمینان وتسکین بھی عطا کرتا ہے جو کہ اہل ایمان کا شیوہ ہے ایمان کا دوسرا پہلو تصدیق بالقلب ہے یعنی اس حقیقت کا صرف اقرار ہی نہ ہو بلکہ قلب اس کو تسلیم کرنے کے ساتھ اس کی تصدیق پر قائم ہو۔''

اسی طرح کا مفہوم E.W Lexicom نے Arabic English ڈکشنری میں تحریر کیا ہے لکھا ہے کہ:

"Used as a simple subst,belief,particularly in God and in his word and apostle:faith trust,or comfidence". (2)

اس تعریف سے بھی ایمان کی یہی تعریف واضح ہو رہی ہے کہ یقین، اعتماد وغیرہ۔

ایمان کے ساتھ ایک اور بھی جملہ جو بطور اصطلاح استعمال ہوتا ہے وہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عقیدہ، اس کو بھی اگر لغت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس کا مادہ ''عقد'' ہے جس کا معنی ہے گرہ لگانا۔

گرہ لگانا، گانٹھ دینا، یہ عمل اس وقت ہوتا ہے جب کسی شے کو باندھا جاتا ہے گرہ لگانے کا عمل اگر کمزور ہوگا تو وہ کھل جائے گی اگر مضبوطی سے گرہ لگائی جائے گی تو وہ نہیں کھلے گی۔ لفظ عقیدہ کے لغوی معنیٰ مضبوط گرہ لگانے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

اس تعریف سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عقیدہ اس قلبی گرہ کا نام ہے جو بندے کی اس کے خالق کے ساتھ تعلق کو قوت واستحکام عطا کرتی ہے، عقیدہ وایمان ایک انسان کے تصدیق بالقلب اور فکری پختگی کا نام ہے قرآن کریم میں ''امنوا'' کی تکرار اس بات کی دلیل ہے کہ ایک انسان سب سے پہلے اپنی ایمانی حالت کو درست کرے اور پھر ''أوفوا بالعقود'' (اپنے عقود کو پورا کرو) فرما کر ان عقائد کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کی ہے۔

عقیدہ وایمان اصل ہے اعمال اس کی فرع ہیں، عقیدہ وایمان بیج ہے اعمال اس کے برگ وبار ہیں، عقیدہ وایمان روح ہے اعمال اس کا جسم ہے، اس لیے بخشش ومغفرت کا دار و مدار عقیدہ و ایمان کو فرمایا گیا جبکہ اعمال مراتب ودرجات کی ترقی کا سبب ہیں، قبر، جو عالم برزخ کی پہلی منزل ہے وہاں جو سوال ہوں گے ان کا تعلق عقیدہ وایمان ہی سے ہے، پھر آخرت میں اس عقیدہ کے تتبع میں کیے جانے والے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔

اعمال جتنے بھی خوبصورت وخوشنما نظر آئیں جب تک اس کے پیچھے درست عقیدہ وایمان نہ ہوں گا وہ سراب ہی ہوگا اور وقت کا ضیاع ہے شائد ایسے عمل کے وقتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کچھ فوائد ہوں لیکن حقیقی ودائمی ثمرات درست عقیدہ وایمان کے ساتھ کیے جانے والے اعمال پر حاصل ہوں گے۔

## ایمان کیا ہے؟

مذکورہ بالا ایمان کی تعریفات لغت کے مطابق پیش کی گئیں ہیں اب نبی اکرم ﷺ نے ایمان کی جو تعریف فرمائی ہے وہ پیش کی جارہی ہے:

مشہور حدیث جبریل جس کے مطابق جب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ "ما الایمان" ایمان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

قَالَ: الإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلاَئِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَبِلِقَائِهِ، وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ۔ (3)

(ترجمہ:) "آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی نازل کی گئی کتب پر اللہ سے ملاقات پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لاؤ۔"

ایمان کے حوالے سے یہ بڑی جامع حدیث ہے جو بخاری کے علاوہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ میں بھی موجود ہے۔ (4) اس طرح یہ حدیث پوری صحاح ستہ (حدیث کی جو صحیح کتب) میں موجود ہے، صحاح ستہ کے علاوہ یہ حدیث مصنف ابی شیبہ، سنن دارمی مسند احمد، مسند ابویعلیٰ، صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں بھی موجود ہے۔

اتنی وضاحت دینے کا مقصد یہ ہے کہ ایمان ایک اصطلاح ہے اور یہ عربی کی اصطلاح ہے لیکن صرف اس کی لغوی تعریف کے مطابق ایک ایسی فکر بھی معاشرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں ہے جو یہ کہتی ہے کہ دیگر مذاہب کے وہ لوگ جو اپنے مذہبی نظریات میں پکے و پختہ ہیں، وہ بھی ''مومن'' ہیں، ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ زبان و بیان کا یہ اصول ہے کہ جو اصطلاح جس زبان کی ہوتی ہے اس زبان کے ائمہ لغت اس کی لغوی تعریف کرتے ہیں، بلکہ اس کی اصطلاحی تعریف بھی وضاحت سے بیان کرتے ہیں کیونکہ ہر اصطلاح کے پیچھے اس کا ایک مخصوص فلسفہ وتہذیب ہوتے ہیں۔ ائمہ لغت نے آج تک ''ایمان'' کی کوئی ایسی تعریف نہیں کی ہے کہ جس کے مطابق غیر مسلم کو بھی کسی خاص وجہ سے مومن کہا جا سکتا ہو۔

مخصوص اصطلاح کے پیچھے مخصوص فلسفہ ونظریہ ہوتا ہے ایمان ایک مخصوص اصطلاح ہے اور اس کی ایک مخصوص تعریف ہے اور وہ تعریف حتمی اور قطعی وہی ہے جو مذکورہ بالا حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے بڑی وضاحت سے بیان فرما دیا ہے کہ ایمان میں پانچ باتیں ہیں جو یہ ہیں:

(1) اللہ پر ایمان: اس کو ہر لحاظ سے ایک ماننا اور اس سے ملنے پر یقین رکھنا۔

(2) فرشتوں پر ایمان: وہ اللہ کی نوری مخلوق ہیں جیسے ان کو اللہ نے بنایا ہے ویسے ہی ان پر ایمان لانا۔

(3) رسولوں پر ایمان: اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء پر ایمان لانا کسی ایک کا بھی انکار نہ کرنا اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کو آخری نبی تسلیم کر کے ان کی غیر مشروط اتباع کرنا۔

(4) آسمانی کتابوں پر ایمان: رسولوں پر نازل کیے گئے صحائف وکتب پر ایمان لانا۔

(۵) آخرت پر ایمان: مر کر دوبارہ جی اٹھنے اور اللہ کی بارگاہ میں اعمال کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جوابدہی پر ایمان لانا۔

اب وہی انسان مومن تسلیم کیا جائے گا جو ان پانچ امور کا نہ صرف زبان سے اقرار کرے بلکہ اپنے دل میں بھی ان کی تصدیق کرے۔ اقرار کرنے سے اس کا ظاہری مومن ہونا ثابت ہوگا، اور وہ عندالناس مومن تسلیم ہوگا۔ تصدیق بالقلب سے اس کا باطناً مومن ہونا بھی عنداللہ ثابت ہو جائے گا۔

## ایمان کی اساس

ایمان کی اساس عقائد ہیں جیسا کہ گذشتہ حدیث کے حوالہ میں بیان کیا گیا ہے عقائد کی اساس عقیدہ توحید ہے یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ توحید کا ایقان حاصل کرنے کے لیے کس کو بنیاد بنایا جائے؟

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و حواس سے نوازا ہے عقل و حواس معاملات زندگی میں معاون تو ہیں لیکن ان میں حقیقی و قطعی فیصلہ کرنے کی صلاحیت موجود نہیں اگر توحید کی اساس یعنی اللہ کی ذات کی معرفت عقل و حواس کے ذریعے کوئی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو پھر اس کا خدا خود اس کا اپنا گھڑا ہوا یعنی (Self Made) ہوگا، اور اگر عرفان الٰہی کی اساس وحی پر ہوگی، تو وحی ہی عقیدہ توحید کی قطعی و بنیادی دلیل ہوگی وحی کو تسلیم کرنا عقیدہ رسالت کہلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے۔

ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُوراً مُّبِيناً۔ (5)

(ترجمہ:) "اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دلیل آ گئی اور ہم نے نازل کیا تمہاری طرف نور مبین۔“

اس آیت میں مخاطب صرف اہل ایمان نہیں بلکہ تمام کائنات کے انسان مخاطب ہیں کہ تم جو ذات باری پر دلیل چاہتے ہو وہ تمہارے پاس آ چکی ہے، یہ وہ روشن دلیل ہے کہ اب اس دلیل کے ہوتے ہوئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ۔ (6)

(ترجمہ:)”بے شک میں اللہ ہی جہانوں کا رب ہوں۔“

یہ اللہ کا دعویٰ ہے کہ وہ جہانوں کا رب ہے، اللہ کے اس دعویٰ کا اعلان اس روشن دلیل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کروایا گیا ہوا۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ۔ (7)

(ترجمہ:)”(اے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے۔“

معلوم ہوا توحید کے حوالے سے وہی عقیدہ قابل قبول ہوگا جس کا اظہار زبان رسالت سے ہوگا، جب مکہ مکرمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا کہ:

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (1) قُمْ فَأَنذِرْ (2) وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ (8)

(ترجمہ:)”اے بالا پوش! (محبوب) اٹھیے اور ڈرائیے، آپ کا رب سب سے بڑا ہے۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اعلان توحید فرمایا تو اس پر سب سے پہلے جو دلیل پیش کی وہ اپنی ذات بابرکات ہی پیش کی، دیگر دلائل سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، بادل، دریا، سمندر انسانوں کا پیدا ہونا، مر جانا، وغیرہ یہ سب کچھ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخاطبین دیکھتے آ رہے تھے اب ضرورت تھی کہ ایسی روشن دلیل پیش کی جائے کہ جس

www.kitabosunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



کا کوئی معارضہ پیش نہ ہو سکے، آپ نے فرمایا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ. (۹)

(ترجمہ:) ''بے شک میں اس سے قبل اپنی زندگی کا کچھ حصہ تم میں گزار چکا ہوں تو کیا تم عقل نہیں رکھتے۔''

نبی اکرم ﷺ کی ابتدائی دعوت وتبلیغ کے بعد جو لوگ ایمان لائے اور آہستہ آہستہ ایمان کی روشنی مکہ مکرمہ، پورے عرب اور پھر دیگر علاقوں میں پہنچی اس کی بنیاد آپ کی ذات اور سیرت پاک ہی تھی، اولین مومنین جن کو قرآن نے ''السابقون الاولون'' کے نام سے یاد کیا، ان کے ایمان کی اساس کیا تھی؟ قرآن یا کوئی اور غیبی مشاہدہ؟ ان سابقون الاولون کے ایمان کی اساس ذات رسالت ہی بنی، قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ. (۱۰)

(ترجمہ:) ''پہلے سبقت لے جانے والے مہاجرین وانصار میں سے اور جو لوگ بہتر طریقے سے ان کی پیروی کریں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور یہ اللہ کے راضی ہوئے۔''

سابقون الاولون کے سامنے تو قرآن نازل ہو رہا تھا، ان کے ایمان کی اساس سیرت رسول ﷺ تھی جو کچھ ان کو نبی اکرم ﷺ فرما دیتے، وہ اس پر عمل پیرا ہوتے کبھی آپ فرماتے کہ یہ میرا قول وفعل ہے تو وہ اس پر حدیث وسنت رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے عمل کرتے، کبھی آپ فرماتے کہ یہ قرآن ہے تو اس پر وہ قرآن ہونے کی وجہ سے عمل کرتے، لطف کی بات ہے کہ صحابہ کرام قرآن

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



کو قرآن بھی اس لیے سمجھتے تھے کہ یہ رسول اللہ فرما رہے ہوتے ورنہ ان کے پاس اس ذات کریم کے علاوہ قرآن کو قرآن ماننے کی کوئی اور دلیل نہیں تھی۔

ایک فکر یہ ہے کہ قرآنِ کریم نے واضح طور پر یہ اعلان کیا ہے کہ:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ (11)

(ترجمہ:) ”بے شک ایمان والے (مسلمان) یہودی، عیسائی اور صائبین جو بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

اس آیت کو بنیاد بنا کر کچھ متجدد خیال جو اپنے آپ کو سیکولر (Secular) یا لبرلز (Liberals) کہتے ہیں وہ رائے دیتے ہیں کہ جو عیسائیت میں پکا ہے اور اچھے کام کرتا ہے اس کی نجات ہو جائے گی، اس طرح جو یہودیت یا کسی بھی مذہب میں ہے لیکن اچھا انسان ہے وہ صرف اللہ پر ایمان لے آئے اور آخرت پر، تو یہ فکر اس کی نجات کے لیے کافی ہوگی، حضرت محمد مصطفی ﷺ کو اللہ کا رسول اور آخری نبی تسلیم کرنا ضروری نہیں یعنی دوسرے لفظوں میں یہ طبقہ عقیدہ رسالت محمدی اور ختمِ نبوت کا منکر ہے اور جواز کے لیے یہ آیت پیش کرتا ہے، اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”اس آیت سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ نجات کے لیے مسلمان ہونا اور حضرت سیدنا محمد پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے کیوں کہ اس آیت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



میں فرمایا ہے کہ مسلمان، یہودی، عیسائی اور صائبین جو بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لیے آئیں اور نیک کام کریں ان کو آخرت میں خوف اور غم نہیں ہوگا اور موجودہ یہودی اور عیسائی بھی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں لہٰذا ان میں سے جو بھی نیک کام کرنے والے ہیں ان سب کی نجات ہوگی اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ''من امن باللہ'' کا معنی ہے کہ اللہ پر صحیح ایمان لائیں اور اللہ پر ایمان اس وقت صحیح ہوگا جب اللہ تعالیٰ کے ہر قول اور اس کے ہر حکم کو مان لیا جائے اور جب تک سیدنا حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسول اور آپ کو خاتم النبیین ﷺ نہ مان لیا جائے، اللہ پر ایمان نہیں ہوگا، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:''

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ۔ (12)

(ترجمہ:) ''محمد اللہ کے رسول ہیں۔''

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ (13)

(ترجمہ:) ''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے آخر ہیں۔''

''من امن باللہ'' اللہ پر صحیح ایمان اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہ لایا جائے اس کے علاوہ وہ طبقہ جو مذکورہ بالا آیت کو دلیل بنا کر رسالتِ محمدی کا کسی جہت سے بھی منکر ہو اس کی فکری تنزلی کا اس امر سے پتہ لگتا ہے کہ یہ آیت قرآن کی ہے تورات یا بائبل کی نہیں تو قرآن کی آیت کو تسلیم کرنا ہی رسالت محمدی کا تسلیم کرنا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دنیا کے سامنے سب سے پہلے جس ہستی نے اس کتاب مبین کے بارے میں فرمایا کہ ''یہ قرآن ہے'' وہ ہستی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ہے آپ نے خبر دی کہ یہ اللہ کا قرآن، وحی الٰہی ہے اب جب تک آپ ﷺ کی ذات پر یہ یقین نہ ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اس وقت تک ایمان کے اظہار کے حوالے سے ہر دعویٰ باطل ہی ٹھہرے گا، اور اگر کوئی یہ کہے کہ کلام الٰہی کی گواہی غیر نبی بھی دے سکتا ہے تو اس حوالے سے چند امور قابل غور ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صرف یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ کلام الٰہی ہے بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ مجھ پر نازل ہونے والا اللہ کا کلام ہے اور آپ کو اس کے کلام الٰہی ہونے کا جو یقین یعنی ایمان تھا، آپ ہی کا خاصہ ہے کوئی اور ایمان و یقین کی وہ لذت و کیفیت جو آپ کو حاصل تھی اس کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اب جو لوگ بھی قیامت تک قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی گواہی دیں گے وہ گواہی آپ کے تتبع ہی میں ہوگی کیوں کہ آپ ہی کی ذات قرآن کی کلام الٰہی ہونے کی واضح اور بنیادی دلیل ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل بھی ایمان کی اساس ذات نبوت ہی رہی ہے، انبیاء کرام کی ذوات و تعلیمات کے انکار پر ان پر عذاب آنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جنہوں نے انبیاء کرام کو تسلیم نہ کیا پھر زمین پر ان کا وجود باقی نہ رہا اور قدرت کا ان پر ایسا تازیانہ پڑا کہ وہ نیست و نابود ہو گئے معلوم حقائق کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مرسلین پر صحائف اور کتب کا نزول کیا کتب میں تورات، زبور اور انجیل کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے اور صراحتاً ان کو نور، ہدایت فرمایا گیا ہے، تورات پر ایمان رکھنے والے یہودی اور انجیل پر ایمان رکھنے والے مسیحی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



(عیسائی) کہلاتے ہیں، ان دونوں کے لیے قرآن کریم نے اہل کتاب کی اصطلاح استعمال کی ہے اس طرح اب دنیا میں اس وقت اہل کتاب کے تین گروہ ہیں، مسلمان جو قرآن کو کلام الٰہی تسلیم کرتے ہوئے عقائد واعمال کے ضمن میں جو اس نے احکام دیے ہیں اس پر ایمان رکھتے ہیں ساتھ ہی تمام صحائف اور کتب تورات، زبور، انجیل جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں ان پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

یہ اعجاز رسالت محمدی ﷺ کا ہے کہ جو "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے دائرہ میں داخل ہوجاتا ہے وہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہر شے پر ایمان رکھتا ہے، یہود ونصاریٰ اہل کتاب ہونے کی وجہ سے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے نبی (حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ) اور ان پر نازل کردہ کتاب کے پیروکار ہیں اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو یہود ونصاریٰ وحی الٰہی پر یقین رکھتے ہیں اب وحی الٰہی پر مکمل ایمان ویقین اس وقت تک متصور نہیں ہوسکتا جب تک مکمل وحی الٰہی پر ایمان نہ رکھا جائے، وحی الٰہی کے حوالے سے کسی بات پر یقین کرنا اور کسی کا انکار کرنا یہ کسی بھی نبی کی نہ تعلیمات رہی ہیں اور نہ ہی ماقبل کی اور اسلامی شریعت کا کوئی پہلو اس سوچ کی تائید کرتا ہے، یہود ونصاریٰ کی کتب میں صراحتاً نبی آخر الزماں کی آمد کا ذکر ہے جس کو قرآن نے دہرایا ہے، استشہاد کے طور پر کچھ حوالے پیش کیے جارہے ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (15)

(ترجمہ:) "جو اس (عظیم) رسول نبی امی کی پیروی کریں گے جس کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تورات وانجیل میں نبی اکرم کی جلوہ گری کے تذکرے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی زبانی ہی کیے گئے ہیں، یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ موسوی وعیسوی شرائع میں نبی آخرالزماں کا ذکر اوران پر ایمان لانے کا حکم تھا خاص کر ان انبیاء کرام کے وہ پیروکار جو نبی اکرم کی آمد اوراعلان نبوت کے وقت موجود ہوں یا پھر اس کے بعد قیامت تک ان کے لیے لازم ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفی ﷺ پر ایمان لائیں کیوں جو اپنے آپ کو تورات وانجیل کے پیروکار کہتے ہیں، وہ حقیقی معنوں میں اس وقت ہی مطیع ثابت ہوں گے جب وہ حکم مانیں گے چند حوالے موجودہ انجیل کے بھی ملاحظہ ہوں کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کس طرح اپنی امت کو حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے آگاہ کر رہے ہیں اوران پر ایمان لانے اوران کی توصیف کس انداز میں کر رہے ہیں؟

''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا بلکہ ان سے بھی بڑے کام کرے گا، کیونکہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں۔ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔''(16)

مزید ملاحظہ کریں کہ کس طرح بشارت دے رہے ہیں:

''لیکن جب وہ مددگار آئے گا جن کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔''(17)

مزید بائبل کی گواہی پڑھیے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔۔۔۔ الخ''۔ ''لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبر دے گا۔''(18)

یہاں پر ایک سوال اعتراض کی صورت میں سامنے آ سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ پر ایمان رکھنے کے بعد اصحاب کہف کا اہل حق ہونا، قرآن سے ثابت ہے پھر اس طرح نبی اکرم ﷺ کے اولین سفرِ شام میں ایک راہب ہی نے آپ کو دیکھ کر آپ کے آخری نبی ہونے کی گواہی دی، اور ایسے ہی پہلی وحی کے بعد ورقہ بن نوفل نے جن الفاظ سے نبی اکرم ﷺ کی تصدیق کی اس سے ان کا بھی حق پر ہونا ثابت ہے تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ایمان کی اساس صرف حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ہی ذات اقدس ہے؟

اس حوالے سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم ایمان کی بات کر رہے ہیں کہ اس کی اساس ذات نبوت ہے نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل شامی راہب اور ورقہ بن نوفل ان سب کے ایمان کی اساس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات تھی اور ان پر ایمان لانے کا یہ فیض اور ثمر تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ میں علامات دیکھ کر پہچان بھی رہے تھے اور آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اعلان بھی کر رہے تھے، کیا حضرت عیسیٰ اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان زمانہ فترت میں حضرت عیسیٰ پر ایمان رکھنے والے کو کسی اور انسان میں وہ علامات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نظر آئیں؟ جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ میں دیکھیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو نبی آخر الزماں کی علامات بیان فرمائی تھیں وہ سوائے حضور اکرم ﷺ کے کسی اور میں کیسے نظر آ سکتی تھیں، جب حضور ﷺ تشریف لائے تو آپ کو جو اہل کتاب دیکھ رہے تھے اور آپ کے بارے میں ظاہری یا خفیہ طور پر تسلیم کر رہے تھے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔

اب رہی دوسری بات کہ جب حضور ﷺ آ گئے، اب آپ ﷺ سے پہلے انبیاء پر ایمان کس جہت سے ہوگا، اور اس کا کس حوالے سے اعتبار ہوگا، ایمان بالرسالت یعنی عقیدہ رسالت کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ تک جس شخص نے جس نبی کا زمانہ پایا اس پر اس نبی پر ایمان لانا ضروری تھا اس صورت میں وہ مومن کہلائے جانے کا حقدار ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک علاقے میں ایک نبی (مکرم) آیا اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد یعنی ان کے وصال کے بعد دوسرا نبی اللہ تعالیٰ نے وہاں مبعوث کر دیا اور اس نے اعلان کر دیا کہ میں اللہ کا نبی ہوں میری اطاعت کرو تو اب وہاں کے لوگوں کے لیے اس نبی پر ایمان لانا لازم ہو گیا، گذشتہ نبی پر ایمان کا یہ حوالہ معتبر ہوگا کہ اس کو بھی اللہ کا سچا برحق نبی ہی تسلیم کیا جائے گا، اب جب سے کائنات میں نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے ہیں اور جس سال مہینے، دن، لمحے آپ نے اعلان کیا کہ میں اللہ کا نبی ہوں تو اس وقت جو لوگ آپ کا یہ اعلان سن رہے تھے اور جہاں جہاں آپ کا پیغام پہنچتا گیا وہاں کے رہنے بسنے والوں کے لیے گذشتہ انبیاء کرام کے احکام و شریعتیں منسوخ ہو گئیں، اب اس کے لیے ان انبیاء کرام کو صرف اللہ کا سچا اور برحق نبی تسلیم کرنا ہی ضروری ہے احکام شریعت میں وہ نبی اکرم ﷺ کا پابند ہوگا، آپ ﷺ کے تشریف لانے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے بعد آج تک اور آج سے قیامت تک کائنات کا ہر وہ شخص جو مومن بننا چاہتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اور خاتم النبیین ہونے کا نہ صرف اعلان کرے بلکہ احکام و شریعت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع اس پر واجب ہے جو ایسا نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں اس امر کا اعلان خود خالق کائنات نے قرآن مجید میں کیا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ. (19)

(ترجمہ:) ''اور (اے رسول مکرم) یاد کیجیے جب اللہ نے تمام انبیاء (کرام) سے پختہ وعدہ لیا کہ میں تمہیں جو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ (عظیم) رسول آجائیں جو اس چیز کی تصدیق کرنے والے ہوں جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ایمان لانا (ان پر) اور ضرور ان کی مدد کرنا۔''

مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے لے کے حضرت عیسیٰ تک تمام انبیاء علیہم السلام سے عالم ارواح میں یا بعثت کے بعد بذریعہ وحی یہ میثاق اور پختہ عہد لیا تھا کہ ہر نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرے گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور مدد کرے گا، اللہ تعالیٰ نے یہ عہد لینے کے بعد اس کی تاکید کے لیے ان سے صراحتاً اقرار کرایا پھر اس کی مزید تاکید کے لیے فرمایا تم سب اس پر گواہ رہنا اور میں گواہوں میں سے ہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پھر اس کے بعد فرمایا ''پھر اس کے بعد جو عہد سے پھر او ہی لوگ نافرمان ہیں'' اکثر مفسرین نے کہا کہ یہ کلام انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی طرف متوجہ ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرنے کے بعد اس عہد سے پھرنا انبیاء علیہم السلام سے متصور نہیں اور چونکہ ہر نبی نے اپنی اپنی امت سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر اس امت کے زمانہ میں وہ نبی مبعوث ہو جائیں تو پھر ان پر لازم ہوگا کہ وہ اس نبی امی پر ایمان لے آئیں جس نبی کی امت نے بھی اس عہد سے روگردانی کی وہ فاسق اور نافرمان ہوگی۔''(20)

اب جب کہ یہ امر واضح ہو گیا کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ پر لازم تھا کہ وہ حضور اکرم ﷺ پر ایمان لائیں تو جس شے یا معاملہ میں جو ایمان نبی کا ہو وہی امتی کا ہونا لازمی ہے ورنہ اس کا اپنے نبی پر ایمان باطل متصور ہوگا حکم الٰہی کے مطابق جب تمام انبیاء کرام نے حضور اکرم ﷺ کی رسالت کا نہ صرف اقرار کیا بلکہ ایمان بھی لائے تو اب موجودہ اہل کتاب یہودی وعیسائی اپنے نبیوں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو اگر اللہ کا سچا نبی تسلیم کرتے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ پر ایمان لائیں اور ان کی پیروی کریں کیونکہ ایمان کا تقاضا اطاعت و پیروی ہی ہے (جیسا کہ خود نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جابر سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک (حضرت) موسیٰ علیہ السلام اگر تمہارے سامنے زندہ ہوتے تو میری اتباع کرنے کے سوا ان کے لیے کوئی چارہ نہ تھا۔)(21)

یہ تو انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے لیے حکم تھا جس کا ایک خاص انداز سے ذکر کیا گیا اب عمومی طور پر حکم الٰہی ہے کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔ (22)

(ترجمہ:) ''تو (اے رسول مکرم) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ (ہر) معاملے میں آپ کو حاکم نہ تسلیم کریں۔''

اس آیت میں اللہ کریم نے اپنی قسم اٹھائی کہ صرف مومن وہ ہوگا جو حضرت محمد مصطفی ﷺ کو اللہ کا آخری رسول تسلیم کرتے ہوئے اپنی پوری حیات کے ہر معاملہ میں ان کو غیر مشروط طور پر حاکم تسلیم کرے وجود انسانی پر، فکر انسانی پر، عقلِ انسانی پر، عمل انسانی پر اگر کسی ذات کا حکم چلے گا، تو وہ ذات صرف انسان کامل حضور اکرم ﷺ کی ہے اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کسی اور انسان کے حکم پر عمل کا اگر موقع آجائے تو اس کو حضور اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق دیکھا جائے گا، اگر تو اس کے موافق ہوا تو نافذ ہوگا اگر نہیں تو رد ہوگا۔

ایمان کے تناظر میں اس آیت نے ایک اور عقدہ حل کر دیا کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس عہدہ و مرتبہ کے اعتبار سے اور ہر لحاظ سے ہمہ جہت ہے لیکن آپ کا سب بڑا مرتبہ یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ہیں، اور آپ ﷺ کی یہ حیثیت و مقام آپ ﷺ کے تمام انسانیت پر فائق ہونے کی واضح دلیل ہے، اب اگر کوئی بندہ کسی حکمران، بزرگ، استاد، کوئی بڑا زمیندار، چودھری، وڈیرا کوئی بھی بڑی سے بڑی شخصیت والے شخص کی کسی طرح بھی حکم عدولی کرے گا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا، ایمان میں نقص اس وقت سامنے آئے گا جب ذات رسالت مآب کے کسی حکم کا انکار کیا جائے گا۔

اس سے اس فکر کا بھی بطلان ہوگیا، جو نبی اکرم ﷺ کے ادب کو جدا لے ست

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



اس بات کی قائل ہے کہ آپ کی عزت بڑے بھائی کی طرح کی جائے یا نبی کی حیثیت کسی گاؤں کے چودھری، وڈیرے کی طرح ہیں یا آپ قاصد کی طرح ہیں یہ تمام اوراس طرح کے تمام جملے ہر لحاظ سے باطل اور کہنے والوں کے کمزور ایمان کی دلیل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے بارے میں ایمان کے حوالے سے واضح فرمایا کہ:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ۔ (23)

''محمد اللہ کے رسول ہیں۔''

کوئی شخص آپ کو رسول تسلیم کیے بغیر مومن نہیں ہوسکتا، مومن جب ہی عنداللہ اورعندالناس مومن متصور ہوگا جب آپ ﷺ کی شان نبوت ورسالت کو تسلیم کرنے کے ساتھ اس کا اعلان بھی کرے پھر زندگی کے ہر معاملے میں آپ کو حاکم ورہبر تسلیم کرے کیونکہ صرف حکمراں، معلم، یا سپہ سالار ہی اگر کوئی آپ کو تسلیم کرے تو ان میں ہر ایک کے احترام اوراطاعت کی ایک حد ہے لیکن نبی اکرم ﷺ احترام واطاعت سب سے زیادہ ہے، زندگی کے کسی بھی لمحہ، موقع یا مقام پر جو بھی کوئی ان کے دائرہ اتباع سے نکلے گا انکار کرتے ہوئے وہ مومن نہیں رہے گا، اس لیے ایمان کی اساس یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا سچا، برحق اور آخری نبی تسلیم کیا جائے اور پھر آپ کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کردیا جائے۔

مشہور مستشرق (Orientalist) منٹگمری ولیم واٹ (Montgomery William Watt) نبی اکرم ﷺ پر ایمان کے حوالے سے لکھتا ہے:

''میں سمجھتا ہوں کہ محمد ایک سچے پیغمبر تھے اورعیسائیت کے اس اصول کے تحت کہ ''تم انہیں ان کے ثمرات سے پہچانو گے'' میرا یہ خیال ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہم عیسائیوں کو محمد کی نبوت تسلیم کر لینی چاہیے۔"(24)

یہاں ایک اہم پہلو ذہن نشین رہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کو اب حقیقت پسند دماغ جس مذہب جس قوم سے بھی تعلق رکھنے والے ہیں تسلیم کر رہے ہیں لیکن اگر کوئی عیسائی، یہودی، سکھ، ہندو یہ کہنے کہ باوجود بھی جو ہے وہی رہے تو وہ ہرگز مومن نہیں ہوگا، کیونکہ ان کا یہ کہنا صرف تاریخی اور علمی طور پر ایک حقیقت کو تسلیم کرنا ہے جبکہ ایمان بالرسالت یہ ہے کہ آپ کو آخری نبی تسلیم کرے اور آپ ﷺ سے منسلک ہو کر آپ کی اطاعت واتباع کرنا اور پوری کائنات سے بڑھ کر آپ ﷺ کو محبوب ومحترم جاننے کا نام ہی ایمان ہے۔

## ایمان کی مضبوطی واستحکام

ایمان اس قوت کا نام ہے جو مومن کے ہر عمل خیر کی اساس ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: والیقین قوتی "یقین یعنی ایمان میری قوت وتوانائی ہے۔"

ہر انسان کو دو طرح کی صلاحیتیں پیدائشی طور پر ودیعت کی گئی ہیں، ایک ہے خیر کی صلاحیت اور دوسری ہے شر کی صلاحیت، قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا۔ (25)

(ترجمہ:) "پس ہم نے اس (انسان) کو ودیعت کر دی ہے بدی اور تقوی کی صلاحیت۔"

اب ایک انسان جس وقت جس قوت وصلاحیت سے کام لے رہا ہوگا تو ایک غالب ہوگی دوسری مغلوب مثلاً اگر اس کی ذات سے خیر کا ظہور ہوگا تو شر کی جہت مغلوب ہوگی، جب ذات پر غلبہ خیر کا ہوگا تو پھر اس کے اثرات، عقل اور عمل وجوارح سے بھی نظر آئیں گے جس کا نتیجہ بھی خیر اور مثبت ہی ہوگا اور اس کی بنیاد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایمان ہے اور اگر شر غالب ہوگا تو خیر کی جہت مغلوب ہوگی اور ذات کے فکر و اعمال، نظریہ و خیال کی شرارتوں کے اثرات ظاہر ہوں گے اس لیے قرآن نے حکم دیا ہے کہ:

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا۔ (26)

(ترجمہ:) ''بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے (ایمان کی قوت کی) نشو و نما کی اور وہ ناکام ہوا جس نے اس (قوت) کو دبایا۔''

اس لیے ایمان کا تقاضائے اول یہی ہے کہ اس جوہر کی حفاظت کے ساتھ اس کو توانا کیا جائے اس کو استحکام عطا کیا جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ اس صلاحیت کو ہی غالب رکھا جائے جس کا ربط حالت ایمانی سے ہے اور وہ خیر ہے۔ اور اس صلاحیت سے بچنے کی کماحقہ کوشش کی جائے جو کفر و ظلمت سے وابستہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے پہلے قرآن کے ذریعے اس حقیقت کو منکشف کیا کہ ایمان کی بڑھوتری و نشوونما ممکن ہے۔

جن سے ایمان توانا ہوتا ہے اور مومن یقین و استقامت کا کوہِ گراں نظر آتا ہے، وہ حسب ذیل ہیں؛

1۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَاناً۔ (27)

(ترجمہ:) ''اور جب ان (ایمان والوں) پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کرتی ہیں۔''

2۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَاناً وَتَسْلِيماً۔ (28)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(ترجمہ:)''اور جب مومنوں نے (کافروں کے) لشکر دیکھے (تو) کہنے لگے: یہ ہے وہ جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس سے ان کا ایمان اور (جذبہ) اطاعت زیادہ ہی ہوا۔''

3۔ تیسری جگہ ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِيٓ أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوٓا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ ۔ (29)

(ترجمہ:)''وہی ذات ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تاکہ ان کے ایمان میں اور ایمان کی زیادتی ہو۔''

مذکورہ بالا تین آیات میں قرآن، جہاد اور سکونِ قلب کا نزول، تینوں کو ایمان میں مضبوطی، بڑھوتری ونشوونما کہا گیا ہے۔

ان میں بنیاد قرآن ہے تمسک بالقرآن کے بعد ایک مومن ہر نیک معاملہ میں اپنی تمام ظاہری وباطنی قوتوں کے مطابق کوشش کرے گا اس کا نتیجہ سکینہ یعنی اطمینان کی صورت ہی میں سامنے آئے گا اور اس کے قلب، فکر اور روح کو حاصل ہوگا کہ اس کا اثر اس کے چہرے اور جوارح سے نظر آئے گا اور یہ امور اس کے تقویت ایمان اور یقین کامل کا باعث بن کر اس کو عام مومنین سے ممتاز کر دیں گے ایسی حالت میں اس کی صفت شر یا فجور مغلوب ہی رہے گی تو وہ وجہ جس سے اعمال بد سرزد ہوتے ہیں اس کی مغلوبیت کے سبب وجود مومن سے شر کا ظہور نہ ہونے کے برابر ہوگا اور وہ خیر کا پیکر بن جائے گا اس لیے نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ ان پہلوؤں کا ذکر کثرت سے کرتے جن کا تعلق ایمان سے ہے اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ مکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مکرمہ کے تیرہ سالہ دور میں آپ ﷺ نے ایمانی پہلوؤں ہی کا تذکرہ فرمایا جبکہ مدینہ منورہ کے دس سالہ دور میں احکام شریعت کے ساتھ بھی ایمانی پہلوؤں کا ذکر خیر فرماتے رہے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً. وَالحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيمَانِ. (30)

(ترجمہ:) ''ایمان کی ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی شاخ ہے۔''

اس حدیث میں عدد ساٹھ کثرت کے معنیٰ دے رہا ہے کیونکہ دیگر روایات میں ستر سے زیادہ کا بھی فرمایا گیا ہے، عدد جتنا بھی ہو اس سے مکمل ابلاغ ہو رہا ہے کہ ایمان کے برگ و بار ہوتے ہیں اور حیا کا فرما کر یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ برگ و بار کس نوعیت کے ہوتے ہیں، اس ضمن میں نبی اکرم ﷺ کے دیگر ارشادات اس بات کو تقویت دے رہیں، مثال کے طور پر آپ نے جن احادیث میں یہ جملہ فرمایا کہ ''لا یؤمن أحد کم'' ''تم میں سے کوئی بھی (اس وقت تک) مومن نہیں ہے اس کے بعد جو فرمایا وہ استحکام ایمان کے ساتھ ساتھ ایمان کے برگ و بار یا ثمرات ہی ہیں، اب ان میں سے چند پہلوؤں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ. (31)

(ترجمہ:) ''پس اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اس وقت مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جن امور کو نبی اکرم ﷺ نے عین ایمان یا کامل ایمان قرار دیا ہے اور پھر ان کی وجہ سے ایمانی استحکام حاصل ہوتا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

محبت رسول ﷺ، صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی محبت، سنت رسول ﷺ اور سنت رسول سے محبت، زبان و ہاتھ سے دوسروں کو محفوظ رکھنا، پسند و ناپسند کا اپنے اور دوسرے کے لیے ایک ہی معیار رکھنا، پڑوسی کی عزت کرنا، مہمان کی تواضع کرنا، زبان کی حفاظت کرنا، آپس میں سلام پھیلانا وغیرہ۔

امام بخاریؒ نے اس حوالے سے پورا جز کتاب الایمان کے نام سے صحیح بخاری میں تالیف کیا ہے جس میں امام موصوف نے اس کا نام کتاب الایمان رکھا اس میں پچاس سے زائد احادیث کو بیان کیا ہے جو ایمان سے متعلق ہیں بخاری کے علاوہ کتب صحاح ستہ اور دیگر ذخیرہ کتب احادیث میں اس موضوع پر احادیث موجود ہیں جن کا تعلق ایمان کے استحکام سے ہے کہ کن امور کو ادا کرنے سے ایمان ابتدائی صورت سے تکمیلی صورت میں آتا ہے اور قوی ہوتا ہے اس ضمن میں ان احادیث کا بیان بھی ہے جو نقائص ایمان کے بارے میں ہیں اور وہ کون سے اعمال ہیں جن کے کرتے ہوئے مومن کیفیت ایمانی سے محروم ہو جاتا ہے، ظاہری بات ہے کہ جب ان امور سے اعراض کیا جائے گا جو ایمان کا تقاضا ہے اور جن سے ایمان تقویت حاصل کرتا ہے تو اس کا نتیجہ نقص ایمان ہی کی صورت مین سامنے آئے گا۔

## نقص ایمان کی وجوہات ونقصانات

کسی شے میں کمزوری یا نقص اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اس کی دیکھ بھال نہ کی جائے، اس کا صحیح استعمال نہ کیا جائے یا پھر اس کی حفاظت نہ کی جائے ایمان ایک قوت وصلاحیت کا نام ہے جو فکر مسلم کو استحکام عطا کرنے کے ساتھ اس کی حفاظت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کا کام کرتا ہے۔

جب یہ بات طے ہے کہ ایمان کی واحد اور کامل اساس ذات رسالت مآب ﷺ ہے تو جہاں کہیں نسبت رسول ﷺ میں کمی، دوری یا کسی معاملے میں انحرافی صورت ہوگی، وہاں ہی ایمان کی کمزوری اور اس کا نقص ظاہر ہونا شروع ہو جائے گا، اس حوالے سے چند معروف حوالے سیرت سے پیش خدمت ہیں:

پہلا واقعہ تو غزوہ احد کا ہے جب نبی اکرم ﷺ نے جنگی حکمت عملی کے پیش نظر کچھ صحابہ کرام جن کی تعداد پچاس کے قریب تھی، کو ایک خاص مقام پر متعین فرما کر حکم دیا میدان کے حالات و واقعات جیسے بھی ہوں تم نے جب تک میں نہ کہوں یہ مقام نہیں چھوڑنا، غزوہ احد کے پہلے معرکہ میں جب اہل ایمان کو واضح برتری حاصل ہوئی کفار کے پاؤں اکھڑ گئے اور انہوں نے بھاگنا شروع کیا تو اس خاص مقام پر موجود پچاس لوگوں میں سے کچھ نے کہا کہ اب فتح ہوگئی ہے اب ہمیں بھی میدان کی طرف نکلنا چاہیے جب کہ کچھ نے نبی اکرم ﷺ کے وہ الفاظ یاد دلانے اور کہا کہ آپ ﷺ کا حکم تھا کہ جب تک میں حکم نہ دوں آپ لوگوں نے یہ مقام نہیں چھوڑنا اس طرح وہاں موجود لوگوں میں حکم رسول کی مختلف تعبیر کر کے چند لوگوں نے مقام چھوڑ دیا ان کا اس مقام سے دور ہونا تھا کہ کفار نے اس مقام سے دوبارہ حملہ کیا جس کا مسلمانوں کو کافی نقصان برداشت کرنا پڑا۔[32]

صحابہ کرام کی پوری حیات کو دیکھ کر بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کی نسبت رسول ﷺ کبھی کمزور نہ ہوئی، البتہ ان میں سب یکساں طور پر نہ تھے غزوہ احد کے موقع پر مسلمانوں کو پہنچنے والا نقصان نبی پاک ﷺ کے صریح قول کی تعبیر کرنے پر ہوا تھا، معلوم یہ ہوا کہ جس معاملے میں حضور اکرم ﷺ کا صریح اور واضح فرمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



موجود ہو اس کی اپنے فہم کے مطابق تعبیر و توضیح کرنا درست نہیں کیوں کہ اس کا نتیجہ نقصان کی صورت ہی میں سامنے آئے گا، اب جبکہ صحابہ کرام جنہوں نے شعوری طور پر نبی اکرم ﷺ کے قول کے خلاف کام نہیں کیا بلکہ حالات کے پیش نظر ایک تعبیر پیش کی تھی جس کا نتیجہ نا قابل تلافی نقصان کی صورت میں سامنے آیا۔

فی الحقیقت اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات پر یہ مترشح کرنا تھا کہ جو کوئی بھی جس مقام پر بھی میرے نبی اکرم ﷺ سے شعوری ولاشعوری یا ارادی وغیر ارادی طور پر انحرافی صورت اختیار کرے گا، اس کا نتیجہ نقصان ہی ہو گا۔

اب تمام اہل ایمان معاملات زندگی میں جہاں جہاں خسارے میں ہیں وہ اپنی ایمانی حالت پر غور کریں کہ ان کی نسبت رسول ﷺ جس پر ان کے ایمان کی عمارت قائم ہے وہاں کوئی انقطاعی یا انحرافی معاملہ ہوا ہے جو خسارہ کی صورت میں سامنے آرہا ہے کیونکہ ایمان لانے کے بعد اس پر استقامت ہی غم اور خوف سے بے نیاز کرتی ہے۔

دوسرا واقعہ غزوہ حنین کے بعد کا ہے جب نبی اکرم ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کی عطاؤں کا دریا قریش کے نومسلم کی طرف تھا ایسی صورت حال کو دیکھ کر انصار کے کچھ نوجوان مسلمانوں نے کہا قریش جن میں حسد و نفاق کی بو ابھی تک بس رہی ہے اور مخلص نہیں ہیں، ور دیگر وہ قبائل عرب جنہوں نے راہِ خدا میں کوئی محنت و مشقت نہیں اٹھائی ہے انہیں تو مالا مال کر دیا گیا اور ہمیں محروم رکھا گیا ہے حالانکہ کافروں کا خون ہماری تلواروں سے ابھی خشک بھی نہیں ہوا ہے۔(33)

نبی اکرم ﷺ تک جب یہ باتیں پہنچیں تو آپ نے انصار کو بلایا اور فرمایا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہ میں کیا سن رہا ہوں؟

پھر فرمایا: کیا تم کل تک گمراہ نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو میری وجہ سے ہدایت دی کیا تم باہم دشمن نہ تھے کہ اللہ نے میری وجہ سے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم بھائی بھائی بن گئے اس طرح نبی اکرم ﷺ نے ان کو وہ نعمتیں یاد دلائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے وجود کرم کی وجہ سے انصار پر کی تھیں، نبی اکرم کی گفتگو سن کر تمام انصار اس قدر روئے کہ ان کی ریش آنسوؤں سے تر ہو گئی، انصار عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ اور اس کے رسول کا فضل واحسان ہم پر بہت زیادہ ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے گروہ انصار کیا تم اس سے راضی نہیں کہ لوگ تو اونٹ بکریاں لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم خدا اور رسول خدا کے ساتھ گھروں کو واپس ہو؟ خدا کی قسم! جس شان کے ساتھ تم گھروں کو لوٹو گے وہ ان لوگوں سے بہتر ہے جو اونٹ و بکریاں لے کر جائیں گے۔ (34)

اس واقعہ پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ نوعمر انصاری مسلمانوں کے ذات رسالت مآب ﷺ کے فیصلے پر اپنی ایسی رائے دینا ان کے ایمان کا نقص بن سکتا تھا، لیکن نبی اکرم ﷺ نے ان پر شفقت فرماتے ہوئے اُن کو ایمانی کمزوری سے بچایا اور ساتھ ہی برملا واضح کیا کہ دنیاوی دولت سے زیادہ اہم دولت ایمان کی ہے جو تم کو میری وجہ سے پہلے ہی مل چکی ہے اس لیے اس دولت ایمان کے ہوتے ہوئے کسی اور دولت کے لیے اتنا فکر مند ہونا مستحسن امر نہیں ہے اس واقعہ میں ایمان کے حوالہ سے ایک اور نکتہ ہے کہ جو ذات ایمان کی اساس ہے اس پر تنقید کی کوئی صورت بھی جائز نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک اور واقعہ کتب سیرت میں معروف ہے کہ ایک رات نبی پاک اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ تشریف لا رہے تھے سامنے کوئی شخص آ رہا تھا اندھیرا ہونے کی وجہ سے معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ کون کہاں سے آ رہا ہے نبی اکرم ﷺ نے بلند آواز سے اس شخص کو اپنا تعارف کروایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ میرے ساتھ میری زوجہ ہیں، آنے والا شخص مسلمان تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو یہ بتانے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ محترمہ ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس لیے کہ اگر تو میرے بارے میں بدظنی کا شکار ہو جاتا تو دائرہ اسلام سے نکل جاتا اس لیے میں نے تیرا ایمان بچانے کے لیے تجھ کو آگاہ کیا۔ (35)

اب تینوں واقعات پر غور کیا جائے، غزوہ احد میں نقصان کی وجہ، غزوہ حنین کے بعد مالِ غنیمت تقسیم کرنے پر انصار کی گفتگو اور رات کے وقت نبی پاک کا اپنی زوجہ کے ساتھ آنے کا واقعہ اور اس شخص کو آگاہ کرنا، ان تینوں واقعات میں نبی پاک ﷺ کے مخاطبین اہل ایمان تھے، اور آپ ﷺ کا مقصود اہل ایمان کے ایمان کا تحفظ یقینی بنانا تھا تا کہ ان واقعات ذریعے امت کے سامنے ایک اصول آ جائے کہ ایمان کا سب سے بڑا نقص جو دیگر نقائص کا بھی سبب ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی حکم عدولی یا ان کے کسی فعل مبارک پر اعتراض و تنقید یا ان کے بارے مین گمان درست نہ رکھنا ہے۔

یہ دو اصول ہمیشہ یاد رہنے چاہئیں کہ جو ایمان کی اساس ہے اس سے کامل وابستگی اور فدائیت کی صورت ہی ایمان کو استحکام عطا کرتی ہے ایمان کی اساس حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات بابرکات ہے ان کی ذات، عمل، قول یا ان کی کسی نسبت کے بارے میں ذرہ برابر بھی منفی سوچ ہوئی تو پھر یہ بات ایمان کے حوالے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے نقصان عظیم ہے بلکہ بعض صورتوں میں ایمان کے رخصت ہونے کا بھی خطرہ ہے۔

## ایمان کے تقاضے

ایمان کا اظہار مختلف صورتوں میں ہوتا ہے کچھ کا تعلق اظہار خیال سے ہے اور کچھ کا تعلق اظہار اعمال سے ہے، اظہار خیال سے مراد ہے کہ ایک مومن مبادیات دین اور مقاصد دین میں سے کسی کے خلاف بات نہ کرے نہ تنقید کرے نہ ایسا جملہ کہے نہ کسی اصول کا انکار کرے نہ اصول دین میں سے کسی کی ایسی تعبیر، تفسیر یا شرح کرے جو مقاصد شریعہ کے خلاف ہو یا اس تعبیر سے کسی دوسرے اصول کی حقانیت پر زد پڑتی ہو، ایمان لانے کے بعد مومن کا ایمان استقامت کا تقاضا کرتا ہے، قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا۔ (36)

(ترجمہ:) "بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ (تعالیٰ) ہمارا رب ہے پھر اس (ایمان) پر ڈٹ گئے۔"

ایمان لانے کے بعد چونکہ ایک مومن اپنے فکر و عمل کے اعتبار سے دیگر اقوام سے ایک جداگانہ حیثیت رکھتا ہے اس لیے ممکن ہے کہ اس کو تنقید کا نشانا بنایا جائے تو ایسی صورت میں اس کو پہلے ہی آگاہ کیا جارہا ہے کہ ایمان پر استقامت ہی اس کو استحکام عطا کرے گی اور وہ تمام مصائب و مشکلات سے احسن طریقے سے نبرد آزما ہوسکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قل آمنت باللہ ثم استقم۔ (37)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(ترجمہ:) ''کہو (کہ) میں ایمان لایا اللہ پر پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔''

ایمان لانے کے بعد استقامت ہی مومن کو اتقان کی بلندی، فکر و نظر کی کشادگی عطا کرتی ہے، جو اس کو منزل مقصود تک پہنچانے اور اس کی ذات کو خیر کا منبع بنا دیتی ہے، استقامت کے بغیر ایمان کی نہ حلاوت محسوس ہوگی نہ جرأت و بہادری کا مظاہرہ ہوگا نہ قلب میں اطمینان آئے گا اور نہ ہی یقین کامل حاصل ہوگا، ایمان لانے کے بعد استقامت ہی تمام محاسن کی بنیاد فراہم کرتی ہے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کا مکی دور اس بات پر گواہ ہے کہ وہ تیرہ برس ان کی استقامت کا امتحان تھے، ہر مومن کو روز ایک نئی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا، لیکن وہ حق کے متوالے استقامت علی الحق کی عملی تصویر تھے، مکی دور میں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کا مشرکین کی ابتلاؤں پر استقامت کا مظاہرہ اپنی مثال آپ ہے اسلام نے کسی مقام پر یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اسلام قبول کرنے والوں کو کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا بلکہ تعلیماتِ اسلامیہ جن کو واضح طور پر نبی اکرم ﷺ نے بڑی شرح و بسط کیساتھ اپنے اقوال اور اعمال کی صورت میں انسانیت کے سامنے پیش کیا ہے اس سے یہ ابلاغ ہوتا ہے کہ ہر شخص کی زندگی میں مشکلات و مصائب جو اللہ کی طرف سے آئیں گے ان کا مقصد حالت ایمانی کی کیفیت کو جانچنا اور ایمان پر استقامت کس درجہ کی ہے کا امتحان ہی ہے ایک مومن کو اپنی زندگی میں عموماً دو طرح کے حالات سے ہی وابستہ رہتا ہے ایک ہے حالت یسر یعنی راحت، اطمینان و تونگری کے مواقع، دوسری حالت ہے حالت عسر یعنی مشکل، مصیبت تنگدستی، دکھ وغیرہ کی حالت، دونوں حالتوں ہی میں اس کی ایمانی حالت کا امتحان ہوتا ہے ایک حالت کے لیے شکر کی اصطلاح ہے دوسری حالت کے لیے صبر کی۔ ان دونوں اصطلاحات کا تعلق ایک بنیادی فکر ہی سے اور وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے استقامت، یعنی جن حالتوں میں شکر کرنا ضروری ہے اور جن حالتوں پر صبر کرنا ضروری ہے اس وقت اگر شکر اور صبر سے کام نہ لیا تو استقامت کے خلاف ہوگا پوری مکی دور اور مدینہ منورہ میں منافقین کی ریشہ دوانیاں اکثر غزوات یہ سب حالت صبر کے متقاضی تھے اور ان موقعوں پر صبر ہی کیا گیا اور ایمان پر استقامت کے اعلیٰ مناظر نظر آئے، جبکہ فتح مکہ، غزوہ حنین، خطبہ حجۃ الوداع وغیرہ یہ حالت شکر کے متقاضی تھے ان موقعوں پر شکر ہی کیا گیا اور اس سے بھی عیاں ایمان پر استقامت ہی ہوئی، ایمان پر استقامت ہی عقائد کو استحکام عطا کرتی ہے، عبادات میں کیفیات پیدا کرتی ہے، معاملات میں خوبصورتی اور اعتبار پیدا کرتی ہے۔

اس لیے ہر رکعت میں یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ ''اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' (اے اللہ!) ہم کو سیدھی راہ پر قائم رکھ، جو مفہوم استقامت کا ہے وہی مفہوم مستقیم کا ہے، ایک مومن سے ہر موقع پر استقامت جو ایمان کا بنیادی تقاضا ہے، کا مطالبہ اس لیے ہے کہ مومن کی حیات کی دو جہات ہیں ایک جہت کا تعلق خالق کے ساتھ ہے اور دوسری جہت کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے ایمان پر استقامت سے خالق کی خوشنودی حاصل ہوگی اور مخلوق کو بھی کوئی گلہ نہ رہے گا۔

## ایمان کے فردی زندگی پر اثرات

ایمان کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کے بعد اس کے اثرات کا ظہور ہوتا ہے مومن کا ایمان جتنا قوی ہوگا اتنا ہی وہ اس کے تقاضوں پر پورا اترے گا اور پھر اسی اعتبار سے اس کے اثرات سے معاشرہ بہرہ یاب ہوگا، اس ضمن میں اولین اہل ایمان صحابہ کرام کی زندگیاں قابل غور اور لائق التفات ہیں، اس میں خصوصی طور پر حضرت سیدنا بلال حبشی پر ہونے والے مظالم کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں، کفار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی طرف سے تو ان پر مظالم ہو رہے تھے دیکھنے والے بھی اس ظلم کو محسوس کر رہے تھے لیکن حضرت بلال کی طرف سے یہ دین پر استقامت اور پھر اس کے اثرات سامنے آ رہے تھے اگر ایمانی قوت کے بغیر کسی پر اتنا ظلم کیا جاتا تو شاید وہ اپنے آقاؤں کی ہر بات تسلیم کر لیتا لیکن یہاں ایمان کی وہ قوت تھی اور پھر اس پر یقین نے ان کے حواس و وجود کو اتنا توانا کر دیا تھا کہ لوگ مار مار کے تھک کر چلے جاتے تھے لیکن حضرت بلال کا وجود استقامت علی الحق کا مظہر ہی رہا، کیوں کہ آپ یہ بات بخوبی جان چکے تھے اگر میری ہستی ختم ہوتی ہے تو ہو جائے لیکن غلامی کی اس اندھیری رات کے خاتمہ کے لیے رسول اللہ ﷺ جو نظام لے کر آئے ہیں وہی حرفِ آخر ہے ایمان کے اثرات میں سے یہ اثر سب سے بڑا ہے کہ آپ کا وجود ختم ہو جائے مگر آپ کی فکر باقی رہے، پوری کائنات میں صدیوں سے رائج غلامی کے خاتمہ میں حضرت بلال کی استقامت ایک روشن باب ہے، اسی طرح مکی دور اور دیگر غزوات میں شہید ہونے والے پیکران صدق و رضا نے اپنے وجود کی قربانی دے کر اپنی فکر کے اثر کو باقی رکھا اللہ تعالیٰ کا اپنا نظام ہے اور اس کی قدرت کے رنگ بھی نرالے ہیں جو لوگ ایمان کی دولت سے سرشار ہوتے ہیں اور اپنے مقصد کے لیے زندگی قربان کرتے ہیں اللہ ان کی نہ صرف فکر کو زندہ و جاوید رکھتا ہے بلکہ چند واقعات اقوام عالم نے ایسے بھی دیکھے ہیں کہ ان کے وجود کو بھی اللہ تعالیٰ نے سلامت رکھا اس ضمن میں دو امثال ہی کافی ہیں۔

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تقریباً چار دہائیوں کے بعد کسی وجہ سے آپ کی قبر کھولی گئی تو وجود بالکل تازہ اور صحیح تھا آپ کے ایمان کا اثر تب بھی آپ کے وجود سے ظاہر ہو رہا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دوسرا واقعہ دو صحابہ کرام کے حوالے سے عراق کا ہے اس کی تفصیل یہ ہے۔

''حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت جابر بن عبد اللہ دونوں صحابہ کی قبریں سیلاب کی وجہ سے کھل گئیں۔ اور جب ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے مکمل طور پر قبریں کھولی گئیں تو بہت سے لوگ موجود تھے جس میں غیر مسلموں کی بڑی تعداد تھی۔ جرمنی اور برطانیہ کے لوگ موجود تھے۔ ان دونوں صحابہ کرام کے اَجسام کو جب باہر نکالا گیا تو وہ تر و تازہ تھے۔ دونوں چونکہ شہداء تھے ان لئے ان کے جسموں پر تازہ خون موجود تھا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ کچھ ڈاکٹرز نے یہ دیکھ کر کہا کہ ان کی آنکھوں میں ابھی تک روشنی موجود ہے۔ یہ دیکھ کر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔''(38)

مذکورہ بالا دو امثال اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ دنیا ہو، قبر ہو یا میدان حشر، مومن کے ایمان کا اثر اتنا ہی ہوگا، جتنی اس کے ایمان کی قوت و استقامت ہوگی، مزید صدیوں سے بزرگان دین کی تعلیمات و کردار کی اثر آفرینی دیکھ کر بھی اس ضمن میں یقین کو استحکام حاصل ہوتا ہے کہ ایمانی قوت کے اثرات کا سلسلہ نسلوں نہیں بلکہ زمانوں پر محیط ہوتا ہے اور ان کے اثرات کا پھیلاؤ جغرافیہ و خطہ کی حدود سے بھی ماوراء ہوتا ہے۔

❖❖❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# مصادر ومراجع


(1) محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب، دار صادر بیروت، ج ۱۲، ص ۲۱

(2) Lexicon, Edward William, Al-Quran Arabic-English Edemburg 1863,·p102

(3) بخاری، الصحیح، ۱/27، رقم:50

(4) مسلم، الصحیح، رقم الحدیث: ۸، ابوداؤد، السنن، رقم الحدیث: ۴۵۹۵، ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۲۶۱۰، نسائی، السنن، رقم الحدیث: ۴۹۹۰۔

(5) النساء:174

(6) القصص:30

(7) اخلاص:1

(8) المدثر:1-3

(9) یونس:16

(10) التوبہ:100

(11) البقرۃ:62

(12) الفتح:29

(13) الاحزاب:40

(14) سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، فرید بک سٹال لاہور 1999، ج 1، ص414


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




(15) الاعراف:157

(16) انجیل یوحنا، باب4، آیت12-16، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، 1992، 99

(17) انجیل یوحنا، باب14، آیت26، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، 1992، ص100

(18) انجیل یوحنا، باب 15، آیت 7-14، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، 1992، ص101

(19) آل عمران:81

(20) تبیان القرآن، ج2، ص228-229

(21) احمد، مسند احمد بن حنبل، ج3، ص338، مطبوعہ مکتب اسلام بیروت، 1398ھ

(22) النساء:65

(23) الفتح:29

(24) Watt, William Montgomry, Muhammad at Mecca: History in the clumn. Edunburg, 1988, p1

(25) الشمس:8

(26) الشمس:9-10

(27) الانفال:2

(28) الاحزاب:22

(29) الفتح:4

(30) بخاری، الصحیح، 1/12، رقم:9

(31) بخاری، الصحیح، 1/14، رقم:15

(32) دہلوی، شیخ عبدالحق، مدارج النبوت، ص157-158

(33) ایضاً، ص384-385


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(34) بخاری، الصحیح، باب غزوۃ الطائف، ج4، ص1574، رقم:4075

(35) بخاری، الصحیح، باب صفۃ ابلیس وجنودہ، رقم:3107

(36) سورۃ الاحقاف،46/13

(37) ابن حبان، الصحیح، 3/221، رقم:942

(38) غازی، ڈاکٹر محمود احمد، محاضرات سیرت۔ الفیصل کتب، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ 2012ء۔ ص654

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# (3) عشق و محبت

- محبت کا معنی و مفہوم
- دین اسلام کا ضابطہ محبت
- ذات رسالت سے محبت و عشق
- محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقاضے
- محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اثرات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے کے بعد جو آپ کا اولین حق امت کے ذمے ہے وہ ہے آپ کی ذات اقدس کو سب سے زیادہ چاہنا، یعنی تمام چاہتوں پر غالب آپ کی چاہت ہو، ہر رشتے، شے اور نسبت کی محبت آپ کی محبت کے سامنے ہیچ ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ جانا جائے کہ محبت کی تعریف کیا ہے؟ محبت ہوتی کیوں ہے؟ اس کے ضابطے، تقاضے اور اثرات کیا ہیں؟ اس باب میں انہی پہلوؤں پر بحث کی جائے گی۔

## محبت کا معنی و مفہوم:

صاحب لسان العرب لفظ محبت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حبب: الحُبُّ: نَقِيضُ البُغْضِ. والحُبُّ: الوِدادُ والمَحَبَّةُ۔ (1)

(ترجمہ:) ''حب، بغض کا متضاد ہے اور اس کا معنی مودت ومحبت ہے۔''

صاحب تاج العروس نے بھی محبت کی یہی تعریف کی ہے۔ (2)

ود یا وداد، اس قلبی میلان کو کہتے ہیں جو کسی خوبی، فضل، کمال اور جمال کی وجہ سے ہوتا ہے۔

محبت کے ساتھ ایک اور اصطلاح استعمال کی جاتی ہے، اس کا نام ہے عشق، قرآن وسنت میں محبت ہی کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے، لیکن عربی، فارسی اور پھر بعد میں اردو ادبیات میں نثر و نظم میں عشق کا کثرت سے استعمال ہوا ہے، محبت اور عشق کے درجات اور فرق بیان کرتے ہوئے علامہ ابو منصور الثعالبی لکھتے ہیں:

أَوَّلُ مَرَاتِبِ الحُبِّ الهَوَى. ثُمَّ العَلَاقَةُ وهي الحُبُّ اللَّازِمُ للقَلْبِ. ثُمَّ الكَلَفُ وهو شِدَّةُ الحُبِّ. ثُمَّ العِشْقُ وهو اسمٌ لِمَا فَضَلَ عَنِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



المِقْدَارِ الذی اسْمُهُ الحُبُّ. ثُمَّ الشَّغَفُ وهو إحْرَاقُ الحُبِّ القلْبَ مَعَ لَذَّةٍ يَجِدُها۔ (3)

(ترجمہ:)"محبت کا پہلا درجہ ھوی (خواہش) ہے دوسرا درجہ علاقہ یا تعلق ہے اس کا معنی ہے کسی چیز کا دل سے جڑ جانا، تیسرا درجہ کلف ہے اور کلف شدت محبت کو کہتے ہیں، اور چوتھا درجہ "العشق" ہے اور عشق سے مراد یہ ہے کہ جب کسی چیز کا جذبہ پیمانہ محبت کی مقدار سے بڑھ جائے تو اسے عشق کہتے ہیں اور پانچواں درجہ ہے "الشغف" اور شغف سے مراد یہ ہے کہ انسان کا دل محبت کی آگ میں جلے اور اس جلنے کی کیفیت دل کو محسوس ہو۔"

امام جوہری لفظ عشق کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

العشق فرط الحب يقال رجل عيشق أي كثير العشق۔ (4)

(ترجمہ:)"افراط محبت کو عشق کہتے ہیں اور عربی زبان میں "رجل عیشق" ایسے شخص کو کہتے ہیں جو بہت زیادہ عشق رکھتا ہو یعنی عاشق ہو۔"

مذکورہ بالا تعریفات سے واضح ہوا کہ غلبہ حب کو عشق کہتے ہیں، عشق کرنے والا کن کیفیات سے دوچار ہوتا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام الھروی لکھتے ہیں:

العشق: اللزوم للشيء لا يفارقه. ولذالك قيل للكليف عاشق للزومه هواه۔ (5)

(ترجمہ:)"عشق کا معنی ہے کسی چیز سے اس طرح کا تعلق ہونا کہ جس سے دستبردار ہونا ممکن نہ ہو اسی وجہ سے بے چین اور مضطرب شخص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کو عاشق کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنی خواہشات سے جڑا ہوتا ہے۔"

محبت انسان کا فطری جذبہ ہے جو اس کو تخلیقی طور پر بلکہ اس کو روحی طور پر ودیعت کیا گیا ہے، قاضی سلمان منصور پوری اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"محبت روح انسانی کی وہ صفت نورانی ہے جو جسم انسانی میں آنے سے پیشتر بھی روح کے اندر پائی جاتی اور کارفرما تھی، حدیث شریف (الارواح جنود مجندۃ) اسی معنی کی جانب اشارہ کرتی ہے، محبت کے مدارج محبوب کے مدارج پر منحصر ہوتے ہیں، محبوب جتنا زیادہ ارفع واعلیٰ ہوگا محبت کا درجہ بھی اسی قدر ارفع واعلیٰ ہوگا محب کو ذات وصفات محبوب سے جس قدر زیادہ عرفان ہوگا اس قدر زیادہ استحکام سے اس کا اس جانب میلان ہوگا۔"(6)

شوق، محبت یا عشق ہی وہ قوت ہے جو حیات انسانی کا عظیم محرک ہے، عمل کی سب سے قوی اساس ہے منزل پر پہنچنے کا پر یقین زادِ راہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَالْحُبُّ أَسَاسِي وَالشَّوْقُ مَرْكَبِي۔ (7)

(ترجمہ:) "محبت میری بنیاد ہے اور شوق میری سواری ہے۔"

اعمال کی اساس جب تک محبت پر نہ ہوگی عمل بے روح ہی رہے گا اور کسی شے کے حصول کا شوق بھی نہیں ہوگا۔

ہر عمل کی بنیاد جب عشق ومحبت پر ہوگی تو پھر کوئی عمل بھی بے لذت اور بے کیف نہیں ہوگا پر ہر عمل لذت سے آشنا کرے گا ہر عمل گل ہائے رنگ رنگ کے مناظر پیش کرے گا ہر عمل وصل یار کی تڑپ اور شوق کی آتش کو بڑھائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## دین اسلام کا ضابطہ محبت:

یہ بھی ایک عجیب سوال ہے کہ ’’محبت کا ضابطہ کیا ہو؟‘‘ عشاق کو کسی ضابطہ کا پابند تو نہیں کیا جا سکتا لیکن اسلام چونکہ ہر جذبہ کی تہذیب وتصویب کرتا ہے تاکہ جذبات بے اعتدال ہو کر کہیں مقاصد سے دور نہ ہو جائیں جذبات حصول منزل میں معاون ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ. (۸)

(ترجمہ:) ’’وہ کفار ان بتوں سے محبت کرتے ہیں اللہ کی محبت کی طرح اور اہل ایمان اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔‘‘

کفار بتوں سے اپنی باطل خواہشات، فرسودہ رسومات اور اپنے باپ دادا کے باطل عقائد کی وجہ سے چاہت رکھتے ہیں جیسا کہ ان کو اپنے خالق سے رکھنی چاہیے تھی لیکن ایمانی، روحانی، دینی واخروی فوائد وسکون کا انحصار حب الٰہی پر ہے، خالق سے محبت کا اظہار یا عملی رنگ محبت رسول ﷺ ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ. (۹)

(ترجمہ:) ’’آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری (محمد رسول اللہ ﷺ کی) اتباع کرو (تو پھر) اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔‘‘

ایمان اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کا نام ہے یعنی اللہ کا عاشق ہونا، اتباع رسول ﷺ کے بغیر یہ صرف دعویٰ ہے، عشق الٰہی کی دلیل اتباع رسول ﷺ ہے اور اتباع رسول ﷺ، محبت رسول ﷺ کے بغیر صرف نقالی ہے تو جب تک

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



مومن کا قلب وروح عشق رسول ﷺ سے معمور نہ ہوگا نہ ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی نہ حب الٰہی کا دعویٰ درست ثابت ہوگا نہ نور وظلمت میں فرق واضح ہوگا اور نہ ہی ذنوب پر قلم عفو پھیرا جائے گا نہ ہی "صبغۃ اللہ" مومن کی حیات میں نظر آئے گا یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ محبت الٰہی کا تقاضا "صبغۃ اللہ" (اللہ کے رنگ) کو پردۂ حیات (Life Canvas) پر نمایاں کرنا ہے اور صبغۃ اللہ، اتباع رسول ﷺ ہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ (11)

(ترجمہ:) ''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کو اس کے ماں باپ اور اولاد سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔''

یہاں پر ایک سوال جو اعتراض کی صورت میں سامنے آتا ہے کہ ایمان تو ان پانچ بنیادی عقائد کے تسلیم کرنے کا نام ہے جو بندہ ان پانچ پر صدق دل سے ایمان رکھے وہ مومن ہے جبکہ حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری محبت کے بغیر ایمان نہیں تو بظاہر یہ تعارض ہے، اس کا جواب اور تطبیقی صورت کیا ہوگی؟

اس حوالے سے عرض ہے کہ ان پانچ بنیادی عقائد کا علم بندے کو کہاں سے ہوا، اس کا ذریعہ کیا ہے؟ تو جواب یہی ہوگا کہ ذات رسالت مآب ﷺ نے ان عقائد کا علم دیا ہے، تو جب ذات رسالت مآب ﷺ سے ان عقائد کا علم حاصل ہوا اور بندہ مومن بن گیا تو اب ان کے ساتھ ایسا تعلق اور ایسی نسبت ہونی چاہیے کہ جو تمام تعلقات، رشتوں اور نسبتوں سے مستحکم اور اعلیٰ ہو کیونکہ جب آپ سے محبت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں ہی نقص ہوگا تو ایمان میں استحکام، قلب میں ایقان اور عمل میں کمال حاصل نہ ہوگا تو پھر عقائد کا کیا اعتبار رہ جائے گا بلکہ ان کے ساتھ کامل وابستگی، اللہ کا آخری نبی ماننا، غیر مشروط اطاعت کرنا یہ بھی تو عقائد کا باب ہے اور یہ سب محبت کے بغیر ممکن نہیں، کیونکہ اللہ کریم کو اپنے بندوں سے نبی پاک ﷺ کے ساتھ صرف پیروی یا نقالی مقصود نہیں، بلکہ اس اطاعت واتباع میں اس وارفتگی اور والہانہ پن کا اظہار مطلوب ہے جو صحابہ کرام کا شیوہ تھا اتباع میں جب ایسی دیوانگی جو محبت کا خاصہ ہے آئے گی تو پھر عمل سے صبغۃ اللہ ہی کا ظہور ہوگا۔

یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ محبت ایک الگ جہت ہے اور اتباع الگ جہت ہے، گو کہ محبت کے رنگ اتباع میں نظر آتے ہیں لیکن جن کو اتباع کا موقع نہیں ملا اور انہوں نے آپ ﷺ سے محبت کی تو کیا وہ محروم انعام رہیں گے؟ قطعاً نہیں۔ محبت کے ہر جذبے اور ہر پہلو کی قدر ہوتی ہے، عمل کی کمی کو محبت پورا کرے گی لیکن محبت کی کمی کو عمل پورا نہیں کرسکتا بغیر محبت کے اطاعت وہ کیفیت نہیں لاسکتی جو مطلوب ہے۔ ایک ہے اللہ کی محبت کا دعویٰ اور ایک ہے اللہ کا محبوب بننا دین نے اس حوالے سے واضح کیا ہے کہ اللہ کا محب یعنی اس کی محبت کا دعوے دار اس کا محبوب بن سکتا ہے خالق کا محبوب بننے کی سبیل اور کلید ''فاتبعونی'' ہے، فاتبعونی کی مختلف جہات کا ذکر قرآن نے کیا ہے اور پھر واضح کیا کہ ہر جہت سے اللہ کا محبوب بنا جاسکتا ہے چند امثال ملاحظہ ہوں، ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ. (11)

(ترجمہ:) ''بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کی پوری حیات مبارکہ احسان سے عبارت ہے حسنِ فکر کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اظہار، حسنِ عمل کی صورت میں پیش کرنا حقیقی معنوں میں آپ ﷺ ہی کا اسوہ حسنہ ہے ہر معاملہ حسین، ہر پہلو دلربا، ہر صفت جمالِ یار کا مظہر، ہر وصف سے حسن و خیر کی رعنائیاں آشکار ہوئیں، پھر فرمایا:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ۔ (12)

(ترجمہ:) ''بے شک اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

حیاتِ انسانی کے بنیادی اوصاف میں ایک صبر بھی ہے، زندگی کے نشیب و فراز میں یہی قوت شکوہ و شکایت سے باز رکھ کر استقامت علی الحق کا خوگر بناتی ہے، خالق کے محبوب اعظم ہو کر مقام محمود پر فائز ہستی، قاسم نعمت الٰہیہ کا تاج سر پر سجا ہے، لیکن صبر ایسا کہ ہر مشکل اور تکالیف دہ مرحلہ میں صبر کا ایسا مظاہرہ کیا کہ دیکھنے والوں کو حقیقتِ صبر سے آشنا کر دیا۔

اسی طرح تقویٰ، توکل، عدل، توبہ اور طہارت اختیار کرنے والوں کے لیے محبت الٰہی کا مژدہ سنایا گیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف ان سب اوصاف کا نمونہ پیش کیا بلکہ ان کی کامل شرح فرماتے ہوئے اس پر اپنے نظامِ تعلیم وتزکیہ کی بنیاد رکھی، اسوہ حسنہ کا یہ ہمہ جہتی گلدستہ جو بندہ کو محبوبِ الٰہی بناتا ہے پر ہر عہد میں اہل اللہ نے تعمیرِ شخصیت و کردار کے نظام کو مرتب کیا اب ان صفات کو اپنا کر اور اس کا اظہار کر کے جب بندہ اللہ کے محبوب ﷺ کے تتبع میں اللہ کا محبوب بن جاتا ہے تو پھر کیا ہوتا ہے، حدیث میں ہے کہ:

إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ۔ (13)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(ترجمہ:) ''جب بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو ندا دی جاتی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے پس اس سے محبت کرو، پھر جبرئیل اس بندے سے محبت کرتا ہے، پھر جبرئیل اہلِ ایمان میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اس سے محبت کرو، پھر تمام آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں پھر زمین یعنی دنیا والوں کے لیے اسے مقبول بنا دیا جاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے صالح اور مقبول بندے ہی فی الحقیقت اللہ کے محبوب و مقبول بندے ہیں اور اہلِ ایمان کے دلوں میں ان کی محبت ودیعت کر دی گئی ہے۔

اللہ کا محبوب ہونا بھی اللہ کی محبت کا ثمر ہے، اللہ کی محبت کی دلیل، محبت رسول ﷺ اور اتباع رسول ﷺ ہے، پھر اتباع رسول ﷺ اللہ کی بارگاہ میں محبوبیت کی دلیل ہے اور اللہ کی بارگاہ میں محبوب ہونا دنیا والوں کا محبوب ہونے کی دلیل ہے، سچی محبت یعنی عشق حقیقی کے ثمرات دنیا میں ہی نظر آ جاتے ہیں، اور ابھی عالم برزخ اور عالم آخرت میں محبت کے دائمی اور ابدی ثمرات سے اہل محبت کا بہرہ یاب ہونا باقی ہے۔

## ذات رسالت سے محبت و عشق:

نبی اکرم ﷺ سے محبت تقاضائے ایمان نہیں بلکہ عین ایمان ہے، اس حوالے سے "لا یؤمن أحد کم" والی مشہور حدیث ذہن نشین رہے، بعض اہل علم محبت رسول کے ضمن میں اس حدیث کو کامل ایمان سے تعبیر کرتے ہیں، حالانکہ ایسی بات نہیں معاملات میں نبی اکرم ﷺ کا "لا یؤمن" کہنا کاملیت کے لیے ہو سکتا ہے لیکن یہ معاملہ اعتقادی ہے ذات رسول ﷺ سے وابستگی محبت کے بغیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ممکن نہیں، زبان سے کلمہ تو منافقین بھی پڑھتے تھے، لیکن ان کے قلوب محبت رسول ﷺ سے خالی تھے، اسی وجہ سے وہ ہر کام میں سود و زیاں کا پہلو سامنے رکھتے تھے، جس کی مثال غزوہ احد میں تین سو منافقین کا راستے ہی سے واپس ہو جانا ہے، زبان سے کلمہ پڑھنا اور دل میں نبی اکرم ﷺ کی محبت کا نہ ہونا یہی نفاق ہے، جبکہ جن کے قلوب محبت رسول ﷺ سے معمور تھے، اس کا اثر ہر موقع اور ہر مقام پر ذات رسالت سے فداکاری اور دیوانگی کی صورت میں نظر آتا تھا، جان، مال، اولاد، ہر رشتہ اور تعلق نبی اکرم ﷺ کے سامنے کوئی معنی اور وقعت نہیں رکھتا تھا، منافقین جب صحابہ کرام کا ذات رسول ﷺ کے ساتھ ایسا تعلق دیکھتے تو اس کو دیوانہ پن کہتے اور جب ان کو کہا جاتا کہ تم بھی ایسے ہی ایمان لاؤ جیسا یہ صحابہ کرام لائے تو وہ کہتے:

أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِن لَّا يَعْلَمُونَ۔

(14)

(ترجمہ:) ''کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح یہ بیوقوف لوگ ایمان لائے اور جان لو کہ بے شک یہی (منافقین) بے وقوف ہیں لیکن یہ جانتے نہیں۔''

نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مختلف انداز سے محبت کے اظہار کو ہی صحابہ نے ایمان سمجھا، اور صحابہ کرام کے اس طرح کے انداز و اطوار پر اللہ تعالیٰ نے مہر ثبت کر دی کہ جو اس طرح ایمان لائے گا وہی عنداللہ مقبول و ماجور ہے۔

صحابہ کرام کے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تعلق نے امت کو اسوہ بھی دے دیا کہ مومن کا تعلق نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کن جہات پر ہونا چاہیے اور قرآن کریم کا اعلان ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ. (15)

(ترجمہ:) ''نبی (اکرم) اہل ایمان پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔''

صحابہ کرام کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق اس آیت کی تفسیر تھا، دیگر رشتے، مال اسباب اور تعلقات تو رہے ایک طرف مومن کی اپنی جان سے بھی زیادہ اس پر حق نبی پاک کا ہے اور یہ حق اس وقت تک ادا نہیں ہوسکتا جب تک ان سے سب سے زیادہ محبت نہ کی جائے، منافقین کو صحابہ کرام کا یہ عمل بظاہر نعوذ باللہ بے وقوفی نظر آتا تھا، دراصل وہ جذبہ محبت سے محروم تھے، اہل محبت کے اعمال ظاہر بینوں کو دیوانگی اور بے وقوفی ہی لگتے ہیں جبکہ حقیقت وہی ہے جو اللہ کریم نے بیان کردی کہ اہل ایمان کا جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا تعلق نہیں ہوگا جو صحابہ کرام کا ہے تو ان کا ایمان معتبر نہیں ہوگا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ. (16)

(ترجمہ:) ''فرمادیجئے! اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور تجارت، جس کے کم ہونے سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے گھر جن کو تم پسند کرتے ہو زیادہ محبوب ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



راہ میں جہاد کرنے سے، تو پھر انتظار کرو کہ اللہ اپنا فیصلہ لے آئے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

انسان کو زندگی میں جن رشتوں اور جن چیزوں سے محبت ہوتی ہے ان کا ذکر کیا گیا ہے، ان چیزوں کی محبت کی نفی نہیں کی گئی، بلکہ توجہ آپ ﷺ کی محبت کی طرف دلائی گئی ہے، عالمِ اسلام کے ممتاز بزرگ و عالم قاضی عیاض مالکی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''آیت کریمہ آپ ﷺ کی محبت کے لزوم کو ظاہر کر رہی ہے اور یہ کہ آپ ﷺ ہی محبت کے اصل مستحق ہیں، اس بارے میں ترغیب و تنبیہ اور دلیل و حجت کے لیے کافی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی سخت سرزنش اور تنبیہ کی ہے جس نے اپنی آل اولاد اور مال کی محبت کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے زیادہ سمجھا ایسوں کو ڈراتے ہوئے اللہ نے فرمایا: "فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ" آخر آیت میں ایسوں کو فاسق (بے ایمان) فرمایا اور واضح کیا کہ یہ لوگ گمراہوں میں سے ہیں جن کو اللہ ہدایت نہیں دیتا۔''(17)

تنبیہ الٰہی کے علاوہ اس کے ذیل میں مزید پہلو واضح ہو رہے ہیں۔

محبت رسول ﷺ ہی سے ہدایت ملتی ہے جو آپ کی محبت نہیں رکھتا وہ ہدایت سے محروم ہے اور فاسق ہے۔

مال و اسباب اور تمام رشتے محبت رسول ﷺ کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتے۔

نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کو اللہ کریم نے اس طرح کا بنایا ہے کہ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے بغیر اہل ایمان کا چارہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک محمد ہے اور محمد کے لغوی معنی ہیں:

فالمحمد هو الذی حمد مرة بعد مرة.[18]

(ترجمہ:) ''پس محمد اس کو کہتے ہیں جس کی بار بار تعریف کی جائے۔''

تعریف ہمیشہ کسی خوبی، کمال، وصف یا جمال کی ہوتی ہے ہر انسان میں کوئی ایک خاص خوبی ہوتی ہے جو اس کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے، اولین و آخرین میں صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ایسی ہے جو جمیع کمالات و خصوصیات کا منبع ہے، کوئی ایسی خوبی و کمال نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں موجود نہ ہو، کسی شخص کی خوبی کسی خاص وقت کے لیے ہوتی ہے، خاص گروہ، قبیلے یا علاقے کو متاثر کرتی ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اوصاف و خوبیاں زمان و مکان کی حدود سے ماوراء ہیں، آپ نے خود فرمایا کہ

أنا أکرم الأولین والآخرین ولا فخر.[19]

(ترجمہ:) ''میں تمام پہلوں اور پچھلوں میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں مگر اس پر فخر نہیں کرتا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محترم و مکرم ہونے کی ایک جہت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق عظیم، کمالات جمیلہ، اوصاف حمیدہ میں سب سے ممتاز و نمایاں ہونا ہے۔

الغرض ایک انسان کسی بھی خوبی کی وجہ سے کسی کو پسند کرے گا تو وہ خوبی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں پائے گا۔

عارف ربانی حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نے کیا ہی خوب فرمایا تھا کہ:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس وہ ہے کہ آپ کی ہر خوبی و ہر کمال کو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



دوام حاصل ہے کوئی کمال زوال پذیر نہیں۔"(20)

جس کے دل میں ایمان ہو اس کا دل محبت رسول سے معمور ہوگا، کیونکہ

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است آبروئے ما زِ نامِ مصطفیٰ است

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انسان تو کیا ملائکہ، جنات، پہاڑ، جانور، درخت سب نے ہی اپنے اپنے انداز سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام محبت پیش کیا ہے۔

پہاڑ کو ہی دیکھ لیجئے، کون نہیں جانتا کہ اُحد پہاڑ نبی اکرم سے کس طرح محبت کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ۔ (21)

(ترجمہ:)"احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔"

محبت تو دل میں ہوتی ہے پہاڑ کا دل کہاں؟ بلکہ جس دل میں محبت نہ ہو اس کو سنگ دل کہا جاتا ہے، سنگ پتھر کو کہتے ہیں، پتھر کے مجموعے کا نام ہی پہاڑ ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وہ ہے جس سے پہاڑ بھی محبت کرتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس کو معرفت بھی حاصل ہے، محبت کے بدلے محبت، جو نبی پاک کا محبوب وہی اللہ کا محبوب اور جو اللہ کا محبوب کامیابی ونجات اس کا مقدر ہے۔ صحابہ کرام، ازواج مطہرات اور اہل بیت اطہار یہ سب پاک طینت و پاک باز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی، ان کو سرفرازیاں اور رتبے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی وجہ سے حاصل ہوئے، کسی فرماں روا کے مصاحبین، کسی بادشاہ کی رعایا کسی معلم کے تلامذہ بلکہ کسی نبی کی امت نے عشق و محبت کی وہ داستاں رقم نہیں کی جو محبت کے رنگ اصحاب رسول، ازواج رسول اور اہل بیت رسول کے ہاں نظر آتے ہیں وہ انہی کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کمال تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے سب کے جذبہ محبت کی قدر کی، ان کو سراہا، شفقتوں اور عنایتوں سے نوازا اور فرمایا:

مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي لِي حُبًّا، نَاسٌ يَكُونُونَ بَعْدِي. يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ. (22)

(ترجمہ:) ''میری امت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے ان میں سے ہر ایک شخص کی یہ خواہش ہوگی کہ کاش وہ اپنے تمام اہل اور مال قربان کرکے میری زیارت کرلے۔''

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان اعلام نبوت میں سے ہے، تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اہل ایمان میں سے ہر عہد میں سے ایسے عشاق گزرے ہیں جو اس حدیث کا مصداق تھے۔

محبت رسول ﷺ مومن کا کل اثاثہ حیات اور متاع کلی ہے، ایک صحابی نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے، حضرت انس بن مالک اس کے راوی ہیں:

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَةِ، فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟. قَالَ: لَا شَيْءَ، إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. قَالَ أَنَسٌ: فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ، فَرَحَنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ: فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ. وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ. وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ. (23)

(ترجمہ:)''ایک آدمی نے نبی پاک سے سوال کیا: یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے پوچھا تیری تیاری کیا ہے؟اس نے عرض کیا: کچھ نہیں، مگر اللہ اوراس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت کرتا ہے، حضرت انس کہتے ہیں: ہمیں کسی شے سے اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی خوشی نبی پاک ﷺ کے اس فرمان: "أنت مع من أحببت" سے ہوئی، پس مجھ کو نبی پاک ﷺ سے حضرت ابو بکر، حضرت عمر سے محبت ہے، اور امید ہے کہ محبت کی وجہ سے میں ان کے ساتھ ہوں گا، گوکہ میرے اعمال ان کے اعمال کی طرح نہیں ہیں۔''

اس حدیث میں نبی پاک ﷺ کے قیامت کے حوالے سے تیاری کے متعلق اس بندے نے کہا: "لا شیء" یعنی کچھ تیاری نہیں، حالانکہ وہ صحابی تھے، اور صحابہ کرام کے اعمال سے امت بخوبی واقف ہے، لیکن اپنے ہر عمل پر فائق عمل وہ حبِ رسول بتا کر یہ واضح کر رہے ہیں کہ اعمال میں اگر کوئی عمل سب سے زیادہ درجہ رکھتا ہے تو وہ محبت رسول ﷺ ہی ہے، اور پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ کا "فرحنا" فرمانا کہ ہم خوش ہوئے سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام آخرت میں کامیابی کی کلید اپنے اعمال کو نہیں بلکہ محبت رسول ﷺ کو قرار دیتے تھے۔

بخاری ہی کی ایک حدیث میں ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے قیامت سے متعلق سوال کرنے والے سے پوچھا کہ تیری تیاری کیا ہے؟ تو اس نے عرض کیا کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرِ صَلَاةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ، وَلَكِنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ (24)

(ترجمہ:) ''میں نے بہت زیادہ نماز، روزہ اور صدقات کے لحاظ سے تیاری نہیں کی لیکن اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرتا ہوں اس کے جواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انت مع من أحببت" تو اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔''

اس طرح کی ایک اور حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ ہیں کہ:

فَفَرِحْنَا يَوْمَئِذٍ فَرَحًا شَدِيدًا۔ (25)

(ترجمہ:) ''پس اس دن (نبی پاک کی زبان مبارک سے یہ جملے سن کر) ہم بہت زیادہ خوش ہوئے۔''

کیوں خوش ہوئے کہ صحابہ کرام کو سب سے زیادہ یعنی شدید محبت نبی پاک کی ذات اقدس سے تھی، اب ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ جس کریم ذات سے ہم اپنی جان سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں۔ انہی کے ساتھ قبر، حشر اور جنت میں ہوں گے۔

احادیث میں یہ بھی آیا ہے:

المرء مع من أحب۔ (26)

(ترجمہ:) ''آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کی محبت ہوتی ہے۔''

سائل کا سوال سن کر نبی پاک نے یہ نہیں فرمایا کہ صلوٰۃ وصوم اور صدقات کی کثرت کرو، معلوم ہوا کہ نجات کا دارومدار اعمال پر نہیں حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے، یہ اعمال، حسنات، صدقات سب حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نتیجہ ہوتے ہیں، اور پھر صحابہ کرام کے یہ اعمال کس درجہ کے ہوں گے، لیکن قیامت کی تیاری کے لیے انہوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اگر کسی شے پر انحصار کیا ہے تو وہ محبت رسول ﷺ ہے، اس سے کوئی اعمالِ صالحہ اور صوم وصلوٰۃ کی عظمتوں کی نفی نہ سمجھے بلکہ ان کا اپنا مقام ہے اور یہ محبت رسول ﷺ ہی کے رنگ ہیں، کیونکہ جب کوئی نماز پڑھتا ہے اور اگر وہ اپنے طریقے سے پڑھے گا تو وہ مردود ہوگی، اور جب نبی پاک کے طریقے کے عین مطابق پڑھے گا تو مقبول ہوگی کیونکہ اب اس نے اللہ کے محبوب کی محبوب اداؤں کو دہرایا ہے، بس اپنے یار کی اداؤں کے رنگ دیکھ کر خالق نے قبولیت کی سند عطا کر دی ہیں، ورنہ اس کو ہماری نمازوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رات کے وقت گشت کر رہے تھے، ایک گھر میں چراغ کی روشنی دیکھ کر ٹھہر گئے، ایک معمر خاتون اون دھنتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

علیٰ محمد صلوٰۃ الأبرار　　　صلی علیہ الطیبون الأخیار

(ترجمہ:) "محمد ﷺ پر نیکوں کا درود ہو، آپ پر نیک اور پاک لوگ درود بھیجتے ہیں"۔

قد کنت قواما بکاء بالأسحار　　　ھل یجمعني وحبیبي الدار

(ترجمہ:) "بے شک آپ راتوں کو قیام کرنے والے صبح تک (امت کے غم میں) اشک بہانے والے تھے، کیا (اللہ تعالیٰ) مجھ کو اور میرے محبوب (حضور اکرم ﷺ) کو ایک جگہ (جنت) میں اکٹھا کرے گا"۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہیں زمین پر بیٹھ گئے اور اس بزرگ خاتون کے اشعار پر دیر تک روتے رہے۔ (27)

محبت محبوب کی سنگت چاہتی ہے اس کی قربت کا جنون اس کی زندگی کا مقصد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہوتا ہے۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر اعمال بے روح ہیں کوئی بھی عمل اگر جذبہ حب رسول کے بغیر کیا جائے گا تو قبولیت تو ایک طرف رہی اس کا نہ انفرادی اثر ہوگا اور نہ اجتماعی، وہ ایک طرح کی بے اثر ریاضت و مشق ہوگی، جو سوائے وقت کے ضیاع کے اور کچھ بھی نہیں، سچ فرمایا تھا شاعر مشرق نے کہ:

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

## محبت کے تقاضے:

ہر فکر، ہر عمل اور ہر جذبہ کا اظہار مختلف حوالوں سے ہوتا ہے جسے دیکھ کر اس فکر، عمل اور جذبے کی صداقت کا پتہ چلتا ہے، محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک پاکیزہ فکر بھی ہے، اعلیٰ عمل بھی ہے، اور جذبہ صادق بھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والوں کو دنیا نے ان کے کارناموں کی وجہ سے پہچانا، ان کے اعمال و کردار ان کے جذبہ محبت کی دلیل تھے، ان کو اپنی محبت کے لیے اعلان کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی کیونکہ ان کا ہر عمل حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مظہر تھا۔

یہ محبت جس کو عشق حقیقی بھی کہا جاتا ہے اس کے دو طرح کے تقاضے ہیں ایک تو نظری اور دوسرے عملی۔ نظری تقاضا یہ ہے کہ محبوب کو بے مثل اور بے عیب مانا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ۔ (28)

(ترجمہ:) ”تیری کسی سے محبت (اس کے عیوب دیکھنے سے) اندھا اور (محبوب کا عیب سننے سے) بہرہ کر دیتی ہے۔“

اس حدیث کی شرح میں مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی لکھتے ہیں:

www.kitabosunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



''محبت کی ناقابل تردید دلیل اور صحیح معیار یہ ہے کہ محب کی آنکھ اور کان محبوب کا عیب دیکھنے اور سننے سے پاک ہو عقلِ سلیم کے نزدیک بھی محبت کا مرکز حسن و جمال ہے، یہ ممکن نہیں کہ محبت والی آنکھ کو محبوب کی ذات میں کوئی عیب نظر آجائے اور اگر کسی کو محبوب میں عیوب و نقائص نظر آتے ہیں تو وہ اپنے دعویٰ محبت میں جھوٹا ہے، محبت والی آنکھ کو عیب نظر نہیں آتا، اور حضور اکرم ﷺ تو بے عیب ہیں، اور جسے بے عیب میں عیب نظر آئے اس کا دعویٰ محبت کیوں کر درست ہوگا۔ حضور ﷺ تو محمد ہیں اور محمد کے معنی ہی بے عیب ہیں تو جس نے محمد ﷺ کے اندر عیب مانا اس نے محمد کو محمد نہیں مانا حضور کو محمد وہی مانتا ہے جو حضور کو بے عیب مانتا ہے۔''(29)

مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرَهُ. (30)

(ترجمہ:) ''جو کسی سے محبت کرتا ہے اکثر اس کو یاد کرتا ہے۔''

یاد کرنے اور یاد رکھنے میں بڑا فرق ہے، پھر کس طرح یاد کیا جائے، جیسے صحابہ کرام یاد کرتے تھے، ان کی حیات کا کوئی لمحہ یادِ رسول ﷺ کے بغیر نہ گزرتا، سفر و حضر، راحت و رنج، فرحت و انبساط، لیل و نہار ان کی خلوت ان کی جلوت ذکرِ حبیب سے خالی نہ رہتی، یادِ محبوب نے ان کو احکام محبوب سے غافل نہ کیا، زندگی میں آنے والا ہر مسئلہ کا حل وہ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہی میں تلاش کرتے اور وہاں اس کا جامع حل پاتے۔

محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ محبوب کے محبوبوں سے بھی محبت رکھی جائے، نبی اکرم ﷺ نے جن لوگوں سے محبت کی، جن مقامات سے محبت کی، جن اشیاء کو پسند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فرمایا ان سب سے محبت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا تقاضا ہے۔

شخصیات میں اہل بیت اطہار، ازواج مطہرات، صحابہ کرام مقامات میں مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، بیت المقدس، حجرِ اسود، مسجد قبا، احد پہاڑ، غارِ حراء وغیرہ۔

اس طرح معاملات زندگی میں اشیائے خورونوش اور دیگر ضروریات زندگی کی چیزیں، جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پسند فرمایا ان کی محبت بھی اہل ایمان کا شیوہ رہا ہے۔

ایک محب کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ اس کا محبوب اس سے خوش رہے اگر ہمیں نبی پاک سے سچی محبت ہے تو ہمیں یہ غور کرنا چاہیے کہ ہمارے کس طرح کے اعمال، کردار، معاملات، رویوں اور اخلاق سے نبی پاک کی فرحت حاصل ہوگی، کیونکہ اگر ہمارے کسی فعل سے ہمارے محبوب ہم سے ناراض ہو گئے تو دعویٰ محبت باطل ہوگا، اور محبت کا وہ معیار جو مطلوب ہے وہ مفقود ہو جائے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود ہی اپنی اداؤں پر غور کریں۔

ایک فوجی اپنی وردی سے پہچانا جاتا ہے، وردی بتاتی ہے کہ وہ کس شعبہ سے ہے، اس طرح ایک ڈاکٹر کا گاؤن، ایک وکیل کے گاؤن سے جدا ہوتا ہے، انہوں نے جو زیب تن کیا ہوتا ہے اس کے ہوتے ہوئے ان سے کسی کو ان کا شعبہ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہتی، لباس، مونوگرام یا کوئی اور خاص علامت زبان حال ؛ سے بزم حیات میں ان کی مصروفیت اور شعبہ سے آشنا کرتی ہے۔

عشاق ومحبین کی بھی اپنی خاص علامات ہوتی ہیں، اپنے مونوگرام ہوتے ہیں وہ اپنے محبوب جیسا بننے کی کوشش کرتے ہیں، ظاہر میں بھی، باطن میں بھی، خلوت میں بھی اور جلوت میں بھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علامہ قسطلانی، امام محاسبی کے حوالے سے علامات محبت کے متعلق لکھتے ہیں:

علامة المحبين كثرة الذكر للمحبوب على طريق الدوام، لا ينقطعون ولا يملون ولا يفترون، وقد أجمع الحكماء على أن من أحب شيئا أكثر من ذكره، فذكر المحبوب هو الغالب على قلوب المحبين لا يريدون به بدلا ولا يبغون عنه حولا، ولو قطعوا عن ذكر محبوبهم لفسد عيشهم، وما تلذذ المتلذذون بشيء ألذ من ذكر المحبوب۔ (31)

(ترجمہ:) ''محبوں کی علامت یہ ہے کہ وہ محبوب کا ذکر کثرت سے دائمی طور پر اس طرح کرتے ہیں کہ نہ تو کبھی ذکر سے جدا ہوتے ہیں، اور نہ کبھی چھوڑتے ہیں اور نہ کبھی کوتاہی کرتے ہیں، اور اہلِ دانش کا اس پر اجماع ہے کہ محبوب محب کے دلوں پر ایسا غالب ہوتا ہے کہ نہ تو وہ اس کا بدل چاہتے ہیں اور نہ ہی اس سے پھرنا، اور اگر ان کے محبوب کا ذکر ان سے جدا ہو جائے تو ان کی زندگی تباہ ہو جائے اور وہ کسی چیز میں لذت و حلاوت نہیں پاتے جو ذکر محبوب میں پاتے ہیں، ہر شے سے زیادہ حلاوت، لذت اور راحت ذکر محبوب سے حاصل ہوتی ہے''۔

اکابرین اسلام نے تفسیر، حدیث، سیرت، فقہ، تصوف یا دین اسلام کے کسی بھی پہلو کا ذکر کیا ہے اس کی بنیاد محبت رسول ہی تھی، فقہ کے حوالے سے امت مسلمہ کا ممتاز ترین نام حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا ہے، ان کی علمی و فقہی خدمات ایک طرف رکھ کر ذرا ان کے حالات زندگی کا مطالعہ کیجئے، ان کی تمام تر خدمات کے پیچھے حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی جذبہ نظر آئے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اسی طرح علم حدیث میں امام بخاری نمایاں ترین ہستی ہیں، ان کی کتاب کو بعد کتاب اللہ صحیح ہونے کا جو رتبہ ملا ہے وہ محبت رسول ﷺ ہی کا نتیجہ ہے۔

دنیائے تصوف کے امام حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے جو احیائے دین کی خدمت کی وہ بھی محبت رسول ﷺ ہی کا فیضان تھا۔

کس کس کا نام لیا جائے علماء ہوں یا خطباء، واعظین ہوں یا متکلمین، مصنفین ہوں یا مولفین، شہید ہوں یا غازی، سب ہی نے اپنے انداز اور اپنی استعداد کے مطابق محبت ہی کا اظہار کیا ہے، محبوب کا نام محبین جب سنتے ہیں تو کیا انداز ہو اس حوالے سے علامہ محاسبی فرماتے ہیں:

ومن علامات محبته صلی اللہ علیه وسلم تعظیمه عند ذکره، وإظهار الخشوع والخضوع والانکسار مع سماع اسمه۔ (32)

(ترجمہ:) ''نبی اکرم ﷺ کے ساتھ محبت کی علامات میں سے یہ ہے کہ آپ کے ذکر مبارک کے وقت آپ کی تعظیم کی جائے، اور خصوصاً آپ ﷺ کا نام مبارک سنتے وقت خشوع وخضوع اور عاجزی کا اظہار کیا جائے۔''

مزید لکھتے ہیں:

ومن علامات محبته صلی اللہ علیه وسلم أن یلتذ محبه بذکره الشریف ویطرب عند سماع اسمه المنیف۔ (33)

(ترجمہ:) ''اور یہ بھی آپ ﷺ کی محبت کی علامتوں میں سے ہے کہ آپ ﷺ کا محب آپ ﷺ کے ذکر شریف سے (روحانی) لذت وسرور پائے اور آپ ﷺ کا نام مبارک سنتے ہی خوش ہو جائے۔''

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ایک مومن کو جس قدر آپ ﷺ سے محبت ہوگی اس قدر ہی وہ اظہار کرے گا، غزوہ تبوک کے موقع پر انفاق کا اعلان سب اہل ایمان کے لیے تھا، سب نے اپنے کریم محبوب کی صدا پر لبیک کہا لیکن عشق کے رنگ جو صدیق و فاروق نے پیش کیے، تاریخ اسے کبھی فراموش نہ کر پائے گی اور ان کے جذبہ حبِ رسول ﷺ کو سلام پیش کرتی رہے گی، نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پر سب کو دعاؤں سے نوازا، جو جتنا لایا قبول کیا، سب کے اظہار چاہت کو نگاہ محبت سے دیکھا۔

صحابہ کرام ہر لمحہ حب رسول ﷺ میں اتنے سرشار رہتے تھے کہ آپ کی اتباع و رضا کا موقع تلاش کیا کرتے تھے، قرب کی وجہ سے وہ مزاج آشنا بھی ہو گئے تھے جو جتنا قریب تھا وہ اتنا ہی مزاج آشنا تھا، آپ ﷺ کا اشارہ، آپ ﷺ کے الفاظ کا مفہوم اور چہرہ مبارک کے تاثرات سے آپ ﷺ کی پسند و ناپسند کو سمجھ لیا کرتے تھے، عشق رسول کی تمازت ان کے چہروں سے عیاں ہوتی تھی، آپ ﷺ کو دیکھ کر ان کے سارے رنج، ملال اور کلفتیں دور ہو جاتی تھیں، دبستان عشق ہی سے یہ صدا آتی تھی کہ "كل مصيبة بعدك جلل"(34) (ترجمہ:) "یا رسول اللہ! آپ کے ہوتے ہوئے کسی آنے والی تکلیف کی پرواہ نہیں"۔

یہ سب ان کی اپنے کریم آقا سے محبت کے بیانیے، تقاضے اور اظہار کے رنگ تھے، احکامات شریعہ کی پابندی کے علاوہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ساتھ محبت کا کوئی مخصوص عمل متعین نہیں کیا، لیکن ہر صحابی آپ ﷺ کے ساتھ اپنے ذوق و وجدان کے ساتھ محبت کا اظہار کرتا، نبی اکرم ﷺ ہر ایک کے جذبہ محبت کو سراہتے اور تحسین کی نگاہ سے دیکھتے، نبی اکرم ﷺ سے عظمت توحید کا سن کر ایک صحابی خود ہی سورۃ اخلاص کو خاص کر بیٹھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى سَرِيَّةٍ. وَكَانَ يَقْرَأُ لِأَصْحَابِهِ فِي صَلَاتِهِمْ. فَيَخْتِمُ بِقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ. فَلَمَّا رَجَعُوا ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: سَلُوهُ لِأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذَلِكَ؟ فَسَأَلُوهُ. فَقَالَ: لِأَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمَنِ. فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَقْرَأَ بِهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَخْبِرُوهُ أَنَّ اللهَ يُحِبُّهُ. (35)

(ترجمہ:)''نبی اکرم ﷺ نے ایک سریہ کے لیے ایک صحابی کو مقرر کیا وہ جب اپنے ماتحتوں کو نماز پڑھاتے تو اختتام سورۃ اخلاص پر کرتے، جب صحابہ کرام واپس لوٹے تو انہوں نے اس کا ذکر نبی اکرم ﷺ سے کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے پوچھو کہ وہ کس وجہ سے ایسا کرتا ہے؟ صحابہ کرام کے پوچھنے پر اس نے کہا کہ اس لیے کہ اس میں رحمن کی صفات ہیں، پس اس وجہ سے مجھے پسند ہے کہ اسے پڑھوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اسے خبر دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔''

یہ ہے عشق و محبت کا جہان صرف ذکر کے بدلے ذکر ہی کا وعدہ نہیں بلکہ محبت کے بدلے میں بھی محبت کی جائے گی۔

اہل محبت نے آپ ﷺ کی ظاہری حیات تک ہی نہیں بلکہ ہر عہد میں اپنے محبوب کریم کی پسند وناپسند کا لحاظ رکھا، غذا، لباس، سفر، حضر، عادات، اخلاق رویہ، معاملات ہر پہلو، حیات کا ہر لمحہ کریم آقا کی محبت میں ان کے طریقوں کے مطابق بسر کرنے کی کوشش کی، جس نے جتنا محبت کا اظہار کیا وہ اتنا ہی خالق اور مخلوق کا محبوب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بنا اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

## محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اثرات:

خیر کا ہر جذبہ نہ صرف اثر دکھاتا ہے بلکہ اثر پذیر بھی ہوتا ہے، محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑی خیر ہے جس میں جتنا اضافہ ہوگا، جتنی بھی شدت آئے گی، اس کا مثبت اثر ہی ظاہر ہوگا، کیونکہ صرف یہی محبت ہے جو پاک ومنزہ ہے، محبت اگر سچی ہوگی تو اس کا اثر عمل سے بھی نظر آئے گا، لیکن بشری کمزوریوں کی وجہ سے اگر کہیں غلطی وکوتاہی ہو جائے گی تو اس سے محبت کی صحت پر اثر نہیں آئے گا، محبت کا جذبہ اپنی جگہ ٹھوس اور اٹل ہی رہے گا، گوکہ عملی کمزوری ناپسندیدہ ہے اس پر افسوس اور ندامت تو ہوگی لیکن لعن طعن کی ممانعت ہے۔

حضرت عمر فاروق سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللهِ، وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا، وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ، فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ القَوْمِ: اللَّهُمَّ العَنْهُ، مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَلْعَنُوهُ، فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ إِنَّهُ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ۔ (36)

(ترجمہ:) ''عہد رسالت میں عبداللہ نام کا آدمی جس کا لقب حمار تھا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو شراب پینے کی وجہ سے سزا دی، ایک دن پھر وہ ایسی حالت میں آیا تو حکم دیا کہ اسے سزا دو، ایک شخص نے کہا: اس پر اللہ کی لعنت ہو، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فرمایا: لعنت مت کرو، اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔"

محبت کے اثرات مختلف صورتوں میں سامنے آتے ہیں، کبھی امتحان وآزمائش کی صورت میں، کبھی فقر وفاقہ کی صورت میں، اللہ تعالی اپنے حبیب ﷺ کے چاہنے والوں کو اُن کے جذبۂ محبت کے مطابق آزماتا ہے، سچا محب بے خوف وخطر نتائج کی پرواہ کیے بغیر اپنے سفرِ عشق کو جاری رکھتا ہے، اور راہ میں آنے والے جانگسل مرحلوں سے بخوبی گزرتا ہے، اس امت کے اولین عشاق جنہوں نے نہ صرف عشقِ رسول میں جینا سیکھا، بلکہ محبتِ رسول ﷺ ہی میں دیارِ محبوب میں مرنے کا درس دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جب وقتِ وصال قریب آیا تو وصیت کی کہ مرنے کے بعد میرے وجود کو روضہ رسول ﷺ کے سامنے جا کر رکھنا اور عرض کرنا، یارسول اللہ! آپ کا یارِ غار حاضر ہے اگر اجازت ہو تو آپ ﷺ کے پہلو ہی میں دفن کر دیں، اگر اجازت ملے تو پہلو میں دفنا دینا، چنانچہ صحابہ کرام نے ایسا ہی کیا، جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وجود اقدس کو بارگاہِ رسالت میں لے جا کر اس طرح عرض کیا، جیسے کہا گیا تھا، تو روضہ اقدس سے آواز آئی۔

أدخلوا الحبيب إلى الحبيب. (37)

(ترجمہ:) "محبوب کو محبوب کے ساتھ ملا دو۔"

اس طرح اذن ملتے ہی ان کو نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (38)

(ترجمہ:)''اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت اور اپنے رسول کے شہر (مدینہ منورہ) میں موت نصیب فرما۔''

اہل محبت اپنا مزاج وفور محبت کی وجہ سے جدا ہی رکھتے ہیں، غلبہ محبت نے ان کی طبیعتوں پر اثر ڈالا ہوتا ہے کہ ان کا ہر عمل عقل کے زیرِ اثر نہیں بلکہ محبت کے زیرِ اثر ظہور میں آتا ہے، کیونکہ عشاق سود وزیاں سے بے نیاز ہوتے ہیں:

ایک انصاری کھیتوں میں کام کر رہے تھے، کسی نے آکر بتایا کہ آپ کو نہیں معلوم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے، اور آپ دنیا سے چلے گئے، وہ یہ سن کر اشک بار ہوئے، اور غم زدہ لہجے میں بارگاہ الٰہی میں عرض گزار ہوئے، یا اللہ! ان آنکھوں نے تیرے حبیب کا چہرہ دیکھا ہے، اب یہ کسی اور کو نہ دیکھیں، یہ کہنا تھا کہ فوراً نابینا ہو گئے۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داستاں کا ایک منظر جمال ذکر بلال بھی ہے، ذات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فریفتہ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کشتہ مکہ کی سنگلاخ وریتلی تپتی گلیوں میں جب پھیرایا جاتا تھا، تو کس کی محبت کے جام اس کے قالب وروح کو سیراب کرتے۔

اقبال کس کے عشق کا فیض عام ہے  رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

(اس شعر میں رومی سے مراد سلطنت روم کا فرمارواہے اور حبشی سے مراد حضرت بلال حبشی ہیں)

جی ہاں! یہی بلال وصالِ یار کے بعد دیدار یار کی مہجوری کے غم میں اس شہر خوباں سے کوچ کر گیا، ماہ وسال گزرتے گئے، جب اس عاشق صادق کے وصال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کا وقت قریب آیا تو وفا شعار بیوی تڑپ کے بولی، "واحزناہ" ہائے غم! آپ نے فرمایا: "واطرباہ" بہت خوشی کا مرحلہ ہے، "غدًا ألقى الأحبّة محمدًا وحِزبَهُ" کل میں اپنے محبوب کریم ﷺ اور ان کے اصحاب سے ملاقات کروں گا۔ (39)

محبتِ رسول ﷺ کا کیا اثر ہے کہ موت کے لمحات کو بھی سیلیبریت (Celebrate) کیا جا رہا ہے، قلوب جب محبتِ رسول ﷺ سے معمور ہوں گے تو حزن وملال یا خوف ورنج کا وہاں کیا کام! محبوب کے محبوبوں کی یاد بھی راہِ محبت میں اکسیر کا کام کرتی ہے۔ قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

عبیدہ بنت خالد بن معدان سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا جب خالد (ان کے والد) رات کو اپنے بستر پر آتے تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ مہاجرین وانصار سے اپنی محبت کا ذکر نام لے کر یاد کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے یہ لوگ میری اصل ہیں، ان کی طرف میرا دل کھچ رہا ہے اور ان سے ملاقات کی تمنا طویل ہوگئی ہے، اے خدا! جلد میری روح کو قبض کر، پھر روتے اور آہ وزاری کرتے رہتے، یہی کلمات ان کی زبان پر جاری رہتے یہاں تک کہ نیند غلبہ کر لیتی۔ (40)

بدر واحد حق وباطل کا معرکہ تھے، لیکن کفر کا سامنا اس وقت قوت عشق سے تھا، عشق ہر شے کو خس وخاشاک کی طرح بہا لے جاتا ہے، کفار کے مقابلے میں جنگی سازوسامان سے مسلح ہو کر نکلنا اور استعداد کے مطابق تیاری کرنا ہی شریعت کا تقاضا ہے، میدانِ بدر کے مناظر پر دنیا آج بھی حیران ہے کہ گنتی کے چند لوگوں کو جو بے سروسامانی کے عالم میں تھے، آلات حرب تو ایک طرف، جسم پر مکمل لباس بھی نہ تھا، ایک لشکرِ جرار، جس کے پاس ہر طرح کی جنگی قوت موجود تھی، کو زیر کر گئے اہل ایمان کو تو سمجھ آ گئی کہ ہر طرح کی مادی قوت اگر کسی قوت کے سامنے ڈھیر ہو سکتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے تو وہ عشق و محبت ہی کی قوت ہے لیکن اہل عقل ابھی تک محوِ تماشائے لب بام ہیں۔

ایسا ہی ایک معرکہ کربلا کا تھا، لوگ کہتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نہتے تھے، کیا جس کے پاس عشق و محبت کی لازوال دولت ہو وہ نہتا ہے؟ نہتے، تہی داماں، بے سروسامان تو وہ مقابل تھے، جو متاعِ قلیل پر بھروسہ کیے ہوئے تھے، وقت نے فیصلہ کر دیا کہ نہتا کون تھا؟ مرقدِ حسین آج بھی عشق کی خیرات بانٹ رہا ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ ان آثار و اقدار کے انہدام کے خلاف تھا جن سے بوئے یار آتی تھی۔ محبتِ رسول ﷺ کے وہ رنگ جو معاشرے کی ہر جہت میں نظر آتے تھے، آج جب ان رنگوں پر ذاتیات و ہوائے نفسانیہ کی دھند کے بادل نظر آئے تو حضرت حسین سے یارائے ضبط نہ رہا، اور وہ اپنے پورے خاندان کو لے کر میدان میں آ گئے، کیا میدانِ کارزار میں کوئی اپنی بہن، بیٹی، بیوی اور شیرخوار بچوں کو لے کر آتا ہے؟ حسینی قافلہ، قافلہ عشق تھا، اور عشق جب غالب ہو تو پھر وہ دنیا کو عمل کی نئی جہات سے متعارف کرواتا ہے، جذبہ عشق و محبت نے ہی اس میدان میں فتح و شکست کے عنوان بدل دیئے، حضرت حسین نے بتا دیا کہ کارزارِ شمشیر و سناں اور ہے، کارزارِ محبت اور ہے، جسم کٹ جانے سے اگر عشق کی فتح ہوتی ہے تو یہ گھاٹے کا سودا نہیں، میدان کربلا میں جو عشقِ رسول کے مناظر خانوادۂ رسالت نے دکھائے وہ ان ہی کا طرّہ تھا، وہ ان ہی کا امتیاز تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جذبہ عشقِ رسول ﷺ کا اظہار ایک نئے ولولے، تازگی اور مکمل توانائی کے ساتھ کیا، اہل علم سے یہ امر پنہاں نہیں کہ اس واقعہ کے بعد حبِ رسول ﷺ کی ہر جہت میں اظہار کے لیے حضرت حسین کو ہی قافلہ سالارِ عشق تسلیم کیا گیا، اور ان ہی کے منہج پر کامیابیاں حاصل کیں، بالخصوص صوفیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرام، جنھوں نے مناظرانہ ومجادلانہ اسلوب کو اختیار نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس عشق ومحبت ہی کا طریقہ اپنایا، محبت رسول ﷺ ہی کو عام کیا اور محبت فاتح عالم کے مصداق جہاں جہاں گئے حق وصداقت کا پھریرا بلند کرتے گئے۔

سچ کہا تھا علامہ اقبال نے کہ:

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولین ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بت کدۂ تصورات
صدق خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

❖❖❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# مصادر ومراجع


(1) ابوالفضل محمد بن مکرم الافریقی ،لسان العرب، دار صادر، بیروت، 1414ھ، ج1، ص:289

(2) الزبیدی، محمد بن محمد مرتضیٰ، تاج العروس من جواہر القاموس، دار الہدایۃ، بدون التاریخ، ج2، ص:212

(3) الثعالبی، ابومنصور عبد الملک بن محمد، فقہ اللغۃ وسر العربیۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1422ھ، ج1، ص:124

(4) الجوہری، ابونصر اسماعیل بن حماد، الصحاح، دار العلم، بیروت، 1984ھ، ج 4، ص:1525

(5) الھروی، ابومنصور محمد بن احمد، تہذیب اللغۃ، دار احیاء التراث العربی بیروت، 2001ھ، ج1، ص:118

(6) منصور پوری، قاضی محمد سلیمان، رحمۃ للعالمین، عبد اللہ اکیڈمی لاہور، 2012ء، ص:537

(7) قاضی عیاض، ابوالفضل عیاض بن موسیٰ، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، دار الفکر الطباعۃ والنشر والتوزیع۔ مطبوع:1988ء۔ ج1، ص156

(8) البقرہ2:65

(9) آل عمران3:31

(10) بخاری، الصحیح، ج1، ص14، رقم:15


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(11) القرآن:195:2

(12) القرآن:146:3

(13) صحیح البخاری، رقم الحدیث:6040

(14) البقرہ13:2

(15) الاحزاب،6:33

(16) التوبہ،24:9

(17) مالکی، قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، مترجم: غلام معین الدین نعیمی، شبیر برادرز لاہور، 2004ء، ج2،ص:30۔31

(18) قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، تفسیر القرطبی، دارالشعب، القاہرہ، مصر۔ ج18، ص83

(19) ترمذی، السنن، ج5، ص587، رقم:3616

(20) توکلی، تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص9

(21) بخاری، الصحیح، ج2، ص539، رقم:1411

(22) صحیح البخاری، رقم الحدیث:3688

(23) صحیح البخاری، رقم الحدیث:6171

(24) صحیح البخاری، رقم الحدیث:6167

(25) صحیح البخاری، رقم الحدیث:6168

(26) بخاری، الصحیح، باب علامۃ حب فی اللہ عزوجل، رقم:5816

(27) قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ج2، ص23

(28) ابوداود، السنن، ج4، ص334، رقم:5130

(29) اوکاڑوی، مولانا محمد شفیع، ذکر جمیل، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، 2005ء، ص28-30

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(30) سخاوی، ابوالخیر محمد بن عبدالرحمن، المقاصد الحسنہ ، دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان۔ مطبوع:1985ء۔ص619، رقم:1050

(31) قسطلانی، احمد بن محمد بن ابی بکر، المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ، المکتبہ التوفیقیہ، مصر۔ (س۔ن)۔ج2، ص637

(32) ایضاً

(33) قسطلانی، احمد بن محمد بن ابی بکر، المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ، المکتبہ التوفیقیہ، مصر۔ (س۔ن)۔ج2، ص643

(34) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج4، ص50

(35) صحیح مسلم، رقم الحدیث:1890

(36) صحیح البخاری، رقم الحدیث:6780

(37) رازی، فخر الدین،، التفسیر الکبیر، ج21، ص74۔

(38) صحیح البخاری، رقم الحدیث:1890

(39) قاضی عیاض، الشفاء، ج2، ص23

(40) قاضی عیاض، الشفاء، حصہ دوم، ص:34۔ 35، (شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے دیکھئے، مدارج النبوت، ج1، ص:385۔386)

❖❖❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# (4) تعلیم وتزکیہ

- تعلیم وتزکیہ کے مفاہیم
- تعلیم کی ضرورت واہمیت
- تعلیم وتزکیہ کا نبوی منہج
- عصری تعلیمی مسائل

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



انسان کا بنیادی وصف جو اس کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتا ہے وہ اس کا علم وشعور ہے۔ ایک باشعور اور ذی علم انسان اپنی اسی صفت علم کی وجہ سے دیگر انسانوں میں نمایاں ہوتا ہے۔ اس کے نمایاں ہونے کی وجہ اس کا اپنے علم کی وجہ سے حقائق کی زیادہ معرفت رکھنا ہے اور جو حقائق کی معرفت زیادہ رکھتا ہوگا وہ احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ ادا کرنے کے ساتھ تخلیق کائنات وانسان کے مقاصد سے آشنا ہو کر زندگی کا نصب العین پالے گا علم کے بغیر زندگی چراغ بے نور کی مانند ہے۔ حصول علم انسانی حیات کے بنیادی وظائف میں سے ہے۔

علم جب تک کسی مقصد سے جڑا نہ ہوگا اس کا حصول نفع بخش نہیں ہوسکتا۔ دین میں علم کو تزکیہ سے مشروط کیا گیا ہے۔ تعلیم وتزکیہ بعثت نبوت کے بنیادی فرائض میں سے ہے۔ ذیل میں علم وتزکیہ کی کچھ تعریفات پیش کی جارہی ہیں تاکہ اس کے مفاہیم ومقاصد سمجھنے میں آسانی ہو۔

## علم وتزکیہ کے مفاہیم

علامہ ابن منظور افریقی علم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والعلم: نقیض الجهل وعلام وعلامة إذا بالغت في وصفه بالعلم أي عالم جدا.(1)

(ترجمہ:) ”علم کی ضد جہالت ہے اور علامہ اس شخص کو کہتے ہیں جو وصف علم رکھتا ہو۔“

علم کی تعریف کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

العلم إدراك الشيئ بحقيقته وذلك ضربان: أحدهما إدراك ذات

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



الشیئ. والثانی الحکم علی الشیئ بوجود الشیئ ھو موجود له.[2]

(ترجمہ:) ''علم کسی چیز کی حقیقت کے ادراک کا نام ہے اور یہ دو طرح سے ہے۔ ایک یہ ہے کہ کسی چیز کا ادراک اور دوسرا یہ کہ کسی چیز پر کسی دوسری کی موجودگی میں حکم لگانا جو اس کے لیے موجود ہے۔''

امام جوہری علم کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعلمت الشیئ أعلمه علما: عرفته.[3]

(ترجمہ:) ''کسی شے کو جاننا، اس کا علم رکھنا اور اس کو پہچاننا ہے۔''

مذکورہ بالا تعریفات سے علم کی یہ تعریف سامنے آئی کہ:

کسی شے کو جاننا، اس کی پہچان رکھنا علم کہلاتا ہے اور جس میں یہ صفت ہو اس کو علامہ کہتے ہیں۔ یعنی علم والا یا عالم کہتے ہیں۔ علم کی ضد جہالت ہے، نہ جاننا جہل ہے اور جاننا علم ہے۔

ایسے ہی لفظ تزکیہ کی تعریف کرتے ہوئے ابن منظور افریقی لکھتے ہیں کہ:

زکاء: الزکاء، ممدود.[4]

(ترجمہ:) ''تزکیہ کا مادہ 'ز، ک، ا' ہے اور اس کا معنی بڑھانا، نشوونما کرنا ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

والزکاة: زکاة المال معروفة وھو تطھیرہ.

(ترجمہ:) ''اور زکوۃ کہتے ہیں جو مال معروف (نصاب کے مطابق) کی زکوۃ ہوتی ہے یعنی اس کو پاک کرنا۔''

تطھیر للمال وإصلاح ونماء.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(ترجمہ:)''مال کی پاکیزگی، اصلاح اور نمو (بڑھوتری) کے عمل کو زکوۃ کہتے ہیں۔''

فالزکاۃ طھرۃ للأموال وزکاۃ الفطر طھرۃ للأبدان۔ (5)

(ترجمہ:)''پس زکوۃ (ایک مخصوص نصاب) مال کو پاک کرنا ہے اور روزہ بدن کو پاک کرتا ہے۔(یعنی جسم کی زکوۃ ہے)۔''

امام جوہری نے بھی 'زکا' کی تعریف بڑھانا، نشوونما کرنا ہی لکھی ہے۔ (6)

تزکیہ کا مادہ زکا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شے کی نشوونما کرنا، بڑھانا۔ نشوونما کا عمل بغیر حفاظت کے ممکن نہیں اور یہ عمل ارتقا کا بھی متقاضی ہے۔

انسان کو حواس اور شعور کا عطا ہونا پھر ان کا صفت علم سے جڑ کر حقائق کی معرفت حاصل کرنا ہی اس کے حواس وشعور ودیعت کیے جانے کا مقصد ہے۔ پھر حواس کی فعالیت اور شعور کی جیسے جیسے نشوونما ہوتی جائے گی ان میں پختگی کے ساتھ ایقان کا حصول بھی ممکن ہوگا۔ نشوونما یعنی تزکیہ ایک اور عمل کی طرف بھی دلالت کرتا ہے وہ ہے تہذیب کرنا، یعنی اصلاح کا عمل، کانٹ چھانٹ کرنا تاکہ صفت علم کی نمو اور ارتقاء کہیں جمود نہ اختیار کر لے کیونکہ جمود اور ارتقائی عمل کا رکنا یہ صفتِ علم کے زوال کا سبب ہوتا ہے۔

## علم کی ضرورت و اہمیت

اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر ہر انسان میں تجسس کا مادہ رکھا ہے۔ ایک بچہ جیسے جیسے شعور کی منزلوں میں قدم رکھتا جاتا ہے اشیاء اور معاملات وغیرہ کے حوالے سے وہ سوال کرتا ہے۔ اس کا سوال کرنا اپنے تجسس کی تسکین کے لیے ہوتا ہے کہ وہ جس چیز کو نہیں جانتا اس کو جاننا چاہتا ہے۔ اس طرح جاننے کا عمل سن شعور کی ابتداء سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وصال تک رہتا ہے۔ جاننے کے عمل کی مختلف جہات ہیں۔ ایک جہت ہے معلوم سے نامعلوم کی طرف پھر ایک جہت ہے معرفت سے مشاہدہ کی طرف اور پھر مشاہدہ تجربہ کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی طرح عین الیقین سے حق الیقین کا سفر ہے۔ انسان کو جب تک اشیاء کا علم نہ ہوگا اس وقت تک ان کے استعمال کا طریقہ اور سلیقہ نہیں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا تو پہلے ان کو ہر شے کا علم عطا کیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا۔ (7)

(ترجمہ:) ''اور (اللہ تعالیٰ نے) آدم (علیہ السلام) کو ہر چیز کے نام کا علم عطا کیا۔''

لفظ 'کل' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس میں تمام کائنات کی اشیاء شامل ہیں اور اس سے بھی واضح ہوا کہ دنیا کی اشیاء اور معاملات کا علم سیکھنا بھی ضروری ہے تاکہ ان کے خواص و فوائد اور مثبت و منفی پہلوؤں کے بارے میں شعور حاصل ہو۔ اللہ کی نعمتوں اور اس کی تخلیقات کی معرفت، معرفت الٰہیہ ہی کی طرف جانے کی سبیل ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو ہر شے کے نام کا علم عطا کر کے ان کی ملائکہ پر برتری ثابت کی اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا آغاز لفظ 'اقراء' سے کیا۔ حکم تو یہ ہے کہ ہر کام کا آغاز اللہ کے نام سے کیا جائے لیکن نزول قرآن کا پہلا لفظ یہ درس دیتا ہے کہ بغیر پڑھے اللہ کی اور اس کے احکام کی معرفت ممکن نہیں۔ اقراء فرما کر انسان کو اس کے مقصد تخلیق کی طرف بھی توجہ دلائی کہ پڑھو گے تو بندگی کا حق ادا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرنے کے قابل ہو جاؤ گے اور حصول علم ہی سے خالق و مخلوق کے ساتھ معاملات کی جہات واضح ہوں گی۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیاء کرام جامع صفات و کمال کے حامل تھے۔ انبیاء کرام کے بنیادی اور نمایاں اوصاف میں ان کا عالم ربانی ہونا ہے اور ہر نبی اپنے عہد اور قوم میں اپنے علم و فضل کے اعتبار سے فائق ترین ہستی ہوتی تھی۔ علم و فضل کا یہ سلسلہ اپنے کمال تک جب پہنچا جب غار حراء سے اقراء کی صدا شرق و غرب میں پہنچی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلم انسانیت کا تاج پہنا کر مبعوث کیا گیا۔

قرآن کریم میں علم و فضل کے اعتبار سے بندوں کو تین ذرائع بتائے گئے ہیں:

1۔ اقراء 2۔ تفکر و تدبر

3۔ تسخیر

اقراء کی تلقین مدارج تعلیم طے کرنے کی طرف راغب کرتی ہے۔ اقراء وہ واحد سرگرمی ہے جس کی انتہاء کوئی نہیں۔ اقراء سے اگلا مرحلہ تفکر و تدبر ہے کہ جو کچھ پڑھا سیکھا ہے اس کی سمجھ کتنی آئی ہے، استنباط کا ملکہ کتنا ہے، مسائل و معاملات کے حل کی صلاحیت و استعداد کتنی ہے اور پھر نئے پیش آمدہ حالات و واقعات کے بارے میں رائے کیا قائم ہوئی۔ تیسری بات جو اقراء کا اثر یا ثمر ہے وہ تسخیر ہے یعنی غلبہ حاصل کرنا، قابو پالینا ہے۔ واضح ہوا کہ علم، تسخیر کی قوت عطا کرتا ہے اور پھر ہر ایک کو غلبہ و قوت اتنی ہی حاصل ہوگی جتنا علم کا حصول و فروغ اُس کی ترجیحات میں شامل ہوگا علم ہی حقائق کو منکشف کرنے کے ساتھ دریافت و ایجاد کی طرف لاتا ہے۔

اقراء کے بعد تفکر و تدبر مشاہدہ و تجربہ ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے:

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ. (8)

(ترجمہ:) ''کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ کسی طرح تخلیق کیا گیا ہے۔''

'یَنظُرُونَ' مشاہدہ کی طرف راغب کرتا ہے۔ اونٹ کی بناوٹ اس کی ساخت، اس کا کئی کئی دن کچھ کھائے پیئے بغیر صحراؤں بیابانوں میں محوسفر رہنا، ان سب کا مشاہدہ بندے کو اللہ کی تخلیق کی معرفت عطا کرتا ہے۔

پھر اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ. (9)

(ترجمہ:) ''بے شک آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق میں رات اور دن کے آنے جانے میں اہل عقل کے لیے نشانیاں ہیں۔''

زمین وآسمان کی تخلیق اور لیل ونہار کے بدلنے میں 'اولی الالباب' (عقل مندوں) کے لیے نشانیاں ہیں۔ اس آیت میں بڑے واضح اشارے موجود ہیں۔ پہلی بات تو یہ کی کہ علم کا اظہار عقل کے ذریعے ہوتا ہے۔ یہاں انسانی عقل کو دعوت تفکر اور مشاہدہ دی جارہی ہے۔ اس کی سوچ کے طائر کو آفاقیت سے آشنا کیا جارہا ہے کہ تیری عقل کی جولان گاہ حدود وقیود سے ماوراء ہے۔ پھر زمین وآسمان کے فوائد اور لیل ونہار سے انسانی حیات کے ضابطوں کا مقرر ہونا سمجھ آئے گا اور ان کے پیچھے اس زبردست خلاق ومنتظم کی صناعی کی حکمتیں بھی عیاں ہوں گی۔

ایک انسان زندگی میں کوئی بھی معاش کے لیے ذریعہ اپنائے جب تک اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علم و تجربہ نہ ہو گا اس میں کامیابی و تسخیر ممکن نہیں۔ اسی طرح ایک انسان کے دیگر انسانوں سے معاملات کے ضابطے، تمدنی زندگی و عائلی زندگی پھر نسلِ نو کی آبیاری عقل کے اعلیٰ ظہور کے بغیر ممکن نہیں اور عقلِ مجرد کا عقلِ سلیم بننا علم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور علم بھی وہ جو مقصدیت سے جڑا ہو جو کہ تفکر و تدبر اور تسخیری قوتوں سے مالا مال ہو۔

## تعلیم و تزکیہ کا نبوی منہج

قرآن کریم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب رفیع کے لیے دو بلیغ اصطلاحات بیان کی ہیں:

1۔ "یعلمھم الکتاب والحکمۃ" کہ وہ تعلیم دیتے ہیں کتاب و حکمت کی۔ 2۔ "یزکیھم" اور وہ پاک کرتے ہیں:

قرآن کریم میں ان دونوں اصطلاحات کا ذکر چند مقامات پر آیا ہے۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر 164 میں "یزکیھم" کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور "یعلمھم" کا ذکر بعد میں آیا۔ اور سورۃ البقرہ آیت نمبر 129 میں "یعلمھم" کا ذکر پہلے کر کے اور پھر "یزکیھم" کا ذکر کیا گیا ہے۔

ان اصطلاحات کا ایک ساتھ ذکر کر کے یہ اصول دیا جا رہا ہے کہ تعلیم کا بنیادی مقصد تزکیہ نفس ہے۔ تزکیہ نفس کیا ہے افکار و احوال کی تہذیب و تربیت کا نام ہے۔ ایک شخص علمی انکشافات، ایجادات اور دریافتوں کی دنیا آباد کر دے لیکن اگر اس سے اس کا مقصد، علمی شان و شوکت کا اظہار ہو تو پھر اس کا مقصد یہی ہو گا جس کا اس کا اس نے اظہار کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انسان کی تمام علمی کاوشوں کی بنیاد خشیتِ الٰہی قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔ (10)

(ترجمہ:) ''بے شک اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں اہل علم ہی (زیادہ) ڈرتے ہیں۔''

خشیت الٰہی نہ صرف علم کا نظری پہلو ہے بلکہ اس سے یہ امر بھی واضح ہو رہا ہے کہ جیسے جیسے علم میں رسوخ حاصل ہوتا جائے گا اس کا اثر خشیت کی صورت میں سامنے آئے گا۔ دوسرا پہلو جو علم کے حوالے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا وہ ہے تشکیک کا خاتمہ۔ علمی سرگرمیوں میں جب بندہ مشاہدات و تجربات کی دنیا سے گزرتا ہے تو علم کے نظری پہلو اب ایقانی پہلوؤں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ وہ فکر جو اپنے علم و مشاہدہ کی اساس محض عقل کو قرار دے کر علمی مساعی میں مصروف رہتی ہے وہ محروم ہی رہے گی۔ ان کی یہ محرومی ان کو شک و ارتیاب میں مبتلا کرتی ہے جب ان کو خود ایقان حاصل نہیں ہوا تو وہ پھر مسلّمات (Proved realities) کے بارے میں تشکیکات (Suspicions) کے دروازے کھولتے ہیں۔ بنو عباس کے عہد میں جب یونانی فکر و فلسفہ مسلم دنیا میں آیا تو کچھ ایسی ہی صورت حال پیدا ہوئی جس کے رد میں حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی (505م) نے التہافۃ الفلاسفہ، المنقذ من الضلال اور احیائے علوم الدین لکھ کر نہ صرف مذموم علمی مساعی کا رد بلیغ کیا بلکہ مسلمات کے حوالے سے تشکیک کا بھی خوب خاتمہ کیا۔ اسی طرح اس عہد میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین محمد بن عمر السہروردی نے رشف النصائح الایمانیہ و کشف الفضائح الیونانیہ لکھ کر احقاق حق اور ابطال باطل کا بڑے اعلیٰ و علمی انداز میں فریضہ ادا کیا۔ ان بزرگوں نے اسوہ حسنہ کے منہج ہی پر اپنی جملہ تصانیف میں اسالیب اختیار کر کے "إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ" کے مصداق اپنے رسوخ فی العلم اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تین الیقین کی صلاحیتوں و کیفیات کے مطابق صحیح سمت رہنمائی کی۔ حضور اکرم ﷺ کی مشہور حدیث: "العلماء ورثة الأنبياء"(11) "علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں۔" یقیناً علماء انبیاء اکرام کے منہج علمی ہی کے وارث ہیں جس طرح انبیاء کرام شک وارتیاب کی دنیا سے نکال کر حق ویقین کی دنیا میں لاتے ہیں یہی فریضہ علمائے ربانیین کی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے۔

علم کی مقصدیت کے بعد حضور اکرم ﷺ نے معلم کے فرائض، متعلمین کی تربیت اور نصاب کے حوالے سے اصول وضوابط عطا کیے اسی طرح اگر علم کے نظری پہلوؤں کے بعد اس کے عملی پہلوؤں کو دیکھا جائے تو بنیادی طور پر اس کے ارکان ثلاثہ سامنے آتے ہیں جو یہ ہیں، معلم، متعلم اور نصاب۔ معلم کے حوالے سے حضور اکرم ﷺ یہ اسوہ دیا کہ ایک باعمل معلم ہی حقیقی معنوں میں داعی، مبلغ اور مدرس ہوتا ہے جو بذات خود بھی علم سے بہرہ یاب ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی علمی منفعتوں سے مالا مال کرتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا یہ دعا فرمانا: "اللّٰهم إني أسئلك علما نافعا"(12) "اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع کا سوال کرتا ہوں" سے مراد یہی ہے کہ علم کا حصول اور اس کا فروغ انفرادی اور اجتماعی منفعت کے لیے ہو اور ایک عالم دین حصول نفع کے لیے کبھی آخرت اور رضائے الٰہی کو فراموش نہیں کرے گا۔

اسی طرح ایسا علم جو نفع نہ دے اس کے حوالے سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ من الأربع: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مَنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ. وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ. وَمَنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ. وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



يُسْتَجَابُ لَهَا۔ (13)

(ترجمہ:) ''اے اللہ! میں چار چیزوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ ان میں سے ایک ایسا علم جو نفع نہ دے بھی ہے اور ایسا نفس جو سیر نہ ہو، اور ایسا دل جس میں خشوع وخضوع نہ ہو اور ایسی دعا جو قبول نہ ہو۔''

نفع اندوز ہونے اور نفع رسانی کے مختلف پہلوؤں میں نفع کی پہلی صورت اپنی ذات کو سنوارنا ہے۔ علم کی مختلف جہات کا ظہور انسان کی شخصیت اور معاملات سے ہوتا ہے۔ نفع کی دوسری صورت علم کی تشہیر واشاعت ہے، اس کا کوئی بھی ذریعہ ہوسکتا ہے۔ ہر عہد میں علمائے اسلام نے علمی نفع رسانی کے پیش نظر فروغ علم کے لیے تمام ممکنہ اور دستیاب وسائل کے مطابق بھرپور مساعی سے علم نافع کا فروغ کیا۔ یہ ایک ایسا پسندیدہ عمل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔ (14)

(ترجمہ:) ''انسان جب مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے۔ ایسا علم جو نفع دے، ایسی نیک اولاد جو دعا کرے اور صدقہ جاریہ۔''

ایک انسان کے علم کے نفع سے دوسروں کو بہرہ یاب کرنے کی سعی کا مسلسل اس کو فائدہ ملتا رہے گا جس سے وہ عالم دنیا، عالم برزخ اور عالم آخرت ہر مقام پر مستفید ہوگا۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک حصول علم، نفع بخش علم اور فروغ علم کی کتنی اہمیت ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



العلم سلاحی۔ (15)

(ترجمہ:) ''علم میرا ہتھیار ہے۔''

ہتھیار کا اولین مقصد حفاظت و دفاع ہے۔ پھر ہر عہد میں حفاظت و دفاع کے ذرائع کا تنوع اختیار کرنا ایک زمانی اور فطری امر ہے۔ پھر دفاع کس شے کا کرنا مقصود ہے؟ اس میں سب شامل ہے۔ سلاح کی ایک صورت حیات انسانی کا دفاع کرنا ہے۔ ایک صورت ایمان، عقل، مال، نسل کی حفاظت کرتی ہے۔ ایک صورت تاریخ، تہذیب، تمدن اور روایات کی حفاظت کرتی ہے، ایک صورت منفی پروپیگنڈہ کا جواب دیتی ہے، ایک صورت صلاحیتوں کے جوہر کو آنے والی نسلوں کو منتقل کرتی ہے، ایک صورت اپنے ماضی سے جڑ کے، حال کو سامنے رکھتے ہوئے مستقبل کی حکمت عملی تیار کرتی ہے۔

یہ تمام صورتیں دیگر اقوام کو مرعوب کریں گی۔ قرآن کریم نے جو حکم دیا کہ:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ۔ (16)

(ترجمہ:) ''اور (اے مسلمانو!) ان کے (مقابلے کے) لئے تم سے جس قدر ہو سکے (ہتھیاروں اور آلاتِ جنگ کی) قوت مہیا کر رکھو اور بندھے ہوئے گھوڑوں کی (کھیپ بھی) اس (دفاعی تیاری) سے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو ڈراتے رہو اور ان کے سوا دوسروں کو بھی''

استعداد و قوت میں صرف اسلحہ کی چیزیں شامل ہونا نہیں ہے بلکہ ہر جہت سے مسلح ہونا ہے تاکہ جس جہت سے بھی حملہ ہو وہاں سے حفاظت و دفاع ممکن ہو سکے۔ تلوار کا مقابلہ تلوار سے، لفظ کا مقابلہ لفظ سے، فکر کا فکر سے۔ جس نہج سے حملہ ہو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انداز سے جواب دینا ہی اسوہ حسنہ ہے۔غزوہ احد میں جب لڑائی کے اختتام پر حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم ایک پہاڑ پر تھے تو جناب ابو سفیان نے اپنے عقیدہ کے مطابق جملے کہے اس وقت حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر کو جناب ابوسفیان کے باطل جملوں کا جواب حقانیت اسلام کے مطابق دینے کی تلقین کی۔[17] اس سے یہ واضح ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی علمی انداز سے کس طرح تربیت کی ہوئی تھی اسی طرح جب دیگر قبائل کے لوگ اپنی برتری یا کسی اور حوالے سے اشعار کہتے یا خطاب کرتے تو ان کے معارضہ کے لیے بھی نبی اکرم ﷺ نے شعراء اور خطباء کی تربیت کی ہوتی تھی۔

العلم السلاحی جوامع الکلم کا شاہکار ہے۔یہ دو جملے اپنے اندر علم وحکمت کا جہان لیے ہوئے ہیں۔عصری معاشروں میں جب مستشرقین کی طرف سے دین اسلام، ذات رسالت پر اعتراضات کیے جاتے ہیں تو ان کا جواب علم ودانش کے بغیر ممکن نہیں۔اعتراضات جس زبان میں کیے جاتے ہیں اس زبان کو سیکھا جائے پھر ان کا تجزیاتی مطالعہ کر کے ان اعتراضات کی لغویت کو واضح کرنا ہی خدمت اسلام ہے اور یہی اسوہ حسنہ کے مطابق علم ودانش کا اظہار ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فروغ علم کے لیے واقعات، قصص، امثال، عبر و نصائح، ترغیب وترہیب اور تبشیر وانذار کے ذریعے طلبہ کی تربیت کی۔آپ ﷺ کا تدریسی انداز نہایت سہل، سنجیدہ، بارعب، واضح، مخاطب کے شعور کے مطابق ہوتا جس میں طلبہ کی آمادگی، نفسیات اور عزت نفس کا لحاظ رکھا جاتا۔دوران تدریس ماضی کے واقعات، حالات حاضرہ اور مستقبل کے حوالے سے حکمت آفریں نکات ہوتے اور ساتھ ہی قومی و بین الاقوامی مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے ذہن سازی بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی جاتی۔

یہی وجہ ہے کہ عموماً حضور اکرم ﷺ جب گفتگو فرماتے تو صحابہ کرام اس طرح سماعت کرتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ (18)

نبی اکرم ﷺ نے حصول علم کو فریضہ قرار دیا ہے۔ حصول علم کے فریضہ ہونے کے حوالے سے اہل علم کی اس حوالے سے آراء میں بڑا تنوع پایا جاتا ہے کہ کون سا علم حاصل کرنا فریضہ ہے؟ پھر کس درجہ تک حصول علم فریضہ ہے؟ علم کون سا ہو؟ کس درجہ تک ہو؟ ذرائع کیا ہوں وغیرہ۔ فی الحقیقت یہ ذیلی موضوعات ہیں اصل موضوع یہ ہے کہ حصول علم کا مقصد کیا ہے؟ اسوہ حسنہ سے ہمیں یہی اصول واضح طور پر ملتا ہے کہ حصول علم کا مقصد احکامات الٰہیہ کی معرفت ہے۔ اس معرفت کے ذیل میں بندے کو اپنی تخلیق کا مقصد اور اپنے حقوق وفرائض کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

حصول علم اور شے ہے اور حصول روزگار اور شے ہے۔ ممکن ہے کسی بندے کا رزق اس کے حصول علم سے جڑا ہو اس میں فی نفسہ کوئی قباحت نہیں لیکن اسوہ حسنہ کا منہج حصول علم کے بارے میں یہ نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تجارت، زراعت اور دیگر ذرائع معاش اختیار کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے علم کا حصول معرفت، حقیقت اور تزکیہ وتربیت کے لیے کیا تھا پھر فروغ خیر اور انسداد شر اس تزکیہ وتربیت کا نتیجہ تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے تعلیم کے لیے دو بنیادی طریق (ایک لازمی اور دوسرا اختیاری) متعارف کروائے۔ ایک تو یہ کہ مبادیات دین کے حوالے سے ہر مسلمان کو تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے، یہ لازمی ہے۔ دوسری جہت جو اختیاری ہے اس میں ہر شخص کو اپنی صلاحیت، استعداد، میلانات اور رجحانات کے مطابق حصول علم کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اجازت تھی۔ پہلی جہت کو بنیادی علوم کہا جا سکتا ہے جبکہ دوسرے کو تخصص کہا جا سکتا ہے۔

عہد رسالت میں انساب، شعر، وراثت، فقہ، قراءت، زبان و بیان کے حوالے اس کی امثال نظر آتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے علوم کے ساتھ ساتھ فنون کی نہ صرف رغبت و حوصلہ افزائی کی بلکہ باقاعدہ تربیت کی بھی امثال عہد رسالت میں نظر آتی ہیں۔ جس میں تیر اندازی (اس کو ایک طرح سے فوجی مشقیں بھی کہا جا سکتا ہے)، گھڑ سواری، اس عہد کی سب سے برق رفتار سواری بھی تھی۔ اس طرح طلبہ کی جسمانی صحت و قوت کے لیے ان کے مابین دوڑ کے مقابلے کروانا، پیراکی، کشتی وغیرہ اس عہد میں نظر آتے ہیں۔ نبوی نظام تعلیم میں افراد کی ذہنی و جسمانی تربیت اس طرح سے کی جاتی تھی کہ وہ ایک صالح اور صحت مند معاشرہ کے قیام میں معاونت کر سکیں۔ اس میں تمام شعبہ ہائے زندگی آ جاتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ جو آپ ﷺ کے تلامذہ بھی ہیں سب کی ایک ہی طرح تعلیمی لحاظ سے تربیت ہوئی کہ اسوہ حسنہ سے جو افراد نظام حکومت سے وابستہ ہوئے تو اس تعلیم و تربیت کی بدولت وہاں وہ کامیاب ہوئے۔ خلفائے راشدین کی اس حوالے روشن مثال موجود ہے۔ ایسے ہی جو لوگ تجارت و معیشت سے وابستہ ہوئے وہاں ان کو بھی کامیابی ملی اور اس میں کامیاب ترین بزنس مین شمار ہوئے جن میں حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کی امثال ہی کافی ہیں۔ اسی طرح عسکری صلاحیتوں کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو اس میں حضرت علی، حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن عاص، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کی درخشندہ امثال موجود ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نبوی نظامِ تعلیم کی ایک اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ جن لوگوں نے باقاعدہ صفہ و دارارقم میں تربیت حاصل کی ان کے اور جنہوں نے جز وقتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروس و مواعظ سماعت کیے ان سب کے سماجی امور و معاملات میں تنوع ہو سکتا ہے لیکن ایمان، صالحیت، تزکیہ اور سماجی کردار کے حوالے سے وہ بہترین لوگ تھے۔ صفہ و دارارقم کے تلامذہ نے حصولِ علم کے بعد فروغِ علم کے لیے صرف دروس و خطبات یا اچھے الفاظ و جملوں کی اشاعت ہی نہیں کی بلکہ اپنے کردار کے ذریعے تعلیماتِ نبوت کو عام کرنے کی بھی موثر سعی کی بلکہ ان کی تدریس کا یہ بنیادی وصف تھا۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ زبان و بیان کے ساتھ اخلاق و کردار کے ذریعے بھی تعلیماتِ نبوی کو فروغ دیا جاتا رہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلامذہ کی مختلف جہات اور انداز سے تربیت فرمایا کرتے تھے۔ اس حوالے سے حضرت ابو ہریرہ کی مثال دی جا رہی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُولُ أَللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِنْ كُنْتُ لَأَعْتَمِدُ بِكَبِدِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْجُوعِ وَإِنْ كُنْتُ لَأَشُدُّ الْحَجَرَ عَلَى بَطْنِي مِنَ الْجُوعِ وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْمًا عَلَى طَرِيقِهِمُ الَّذِي يَخْرُجُونَ مِنْهُ فَمَرَّ أَبُو بَكْرٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِيُشْبِعَنِي فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ بِي عُمَرُ فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِيُشْبِعَنِي فَمَرَّ فَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ بِي أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ حِينَ رَآنِي وَعَرَفَ مَا فِي نَفْسِي وَمَا فِي وَجْهِي ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْحَقْ وَمَضَى فَتَبِعْتُهُ فَدَخَلَ فَاسْتَأْذَنَ فَأُذِنَ لِي فَدَخَلَ فَوَجَدَ لَبَنًا فِي قَدَحٍ فَقَالَ مِنْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



أَيْنَ هَذَا اللَّبَنُ قَالُوا أَهْدَاهُ لَكَ، فُلَانٌ أَوْ فُلَانَةُ قَالَ أَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْحَقْ إِلَى أَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِي قَالَ وَأَهْلُ الصُّفَّةِ أَضْيَافُ الْإِسْلَامِ لَا يَأْوُونَ إِلَى أَهْلٍ وَلَا مَالٍ وَلَا عَلَى أَحَدٍ إِذَا أَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا إِلَيْهِمْ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا وَإِذَا أَتَتْهُ هَدِيَّةٌ أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ وَأَصَابَ مِنْهَا وَأَشْرَكَهُمْ فِيهَا فَسَاءَنِي ذَلِكَ فَقُلْتُ وَمَا هَذَا اللَّبَنُ فِي أَهْلِ الصُّفَّةِ كُنْتُ أَحَقُّ أَنَا أَنْ أُصِيبَ مِنْ هَذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً أَتَقَوَّى بِهَا فَإِذَا جَاءَ أَمَرَنِي فَكُنْتُ أَنَا أُعْطِيهِمْ وَمَا عَسَى أَنْ يَبْلُغَنِي مِنْ هَذَا اللَّبَنِ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدٌّ فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَأَقْبَلُوا فَاسْتَأْذَنُوا فَأَذِنَ لَهُمْ وَأَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ قَالَ يَا أَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ خُذْ فَأَعْطِهِمْ قَالَ فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ أُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ فَأُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلَى يَدِهِ فَنَظَرَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمَ فَقَالَ أَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ بَقِيتُ أَنَا وَأَنْتَ قُلْتُ صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ اقْعُدْ فَاشْرَبْ فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ فَقَالَ اشْرَبْ فَشَرِبْتُ فَمَا زَالَ يَقُولُ اشْرَبْ حَتَّى قُلْتُ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا قَالَ فَأَرِنِي فَأَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللهَ وَسَمَّى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ۔ (١٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس حدیث میں تلامذہ کی تعلیم و تربیت کے کئی نکات ہیں۔سب سے پہلے تو یہ کہ ضبط نفس اور صبر کا صرف درس ہی نہیں دیا جا رہا بلکہ اس کی عملی تربیت بھی دی جا رہی ہے۔تعمیر شخصیت اور مکارمِ اخلاق میں ضبط نفس اور صبر کی اہمیت و اثرات ایک مسلمہ امر ہے۔اس واقعہ میں طلبہ کی شخصیت کو منضبط بنانے کا پہلو بھی نمایاں نظر آ رہا ہے۔پھر حضرت ابو ہریرہ کو بھوک اور پیاس کے باوجود دوسروں کو پہلے دودھ پیش کرنے کا حکم قرآنی آیت: "وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ"[20] کا عملی نمونہ ہے اس کے انسانی شخصیت اور معاشرہ پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اہل علم سے یہ حقیقت بھی پنہاں نہیں۔نبوی منہج تعلیم و تدریس کے تربیتی پہلو پر اگر غور کیا جائے تو صرف یہ ایک حدیث ہی کافی ہے اور ایک معلم کے فرائضِ منصبی کی بھی وضاحت ہے کہ وہ تلامذہ کو قیل وقال ہی میں صرف مصروف نہ رکھے بلکہ ان کو اعلیٰ اخلاق و کردار کا پیکر بنائے۔حسن اخلاق وصفات اور کمالات کے بارے میں ان کو صرف بتایا نہ جائے بلکہ اس کا اثر ان کی شخصیت سے نمایاں نظر آنے کی بھی مساعی جاری رکھے۔حضرت ابو ہریرہ کا باوجود شدید طلب کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر دیگر طلبہ کو پہلے دودھ پیش کرنے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کامیاب متعلمین، اساتذہ کرام کی اطاعت کو لازمی جانتے ہیں۔

مختلف علوم وفنون کے حوالے سے مشقیں معمول کی بات ہے لیکن کردار و رویہ کی تشکیل کے حوالے سے مشق کرانا یہ نبوی تعلیم و تزکیہ ہی کا امتیاز ہے اور جن اداروں اور معاشروں نے اپنے تعلیمی نظام کی بنیاد انہی زریں اصولوں پر قائم کی وہی تعلیم و تدریس کے حقیقی ثمرات سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔

تعلیم کا تزکیہ سے تعلق اس طور سے بھی گہرا ہے کہ تعلیم شعور کو پختگی عطا کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے ساتھ عمل میں صالحیت لاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حصول علم کا مقصد تزکیہ یعنی عمل صالح بتایا ہے۔

آپ ﷺ نے سوالات قیامت کے حوالے سے مشہور حدیث میں فرمایا:

وعن علمِہٖ فیما عمل۔ (21)

(ترجمہ:) ''اور علم کے بارے میں سوال ہوگا کہ اس پر کتنا عمل کیا۔''

اس سے یہ واضح ہوا کہ ڈگریوں کی لمبی چوڑی تعداد اور بیرون ملک تعلیمی اداروں سے حصول تعلیم پر کثیر مال خرچ کر کے اگر عمل میں صالحیت نہ آئی تو دنیا میں ہوسکتا ہے کہ کچھ وقتی فوائد حاصل ہو جائیں لیکن آخرت میں خطرات کا سامنا ہوسکتا ہے۔ یہاں حضرت مصلح الدین المعروف شیخ سعدی کی علم کے حوالے لکھی گئی رباعی کا ذکر فائدے سے خالی نہ ہوگا جو منہج اور مقاصد علم کی بالکل صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع ست — جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت ست
سعدی بشو لوح دل از نقش غیر حق — علمے کہ رہ بحق نماید جہالت ست

(ترجمہ:) ''دوست (اللہ تعالیٰ) کی یاد کے سوا جو کچھ تو نے کیا ہے عمر کو ضائع کیا ہے۔ عشق کے راز کے سوا جو کچھ تو نے پڑھا ہے باطل ہے۔ اے سعدی! اپنے دل کی تختی سے باطل نقوش دھو ڈال وہ علم جو حق کا راستہ نہ دکھائے وہ جہالت ہے۔''

حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل ابوجہل (عمرو بن ہشام) کی کنیت ابوالحکم (بڑا دانشور) تھی لیکن اس نے پیغام حق کا انکار کیا تو ابوجہل کہلایا یعنی جہالت کا منبع و سرغنہ۔ علم کی نظری جہت معرفت حق ہے اور اس کی عملی جہت تزکیہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## عصری تعلیمی مسائل

عصر حاضر علوم کے ارتقاء، درجہ بندی اور ایجاد و دریافت کا دور ہے۔ حصول علم اور اشیاء کی حقیقت تک رسائی کے لیے ہر ممکنہ ذرائع اختیار کیے جا رہے ہیں۔ کائنات ارضی و سماوی کے حقائق کے انکشافات کے لیے زر کثیر خرچ کیا جا رہا ہے۔ ان تمام تر علمی و سائنسی کاوشوں کا مقصد اقوام عالم میں اپنی برتری ثابت کرنا ہے۔ مسائل حیات پر خرچ ہونے والے وسائل کو اپنی برتری ثابت کرنے پر خرچ کرنا عصر حاضر کا ایک عظیم المیہ ہے۔

عصری معاشروں میں علوم وفنون کی بھرمار، تعلیمی اداروں کی کثرت اور کتب کے ذخائر سے تعلیم کے وہ مقاصد حاصل نہیں ہو رہے جو فی الحقیقت مطلوب ہیں۔ نجی تعلیمی اداروں میں وہ تمام سہولتیں ہیں جو مختلف علوم وفنون کے حوالے سے طلبہ کو اعلیٰ سطح کی تعلیم ضرور دے رہے ہیں لیکن ان کی بھاری فیسیں عام طلبہ کی برداشت سے باہر ہیں اور اس طرح کی سہولیات کی سرکاری تعلیمی اداروں میں نہ ہونے کی وجہ سے کتنے ہی اعلیٰ صلاحیتیں رکھنے والے طلبہ و طالبات حصول تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اس ضمن میں مختلف تعلیمی اداروں کے کچھ وظائف اور سکالرشپ وغیرہ اور ہائر ایجوکیشن کمیشن (HEC) کی طرف سے بھی کچھ مراعات اعلیٰ تعلیم کے حوالے موجود ہیں لیکن وہ مطلوبہ ضرورت سے کم ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے تعلیم وتربیت کو بنیادی ترجیحات میں رکھا اور افراد کی تعلیم وتربیت ریاستی سطح پر کر کے ریاست کے بنیادی وظائف میں اس کو شامل کیا ہے۔ عصر حاضر میں مسلم معاشروں میں بالخصوص فروغ تعلیم وتربیت کتنے فیصد شامل ہے یہ امر اہل علم سے پنہاں نہیں۔ موجودہ تعلیمی نظام کے مسائل میں ایک نمایاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مسئلہ نصاب کا ہے۔ اگر صرف پاکستانی معاشرہ ہی کے حوالے سے بات کی جائے تو ابتدائی سطح پر ہی مختلف نصاب رائج ہیں۔ اس کے بعد کالجز اور جامعات اور پھر فنی اداروں کے نصابات آتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر درجہ، ہر سطح اور علم کی ہر برانچ کا نصاب الگ الگ ہی ہوتا ہے جو کہ ہونا بھی چاہیے لیکن کچھ امور ایسے ہوتے ہیں جن سے ریاست کی قومی تعلیمی پالیسی، مقاصد، منزل اور نظریہ واضح ہوتا ہے او رمختلف علوم وفنون کے ماہرین نے جو کچھ بھی علم کی تحصیل کی ہو وہ ایک فطری چیز ہے اور ہر معاشرہ کی ضرورت بھی ہے۔ لیکن کچھ امور جن کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے جن کا حصول ہر شعبہ علم وفن کے لیے لازمی ہونا چاہیے تاکہ اپنی ریاست، نظریہ اور مقاصد ومنزل کے حوالے سے وہ مشترک سوچ کے حامل بن سکیں۔ بدقسمتی سے سات دہائیاں کے گزر جانے کے باوجود ہمارے نظامِ اور نصاب تعلیم کے حوالے سے جو مسائل ہیں ان میں یہ سرفہرست ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں جب باقاعدہ صفہ کا تعلیمی ادارو قائم فرمایا تو مدینہ منورہ کے تمام اہل ایمان ہی اس میں داخل نہیں ہوئے تھے کیونکہ اگر تمام لوگ ہی وہاں آجاتے تو دیگر امورِ زندگی کے متاثر ہونے کا اندیشہ تھا۔ باضابطہ صفہ کے دروس میں حصہ نہ لینے والے لوگ مختلف مواقعوں پر نبی اکرم ﷺ کے مواعظ وخطبات سماعت کر کے فکری استحکام حاصل کرتے۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ صفہ والے رسمی طور پر تعلیم حاصل کرتے اس طرح تمام لوگ نظریاتی طور پر سو فیصد ایک ہی نہج پر ہوتے۔ معاملات زندگی میں تنوع کا ہونا ایک فطری امر ہے اور زندگی کا حسن بھی ہے۔ اصحاب صفہ اور غیر اصحاب صفہ نے جو رسمی وغیر رسمی طور پر علوم کی تحصیل نبی اکرم ﷺ سے کی اس کا اثر مسلم معاشروں میں نو، دس صدیوں تک نظر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



آتا رہا اور پھر جب تعلیم کے مقاصد کے حوالے سے نظریات میں تبدیلی آنی شروع ہوئی تو اس کا اثر سیاست، معیشت اور معاشرت پر واضح طور پر نظر آیا۔ جب تک مسلمانوں کے نظام تعلیم کا نظری رشتہ صفہ سے قائم رہا تو عالم اسلام میں بڑے بڑے اساطین علم ہر شعبہ میں نظر آتے رہے۔ آج علمی وفکری اعتبار سے قحط الرجال کی بڑی وجہ یہی ہے کہ مسلم معاشرے اپنے تعلیمی وتربیتی نظام کا تعلق صفہ سے قائم رکھنے میں ناکام نظر آتے ہیں۔ (الا ماشاءاللہ)

جنوبی ایشاء میں موجودہ نظام تعلیم کا بانی لارڈ میکالے ہے۔ حکومت برطانیہ نے جب پہلی بار اس کو یہاں کے تعلیمی نظام کو تبدیل کرنے کے لیے بھیجا تو لارڈ میکالے نے جو رپورٹ مرتب کی وہ حسب ذیل ہے۔ میکالے لکھتا ہے:

" I have travelled across the length and breadth of India and I have not seen one person who is a beggar, who is a thief such wealth. I have seen in this country, such high moral values people of such caliber, that I do not think we would ever conquer this country unless we break the very backbone of this nation, which is her spiritual and cultural heritage and therefore, I suggest that we replace her old and ancient education system, her culture for if the Indians think that all that

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



is foreign and English is good and greater than their own, they will lose their selfesteem, their native culture and they will become what we want them, a truly dominated nation". (22)

لارڈ میکالے کا یہ اعترافی بیان ہے کہ جب تک یہاں کا نظام تعلیم نہ بدلا جائے جس کی بنیاد روحانیت پر ہے اس وقت تک اس ملک کو فتح کرنا ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس خطے میں انگریزوں کی آمد کے بعد سب سے پہلے مسلم نظام تعلیم کو یکسر تبدیل کیا گیا جس کا مقصد تزکیہ وکردار، دیانت وشعور کا ارتقاء اور یقین وعرفان کی بجائے حصول ملازمت ٹھہرا۔ وہی نظام اور سوچ نسل در نسل سفر کرتی ہوئی آج اس قدر غالب ہو چکی ہے کہ اس سے چھٹکارا بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔

مسلم نظام تعلیم کا بنیادی عنصر تربیت وتزکیہ ہے اور یہی نبوی نظام تعلیم ہے کہ علم و افکار کی کرنوں کی چمک اعمال سے عیاں ہو۔ صوفیائے کرام کی خانقاہوں کا بنیادی وظیفہ بھی تربیت ہی رہا ہے بالخصوص جنوبی ایشیاء کا نظام تعلیم جس کے بارے میں لارڈ میکالے نے اظہار خیال کیا وہ صوفیائے کرام کے نظام تربیت وتزکیہ ہی پر قائم رہا ہے اور یہاں کے سلاطین کسی نہ کسی حوالے سے صوفیائے کرام کے ساتھ جڑے نظر آتے ہیں۔ اس خطے کے نظام تعلیم کے اگر نمونہ کے طور پر چند نام پیش کیے جائیں تو حقیقت حال واضح ہو سکتی ہے۔ جن میں شیخ احمد سرہندی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مرزا مظہر جان جاناں، شاہ غلام علی دہلوی، شاہ ولی اللہ، مخدوم ہاشم ٹھٹوی، شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی وغیرہ وہ نام ہیں جن کے علمی وتربیتی نقوش کے اثرات اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خطے سے باہر بھی نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

عصر حاضر میں نظام تعلیم پر اس طرح توجہ کو مرتکز کیا جائے جس طرح دفاع پر کیا جاتا ہے تو اعلیٰ نتائج کی امید کی جا سکتی ہے۔ نظام تعلیم کے مقاصد، منہج، عناصر، نصاب وغیرہ کو اسوہ حسنہ، خطے کی تاریخی روایات، تہذیب وثقافت اور ملکی نظریات سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے۔ اندرونی کشمکش، بیرونی تہذیبی وثقافتی یلغار کی روک تھام کا واحد ذریعہ نظام تعلیم ہی ہے۔ مغربی تہذیب کے مسلم معاشروں پر بڑھتے ہوئے اثرات کی وجہ مغربی تہذیب کے کوئی اعلیٰ اصول وروایات نہیں بلکہ مسلم معاشروں میں پہلے سے اس تہذیب کو قبول کرنے کے لیے اذہان کو تیار کیا گیا ہے۔ اس کی ظاہری چمک سے نسل نو کو خیرہ کرنے کی بڑی مربوط کوشش کی گئی جس میں کاوشیں کرنے والے کسی حد تک کامیاب بھی نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ نظام تعلیم کا جو فریم لارڈ میکالے نے تیار کیا تھا اس کے ہوتے ہوئے تو وہی نتیجہ آئے گا جو آ رہا ہے۔ اس نظام تعلیم کے اثرات ہیں کہ اساتذہ پر تشدد کے واقعات عام ہیں۔ قانون پڑھنے والوں کا قانون کی پاسداری نہ کرنے کے واقعات معمول کا مشاہدہ ہیں۔ ڈاکٹرز حضرات کا انتہائی زیادہ رقوم وصول کر کے علاج ومعالجے کے نام پر قوم کی ''مسیحائی'' کا فریضہ بھی خوب ادا ہو رہا ہے۔ کچھ اس طرح کی صورت حال ہی ہر شعبہ زندگی میں نظر آتی ہے۔ جہاں ملکی وغیر ملکی جامعات سے فارغ التحصیل ''اعلیٰ دماغوں'' نے کرپشن کی بڑی بھیانک امثال قائم کیں نصاب تعلیم میں تزکیہ نفوس وتربیت کردار کا حصہ نہ ہونے کی وجہ سے والدین کے نافرمان، سیاسی جماعتوں کے آلہ کار، تخریب کاروں کے سہولت کار اور ملت کے عمومی افکار ومزاج کے خلاف پالیسیاں بنانے والے اعلیٰ ڈگری ہولڈرز سے معاشرہ بھرا پڑا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایسی صورت حال میں ارباب اقتدار اگر اپنی مراعات کو خوب سے خوب بنانے اور اس کے تا حیات حصول کے لیے قانون سازی کی بجائے نصاب تعلیم کو اس کی حقیقی روحانی، فکری، اخلاقی اور سماجی ضرورتوں کے مطابق استوار کریں تو کچھ بعید نہیں کہ تعلیم کے وسیع اور جامع فوائد سے معاشرہ بہرہ یاب نہ ہو سکے اور یہ بات عوام و حکمران کے روشن مستقبل کی نوید ہوگی۔

❖❖❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# مصادر ومراجع


(1) ابن منظور افریقی، لسان العرب، 12/417
(2) راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ص343
(3) جوہری، الصحاح، 5/1990
(4) ابن منظور افریقی، لسان العرب، 14/358
(5) ابن منظور افریقی، لسان العرب، 14/358
(6) جوہری، الصحاح، 6/2368
(7) البقرۃ، 2:31
(8) الغاشیہ، 88/17
(9) آل عمران، 3/190
(10) فاطر، 35/28
(11) ابوداؤد، السنن، 3/317، رقم:3641
(12) ہیثمی، مجمع الزوائد، 10/182
(13) نسائی، السنن الکبری، 4/444، رقم:7865
(14) مسلم، الصحیح، 3/1255، رقم:1631
(15) جمال الدین محمد بن عمر، نشرطي التعریف فی فضل حملۃ العلم الشریف، دار المنہاج، جدہ۔ 1997ء۔ص161
(16) الانفال، 8/60
(17) بخاری، الصحیح، باب غزوۃ احد، رقم:3817
(18) بخاری، الصحیح، 3/1045، رقم:2687


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(19) بخاری، الصحیح، باب کیف کان عیش النبی ﷺ، رقم:6087

(20) الحشر، 9/59

(21) ابو القاسم تمام بن محمد الرازی (م414ھ)، الفوائد، مکتبہ الرشد، الریاض، 1412ھ۔ 2/184، رقم:1480

(22) Macaulay,Lord,Address to the British Parliament 2nd Feb.1835

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# (5) اخلاق و آداب

- اخلاق کی تعریف
- اخلاق کی ضرورت واہمیت
- اسوہ حسنہ اور اخلاق حسنہ
- اخلاق کی جہات وثمرات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## اخلاق وآداب

انسانی زندگی میں افکار کے بعد انسان کا رویہ ہی اس کی شخصیت کے مقبول اور غیر مقبول ہونے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ رویہ کی تشکیل اخلاق کے بغیر ناممکن ہے اور اخلاق کی تشکیل و تکمیل میں تعلیم، تربیت، طبیعت، مزاج اور رجحان معاون عناصر ہیں۔ ایک انسان کے عقائد اور عبادات کا اثر اس کے اخلاق کی صورت میں سامنے آتا ہے اور اس کا اخلاقی رویہ اس کے سماجی، معاشی، سیاسی اور عائلی معاملات کی اساس ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں ایک مقصد حسن اخلاق اور مکارم اخلاق کی تکمیل بھی تھا۔ انسانی زندگی میں اخلاق کی ضرورت و اہمیت اور اثرات سے قبل اس کی لغوی اور اصطلاحی معنی و مفاہیم جاننا ضروری ہے۔

## اخلاق کی تعریف

اخلاق کا مادہ 'خلق' خ۔ل۔ق ہے جس کے معنی طبیعت و عادت کے ہیں۔

علامہ ابن منظور افریقی لفظ خلق کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الخلق. والخلق وهو الدين والطبع والسجية. وحقيقته أنه بصورة الإنسان الباطنة وهي نفسه واصفاها ومعانيها المختصة بمنزلة الخلق بصورة الظاهرة وأوصافها.[1]

(ترجمہ:)'' خلق اور خلق کا معنی فطرت اور طبیعت ہے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے انسان کی باطنی صورت کو بمع اس کے اوصاف اور مخصوص معانی کو خلق کہتے ہیں جس طرح اس کی ظاہر شکل وصورت کو خلق کہا جاتا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اسی طرح امام محمد بن محمد الغزالی خلق کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فالخلق عبارة عن هيئة فى النفس راسخة عنها لقدر الافعال بسهولة ويسر من غير حاجة الى فكر ورؤية.[2]

(ترجمہ:) ''خلق نفس کی اس راسخ کیفیت کا نام ہے جس کے باعث اعمال بڑی سہولت اور آسانی سے صادر ہوتے ہیں اور ان کے ظاہر کرنے کے لیے سوچ بچار کے تکلف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔''

خلق کی مذکورہ بالا تعریفات سے یہ واضح ہوا کہ اخلاق انسان کے ان اوصاف جمیلہ کا نام ہے جن کا اظہار سہولت کے ساتھ ہو اور اس میں اس کو کسی تردد یا تکلف کی حاجت نہ رہے۔

## اخلاق کی ضرورت واہمیت

اخلاق کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اخلاق حسنہ و اخلاق سیئہ (رذیلہ)۔

اخلاق حسنہ وہ ہیں جو مقبول وقابل تحسین ہیں اور انسان کی شرافت ونجابت کی دلیل ہیں جبکہ اخلاق سیئہ ورذیلہ وہ ہیں جو مذموم و باعث نفرت ہیں اور وقار انسانیت کے خلاف ہیں۔

اخلاق حسنہ حسن عمل کی ہی ایک جہت ہے جس سے اس کا دوسرے انسانوں کے مابین اعتبار اور اعتماد قائم ہوتا ہے۔ کوئی بھی انسان اپنی خلوتوں میں کتنا ہی پارسا کیوں نہ ہو اپنے زہد وتقویٰ میں کتنے ہی بلند مقام پر فائز ہو لیکن معاشرے میں اس کی ساکھ اور وقار کی اساس اس کے اخلاق ہی ہیں۔ ایک انسان کے دوسرے انسان کے ساتھ لین دین، معاملات، خرید وفروخت اور دیگر روابط میں اخلاق ہی کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عصری معاشروں میں اقوام عالم میں سے ہر قوم کی کوشش یہی ہے کہ ان کی ایک خاص شناخت قائم ہو اور پھر اسی شناخت و پہچان کی وجہ سے وہ دیگر اقوام میں نمایاں مقام حاصل کریں۔ نمایاں مقام کے حصول کے لیے چند اقدار کو بنیاد بنایا گیا ہے تاکہ وہ اقدار پہچان بن جائیں۔ اقوام عالم کی ان اقدار میں حالات و واقعات کے تناظر میں وہاں کے دانشور ردوبدل کرتے رہتے ہیں تاکہ ان کی شناخت کا معیار قائم رہ سکے۔

مغربی اقوام کی معاشی ترقی کے پیچھے یہی اقدار کارفرما ہیں یعنی اگر یہ کہا جائے کہ یہ اقدار ان کی سماجی یا معاشی ضرورت ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ مثال کے طور پر دیانت داری یعنی امین ہونا ایک نمایاں اخلاقی وصف ہے اس کے لیے Honesty is the Best Policy دیانت داری ایک بہترین حکمت عملی ہے یہ جملہ زبان زد عام ہے۔ اس جملے سے غور کیا جا سکتا ہے کہ دیانت داری ایک پالیسی ہے۔ پالیسی کا بننا سماجی ضرورت سے تعلق رکھتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک پالیسی ایک وقت کی ضرورت ہے اور ایک عرصہ گزرنے کے بعد اس کی ضرورت نہ رہی تو پھر دوسری پالیسی بنائی جاتی ہے۔ کچھ پالیسیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں ترمیم و اضافے بھی ہوتے رہتے ہیں جبکہ کچھ ایسی ہوتی ہیں کہ جن کی ضرورت دائمی رہتی ہے اور اس میں دیانت داری ہے۔ سماجی و معاشی اعتبار اور انٹرنیشنل بزنس کمیونٹی میں اپنے وقار کو بحال رکھنے کے لیے یہ ایک لازمی عنصر ہے۔ اس کے بغیر چونکہ کاروبار کی ترقی ممکن نہیں اس لیے یہ ناگزیر ہے۔ اس کے علاوہ اقوام عالم میں اس کی کوئی فکری ونظریاتی یا ایمانی خصوصیت نظر آتی نہیں آتی اس کے برعکس اسلام نے ہر اخلاقی پہلو کا تعلق ایمان سے جوڑا ہے اور ہر اخلاقی وصف کو ایمان کی کاملیت کے لیے ضروری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قرار دیا ہے اور مظاہر اخلاق کا اسی لیے حکم دیا ہے کہ یہ رضائے الٰہی کے حصول کا سبب ہے۔

## اسوہ حسنہ اور اخلاق حسنہ

حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے اولین ضیاء پاشیاں جو سماج میں ہوئی ہیں ان کا تعلق اخلاقیات ہی سے تھا۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس کی کئی جہات ہیں لیکن آپ ﷺ نے سب سے پہلے اخلاقی جہت ہی سے لوگوں کو اپنا گرویدہ کیا اور پھر اخلاقیات کے حوالے سے وقتی، عارضی یا جزوی طور پر اقدار کو متعارف نہیں کروایا بلکہ ان اقدار کو دوام، استحکام اور اکمال عطا کیا۔

پہلی وحی کے بعد ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وہ جملے اخلاقیات سیرت کی بنیاد ہیں۔ فرماتی ہیں:

واللہ لا یخزیك اللہ أبدا إنك لتصل الرحم۔ (3)

(ترجمہ:) ''اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز غم زدہ نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔''

سیرت النبی کو اگر تین جہات میں تقسیم کیا جائے، عقائد، عبادات اور معاملات تو معاملات کی بنیاد ام المؤمنین کے یہ پانچ جملے ہیں۔ یہ ان کے اعلان نبوت تک اس پندرہ سالہ رفاقت کے مشاہدات تھے جو وہ شب و روز اس پیکر کامل میں ملاحظہ فرماتی تھیں۔

اصلاح احوال کے دو ہی طریقے معروف ہیں۔

1۔ افکار سے اعمال کی طرف لانا۔

2۔ اعمال سے افکار کی طرف لانا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فکری اصلاح کے لیے بڑے بڑے اقوال زریں فکر و فلسفہ اور دانائی کی روشن امثال کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے لیکن کردار پیش کر کے افکار کی اصلاح کا آغاز یہ سیرت النبی ہی کا اعجاز ہے پھر اس اخلاق و کردار کو آپ نے حقانیت قرآن کے لیے بطور دلیل پیش کیا۔ فرمایا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ. (4)

(ترجمہ:) ''بے شک میں اس (دعویٰ نبوت) سے قبل تمہارے درمیان اپنی زندگی کا کچھ حصہ گزار چکا ہوں۔''

زندگی کا جو حصہ آپ نے ان کے درمیان گزارا اس کے چند پہلوؤں کا ذکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پہلی وحی کے نزول کے موقع پر کیا تھا۔

آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا ہر پہلو جامعیت، عظمت اور کملیت کا شاہکار ہے۔ آپ کے کردار کو اسوہ حسنہ اور اخلاق کو خلق عظیم کہا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ کے بنیادی وظائف میں تکمیل حسن اخلاق بھی ہے فرمایا:

إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق. (5)

(ترجمہ:) ''میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں تاکہ اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کردوں۔''

ایک حدیث میں مکارم کی جگہ حسن اخلاق بھی آیا ہے۔ مکارم اخلاق اور حسن اخلاق خلق عظیم ہی کے دو پہلو ہیں۔ گزشتہ انبیاء کرام نے اخلاق کے حوالے سے ابتدائی اور اجمالی مظاہر پیش کیے لیکن اپنی وسعت کے اعتبار سے وہ خاص زمانی اور مکانی اثر رکھتے تھے۔ انہوں نے جو اخلاق کا گلدستہ پیش کیا وہ مکمل صورت ہی میں تھا۔ مثال کے طور پر صداقت، دیانت، سخاوت و ایثار وغیرہ کے مظاہر بے مکمل طور پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کیے گئے لیکن چونکہ ان کی شرائع کی ایک حد تھی اور انہوں نے اسی تناظر میں اخلاق کا مظاہرہ کیا۔

حضور اکرم ﷺ کی شریعت زمان و مکان کی حدود سے ماوراء ہے اس لیے حیات انسانی کا جو پہلو بھی اخلاقی معنویت رکھتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کا مکمل اسوہ پیش فرمایا اور مکمل بھی اس صورت میں جو اپنے ظاہر و باطن اور اثرات کے حوالے سے حسن و خوبصورتی رکھتا ہے اس لیے اللہ کریم نے اس کو حسنہ فرمایا۔ تکمیل ایمان حسن اخلاق کے ساتھ مشروط ہے۔ فرمایا:

أكمل المؤمنين إيمانا أحسنهم خلقا۔ (6)

(ترجمہ:) ''کامل مومن وہ ہے جس کے لیے اخلاق اچھے ہیں۔''

اللہ کریم کو اپنے بندوں سے حضور اکرم ﷺ کی کامل اتباع مطلوب ہے اس لیے روز محشر نبی اکرم ﷺ کے قرب میں وہی بندہ ہوگا جو با اخلاق ہوگا کیونکہ اس کے اخلاق سے اخلاق محمدی کا ظہور ہوا ہوگا جس کا اثر اس کے اعضاء سے یوم حساب کو ظاہر ہو رہا ہوگا۔ وہ اس لائق ہے کہ آپ ﷺ کے قرب میں ہو آپ ﷺ نے فرمایا:

إن أحبكم إلى وأقربكم مني في الآخرة أحاسنكم أخلاقا۔ (7)

(ترجمہ:) ''تم میں سے مجھے سب سے محبوب اور آخرت میں میرے سب سے قریب وہ شخص ہوگا جو حسن اخلاق رکھتا ہے''۔

آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ 'تم میں سے' واضح کر رہا ہے کہ یہ ترغیب اہل ایمان کے لیے ہے۔ دائرہ اسلام میں داخل ہو کر عقائد اسلامیہ کا اعتراف کرنا ایمان کی عمومی حالت ہے جبکہ اس کی تکمیلی صورت حسن خلق کا اظہار ہے اور پھر اس کا ثمر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آخرت میں رسول اللہ ﷺ کے قرب کی صورت میں سامنے آئے گا۔

عبادات اسلامیہ کو اگر ان کے وسیع اور جامع اثرات کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ واضح ہوگا کہ یہ تشکیل کردار و اخلاق اور مثبت رویوں کی تربیت کا بڑا منظم و مرتب پلان ہے۔ اس لیے عبادات میں سے صرف صلوۃ کے بارے میں قرآن کریم میں نوے (90) سے زائد بار حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ نماز جہاں فکری و روحانی بالیدگی و تزکیہ کا رکن اعظم ہے وہاں مومن کی زندگی کو منضبط و مہذب بنانے میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے اسی طرح دیگر عبادات مومن کی مختلف جہات اور متنوع انداز سے تربیت اخلاق کرتی ہیں۔

بداخلاقی کی کوئی صورت، کسی بھی موقع، یا کسی بھی انداز سے قابل قبول نہیں اور نہ یہ مومن کو زیب دیتا ہے۔ کسی بھی طرح کا غیر اخلاقی رویہ بندے کے کردار سے تہذیب، شائستگی جیسے اوصاف کو مفقود کرتا ہے بلکہ ایسا رویہ سراسر اسلامی تمدن کے خلاف ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ریاست مدینہ کی صورت میں جس فلاحی معاشرہ کی بنیاد رکھی اس کی بنیاد ہی میں اخلاقی پہلو نظر آتے ہیں۔ ان میں ایک عدل ہے اور دوسرا احسان۔ عدل کا اظہار میثاق مدینہ کی صورت میں ہوا جبکہ احسان کا اظہار مواخات مدینہ کی صورت میں ہوا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ مواخات مدینہ پہلے ہوا اور میثاق مدینہ بعد میں ہوا حالانکہ ترتیب ایسے ہے کہ "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ"(8)

"بے شک اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔"

عدل کا مقصد نظام حق کا نفاذ ہے، عدل اپنے اندر توازن رکھتا ہے جبکہ احسان اپنے اندر شفقت اور رکھتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے احسان کی روش کا اظہار پہلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کیا اور یہ اسوہ دیا کہ احکام کی تنفیذ کے دو طریقے ہیں قانون اور اخلاق۔ پہلی کوشش میں نظام خیر کا نفاذ اخلاق کے ذریعے ہو جس کے اثرات بہت دور رس ہیں۔ قانون کم ہی حرکت میں آئے۔ گو کہ قانون کا مقصد بھی ایک لحاظ سے آداب معاشرت کا پابند ہی بنانا ہے جس کے لیے قطعی اور سخت رویہ اپنانا ضروری ہے جبکہ اخلاق کے ذریعہ رضا و رغبت اور خوش دلی ہو گی۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رویوں کی تشکیل، مقاصد کے حصول اور منزل کے تعین کے لیے اخلاق سے ہی آغاز کیا۔

اعلان نبوت کے موقع پر بھی اخلاق پیش کر کے اپنے نظام فکر کی مقصدیت عیاں کی۔ آغاز ریاست مدینہ کے تحریری منشور و دستور سے قبل بھی اخلاق ہی کے ذریعے مواخات کا رنگ معاشرے میں بکھیر کر عداوتوں، رنجشوں اور رقابتوں کو اخلاق کے ذریعے ختم کر دیا۔

اسوہ حسنہ کا بنیادی اصول یہ نظر آتا ہے کہ اخلاقی طور پر مضبوط قوم جلد ہی ایک اعلیٰ خوش حال معاشرہ کی تشکیل میں کامیاب ہو جاتی ہے اور فتنہ، فساد اور کرپشن سے معاشرہ اخلاقی استحکام کی بدولت جلد نجات حاصل کر لیتا ہے۔

عہد رسالت میں چند مواقع ایسے نظر آتے ہیں جہاں قریب تھا کہ جاہلی مزاج کے مطابق کشت وخون کا بازار گرم ہو جاتا لیکن ان تمام مواقعوں اور نازک حالات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حسن اخلاق اور مشفقانہ انداز تربیت سے طبائع اور مزاجوں کی ان بدتہذیبی کو دور فرمایا جو وجہ نزاع بن رہی تھیں۔

ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان سے تعلق کی بنیاد تو ایمان ہی ہے لیکن ایک مسلمان اپنی زندگی میں صرف مسلمانوں سے ہی تعلق نہیں رکھتا بلکہ دیگر اقوام و مذاہب کے لوگوں سے بھی اس کو معاملات کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اخلاق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اگر اسوہ حسنہ کی روشنی میں ہوئے تو ضرور کامیابی ہوگی، اعتماد بڑھے گا، اعتبار کی فضا قائم ہوگی۔ اسلام کے آفاقی پیغام کو پہنچانے میں بھی آسانی ہوگی۔ بلکہ قرون سابقہ میں تو صالحین کی ایک بڑی تعداد تجارت کے ذریعے ہی دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتی رہی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم ﷺ کے لیے یہ فرمانا کہ "کان خلقه القرآن"(9) "کہ آپ کا اسوہ حسنہ تو قرآن ہی ہے۔" گو کہ مکمل حیات انسانی کا عملی دستور ہے لیکن اگر اس کو صرف اخلاق حسنہ ہی کے تناظر میں دیکھ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انسانی زندگی میں جو بھی معاملہ اخلاق کے حوالے سے ہے، اس کا جامع، اکمل اور خوب صورت مظہر ذات رسالت کے علاوہ کہیں اور نظر نہ آئے گا۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس کا ظاہری حسن اگر نظر کو راحت دیتا تھا تو اخلاق و کردار کا جمال فکر و عمل کو کمال عطا کرتا ہے۔ قرآن کریم نے حیات انسانی کے اخلاقی پہلوؤں کے ضمن میں جو اصول بھی دیے ہیں حضور اکرم ﷺ نے اس کو عملی صورت میں پیش کیا ہے۔

ایک انسان اگر دوسرے انسان کا گرویدہ ہوتا ہے تو اس کا سب سے بڑا محرک اس کا اخلاق ہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کا مرجع خلائق ہونے کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (١٠)

(ترجمہ:) "پس اللہ کی رحمت کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم خو ہیں اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ سے دور ہو جاتے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اگر آپ تند خو یا سخت دل ہوتے جو کہ آپ ﷺ سے بہت بعید ہے۔ آپ ﷺ تو رحمت الٰہی کی وجہ سے سراپا رحم و کرم ہیں اور لوگوں کا جوق در جوق آپ ﷺ کے پاس آنا آپ ﷺ کی اسی صفت کرم کا نتیجہ ہے جو آپ ﷺ کے حسن خلق کی ایک جہت ہے۔

آپ ﷺ کے حسن خلق کا یہ بھی ایک پہلو ہے کہ آپ ﷺ اپنے اہل وعیال، اعزہ و اقارب اور اصحاب و رفقا کے ساتھ جو رویہ رکھتے اسی طرح کا رویہ اعداء کے ساتھ بھی رکھتے۔ اگر اپنوں کی لغزشوں سے صرف نظر کرتے ہیں تو سخت اعداء کو بھی معاف کر دیتے ہیں۔ مسلمان کی عیادت کو کار ثواب کہتے ہیں تو خود یہودی کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے ہیں۔ خدمت خلق کی تلقین کرتے ہیں تو خود سب کی خدمت میں سب سے زیادہ فعال نظر آتے ہیں۔ مساوات کے ثمرات بیان کرتے ہیں تو خود مسجد نبوی کی تعمیر میں بنفس نفیس حصہ لیتے ہیں اور غزوہ خندق میں صحابہ کے ساتھ خندق کھودتے نظر آتے ہیں۔ عمل کی کون سی جہت ہے جو اسوہ حسنہ میں نظر نہیں آتی؟ خیر کا کون سے پہلو ہے جو آپ ﷺ کی ذات میں نہیں اور کون سا وہ اخلاقی وصف ہے جو آپ ﷺ نے نہیں پیش کیا؟ جو کہا وہ کیا، قول و فعل میں کامل مطابقت ہے اور مطابقت بھی ایسی کہ جو زندگی کو خوش گوار، فکر کو رسا، عمل کو استحکام اور اعضاء کو توانا رکھتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ جس خطے میں مبعوث ہوئے وہ معاشرہ اپنے رذائل کے اعتبار سے جہاں انتہائی پستی کا شکار تھا تو وہاں ان کے چند اخلاقی اوصاف ایسے بھی تھے جس سے اس معاشرے کے عمومی محاسن کا پتہ چلتا ہے جیسے مہمان نوازی، ایفائے عہد، شجاعت، جرات، حریت وغیرہ۔

حضور اکرم ﷺ نے تہذیب اخلاق کے حوالے سے مختلف صورتوں میں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



رہنمائی فرمائی۔ سب سے پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رذائل سے اجتناب کی سوچ راسخ کی اس کے سماجی و اخروی نقصانات کی نشاندہی فرمائی۔ انسانوں کے مابین رذائل اخلاق کی وجہ سے جو مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور پھر جن کی وجہ سے معاشرہ جس تخریب کا شکار ہوتا ہے اس کا بڑے احسن صورت میں تدارک فرمایا۔ دوسرے طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار فرمایا کہ اخلاقی رویوں کو ہر جہت سے فروغ دیا۔ یہی مکارم اخلاق کی تکمیل ہے۔ اسی طرح جن اخلاقی معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمی کو ملاحظہ فرمایا۔ اس کی تہذیب و تربیت فرمائی اور جن کو بہتر پایا ان کی تصویب بھی فرمائی۔

اعلان نبوت سے قبل ایک معروف معاہدہ حلف الفضول ہوا جس کو تمام سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے۔ اس پورے معاہدے کو بنظر غائر پڑھا جائے یہ معاہدہ مکمل طور پر مکارم اخلاق ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی پاسداری بندے کو ایک بااخلاق انسان بنانے کی سعی تھی بلکہ اس جاہلی معاشرہ میں حسن معاشرت کی اساس تھا یہ معاہدہ جو اعلان نبوت سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخلاقی عظمت و بصیرت کا آئینہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معاہدہ اتنا پسند تھا کہ اعلان نبوت کے بعد ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> ”اگر اس معاہدہ کے عوض سرخ اونٹ بھی دیے جائیں تو میں قبول نہ کرتا اور اگر آج بھی مجھے اس طرح کے عہد و پیمان کے لیے بلایا جائے تو میں لبیک کہوں گا۔“(11)

اخلاق حسنہ کو اجتماعی اور مکمل نظام کے طور پر نافذ کرنے کا یہ حکم ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلف الفضول کی مدح فرما رہے ہیں۔ محاسن اخلاق کا آپس میں رابطہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



قائم کر کے یہ واضح فرمایا کہ اخلاق کا ایک پہلو اپنے اظہار کے لیے دوسرے کو طلب کرتا ہے، دوسرا تیسرے کو اسی طرح ایک شخص مکمل طور پر بااخلاق جب ہی کہلا سکتا ہے جب وہ تمام محاسن اخلاق کا مظاہرہ کرے۔ مثال کے طور پر ایک شخص اگر دیانتدار یعنی امین ہیں اور صادق نہیں تو وہ اخلاقی طور پر کمزور ہی کہلائے گا۔ ایک شخص اگر وعدہ خلافی نہیں کرتا لیکن بدزبان اور فحش گو ہے تو وہ بھی اخلاق کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔

اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جیسے ایک طالب علم نے پانچ مضامین پڑھے ہیں۔ پانچ کا ہی امتحان دیا اب مکمل کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب میں پاس ہو۔ ایک میں بھی اگر فیل ہو گیا تو سند یا ڈگری جاری نہیں ہوگی جب تک اس میں کامیابی حاصل نہ کر لی جائے یہی معاملہ اخلاق کا ہے۔ مکارم وحسن اخلاق کی تکمیل کے نبوی حکم یہی رہنمائی کرتا ہے کہ اخلاق کا مکمل عملی طور پر مظاہرہ کیا جائے۔

## اخلاق کی جہات وثمرات

انسانی حیات کی جتنی جہات ہیں ان سب کے حوالے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خلق پیش فرمایا۔ نہ صرف اپنے موجودہ عہد اور اپنے خطے کے مطابق بلکہ اس میں ہر عہد اور ہر خطے کے ساتھ انسانی فطرت کے مطابق اس کے معاملات، ضروریات اور خواہشات کی تہذیب وتطہیر کے تناظر میں ایک مکمل حسن خلق کا گلدستہ پیش کیا۔ اس کے ساتھ انسانی کیفیات جیسے خوشی، غم، غصہ، فقر، تونگری وغیرہ مختلف مواقعوں پر ایک منضبط اور مہذب حالت کا اظہار ہی خلق عظیم کی ہر عمل کی احسن صورت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أمرني ربي بتسع. (12)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(ترجمہ:)''میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا۔ میں بھی تمہیں ان باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔

1۔ مجھے نصیحت کی گئی ہے اخلاص کی ظاہر و باطن میں۔

2۔ اور عدل کی خوشی اور غصہ دونوں حالتوں میں کروں۔

3۔ اور میانہ روی کی ثروت اور غربت دونوں میں اختیار کروں۔

4۔ اور معاف کروں جو مجھ پر ظلم کرے۔

5۔ جو مجھے محروم رکھے اس کو عطا کروں۔

6۔ اور جو میرے ساتھ قطع رحمی کرے اس سے صلہ رحمی کروں۔

7۔ اور میرا سکوت (خاموشی رخلوت) فکر و تدبر ہو۔

8۔ اور میرا بولنا ذکر الٰہی ہو۔

9۔ اور میرا دیکھنا باعث عبرت ہو۔''

انسانی زندگی کو اگر چند بنیادی جہات میں تقسیم کیا جائے جیسے تزکیہ افکار، اصلاح احوال، کسب معاش، روابط بین الاقرباء اور طرز معاشرت۔ ان تمام امور کا صرف یہی ایک حدیث مبارکہ احاطہ کر رہی ہے۔

خلوت و جلوت میں اخلاص کا اظہار تزکیہ افکار کا مجرب نسخہ ہے اور عبد مخلص ہی پیکر حسن اخلاق ہوتا ہے۔ خوشی و غضب کی حالت میں عدل کرنا بھی حسن اخلاق کا اظہار ہے۔

غنا و فقر کے حالات میں معتدل رہنا ہی معاشی استحکام رکھتا ہے اور اچھی معیشت کا انسانی اخلاق پر اثر ایک مسلمہ امر ہے۔

اسی طرح معاف کرنا، عطا کرنا، صلہ رحمی وغیرہ یہ سب حسن اخلاق ہی کی مختلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جہات سے متعلقہ امور ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے حسن اخلاق کے اظہار میں کبھی بھی مقابل یا مخاطب کی خاندانی وسماجی یا معاشی حیثیت کو بنیاد نہ بنایا بلکہ آپ ﷺ کے پیش نظر کسی کا انسان ہونا ہی کافی تھا اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا مقصد احترام انسانیت کا فروغ اور وقار آدمیت کی پاسبانی تھا۔

مدینہ منورہ میں یہودی بچہ کی عیادت کے لیے چلے جانا، یہودی کا جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانا، مسلم وغیر مسلم وفود کی مہمان نوازی کرنا، دیگر مذاہب کے ساتھ امن کے معاہدے کرنا یہ سب سماجی و بین الاقوامی اخلاقیات کے مظاہر تھے۔ اسی طرح عائلی اخلاقیات میں ازواج سے حسن سلوک کرنا، راحت و رنج کا لحاظ کرنا، خوش طبعی فرمانا، ضروریات کا خیال کرنا، ان کے خاندانی و مذہبی پس منظر پر سکوت فرمانا، ذہنی و جسمانی تشدد سے مکمل مجتنب رہنا، ان کی تربیت فرمانا وغیرہ یہ سب عائلی اخلاقیات کا حصہ ہیں۔

اخلاق کی ایک جہت انسانی جذبات واحساسات کا لحاظ رکھنا بھی ہے۔ ایک انسان کی گفتگو، رویہ، انداز، طریق ملاقات ومعاملات کے بعد مخاطب اس کے بارے میں رائے قائم کرتا ہے۔ عموماً ہر انسان اپنی سرشت وفطرت یا عادت کے مطابق دوسروں کے ساتھ رویہ اختیار کرتا ہے اور دوران ملاقات اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ اس کی کس عادت یا جملے کی وجہ سے دوسرے انسان کے جذبات مجروح ہو رہے ہیں اور وہ کوفت محسوس کر رہا ہے۔ اس طرح کے رویوں سے نہ باہمی تعلقات ومعاملات فروغ پاتے ہیں اور نہ ہی یک جہتی اور ملی وحدت کی سوچ پروان چڑھتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی پوری حیات طیبہ اس بات پر شاہد ہے کہ آپ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نے دوسروں کے جذبات واحساسات کا مکمل خیال رکھا اور ان کو نہ صرف دل آزاری سے بچایا بلکہ تالیف قلبی کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ (13)

(ترجمہ:) ''بہترین مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔''

یہ واضح کرتا ہے کہ اذیت دینے کا تعلق صرف ہاتھ سے نہیں بلکہ زبان سے بھی ہوتا ہے۔ زبان سے دو طرح کی گفتگو ہی ہوتی ہے، خیر پر مبنی یا شر پر مبنی۔ شر پر مبنی گفتگو میں بداخلاقی ہے اور اس سے دوسرے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے اور اسی سے دوسروں کی عزت و وقار اور شرافت محفوظ نہیں رہتی جبکہ خیر پر مبنی گفتگو سے دوسرے سکون و عافیت محسوس کرتے ہیں۔

مدینہ منورہ تشریف آوری کے موقع پر جب حضور اکرم ﷺ کی سواری مدینہ کی گلیوں میں داخل ہوئی تو اہل مدینہ کی ایک کثرت یہ خواہش رکھتی تھی کہ آپ ﷺ ان کے قبیلہ، خاندان یا گھر میں قیام فرمائیں۔ ایسی صورت حال میں آپ ﷺ نے یہ فرما کر کہ میری سواری مامور من اللہ ہے سب کی دلجوئی فرمائی کہ جس کے نصیب میں اللہ یہ سعادت لکھ دیں میں اس کا مہمان ہوں گا۔

اگر آپ ﷺ کسی خواہش مند کے گھر تشریف لے جاتے تو شاید دوسرے محسوس کرتے کہ حضور ﷺ میرے گھر میں تشریف کیوں نہیں لائے اس لیے آپ ﷺ نے مامور من اللہ فرما کر سب کی مہمان نوازی کے جذبوں کی قدر فرمائی اور ان کے جذبات واحساسات کا لحاظ رکھا۔

اسی طرح فتح مکہ کے بعد ابولہب کی بیٹی کو کسی نے جہنم کے ایندھن کی بیٹی کہا تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئیں (مسلمان ہو چکی تھیں) اور شکایت کی کہ مجھ کو اس طرح کہا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس طرح کے جملے کہنے والے کی تربیت کی اور امت کو ایک اصول عطا فرما دیا کہ بڑوں کی غلطی کو ان کی اولاد کے ساتھ منسوب کرنا بد تہذیبی اور بد اخلاقی ہے اور دوسرے انسان کو رنجیدہ کرنا ہے۔ ایک انسان کا دوسرے انسان کو غمگین و رنجیدہ کرنا کسی بھی طرح جائز نہیں۔ اسی طرح قرآن مجید میں سورۃ الحجرات میں ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ. (14)

"لَا يَسْخَرْ" "ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑاؤ۔"

"وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ" "ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ۔"

"وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ" "اور برے القاب نہ دو۔"

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا. (15)

"اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ" "بدگمانیوں سے بچو۔"

"وَلَا تَجَسَّسُوا" "ایک دوسرے کی ٹوہ میں مت رہو۔"

"وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا" "اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔"

کسی کا مذاق اڑانا، نام بگاڑنا یا برے القاب دینا، بدگمانی کرنا، ٹوہ میں رہنا اور غیبت وغیرہ کرنا یہ اور اس طرح کے دیگر افعال سب مکارم اخلاق کے منافی رویے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں اور ان امور سے نہ صرف دل آزاری ہوتی ہے بلکہ یہ کردار کشی ہے جو صریحاً وقار آدمیت کے خلاف ہے اور "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ "[16]"اور ہم نے اولاد آدم کو عزت عطا کی ہے" کی حکم عدولی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کی ایک جہت تالیف قلب بھی ہے یعنی دلوں کو جوڑنا، دل کو رنج والم سے بچانا اور اطمینان اور راحت سے جوڑنا۔ تالیف قلب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ زکوۃ کے آٹھ مصارف میں ایک مصرف مؤلفۃ القلوب ہے کہ وہ نو مسلم جن کو قبول اسلام کی وجہ سے اپنے ہی اقربا کی طرف سے تکالیف و مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اب ضرورت ہے کہ ان کے قلوب کو اسلام کی طرف مائل رکھا جائے جس کے لیے قولی، فعلی اور مالی ہر طرح سے تالیف کی ضرورت ہے۔

اسی طرح قرآن اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی وجہ سے لوگوں کے قلوب کا جڑنا اور ملنا بھی حسن معاشرت کی بنیاد ہے۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے: "فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ "[17]"پس اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا، تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی۔" پھر اس کا ثمر یہ ملا کہ "فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا"[18]"پس تم اس نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی بن گئے۔"

اہل ایمان کے قلوب کا آپس میں جڑا ہونا ایک دوسرے کے لیے محبت ہونا یہ نعمت الٰہی ہے اور اس کا ثمر اخوت کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ. [19]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



''اور (اسی نے) ان (مسلمانوں) کے دلوں میں باہمی الفت پیدا فرما دی۔ اگر آپ وہ سب کچھ جو زمین میں ہے خرچ کر ڈالتے تو (ان تمام مادی وسائل سے) بھی آپ ان کے دلوں میں (یہ) الفت پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ نے ان کے درمیان (ایک روحانی رشتے سے) محبت پیدا فرما دی۔ بیشک وہ بڑے غلبہ والا حکمت والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے جوڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے، ان میں اخوت آئی۔ غزوہ حنین کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے یہ فرمایا:

''کیا تم ایک دوسرے کے دشمن نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دی۔''(20)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی ذات، کردار، اخلاق کی وجہ سے اپنا گرویدہ بنایا۔ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت کی رعنائیوں کے جلوؤں نے ظلم و جور کو دلیری اور شجاعت سمجھنے والوں، فحش گوئی و بدکلامی کو جوہر بیان سمجھنے والوں، لوٹ مار اور قتل کو اپنا معاش سمجھنے والوں کو حقیقت اخلاق بلکہ جوہر انسانیت کا درس دیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے ثمرات تھے کہ صرف چند برسوں میں اکثریت کے نام القاب اور کنیت ان کے حسن اخلاق کی پہچان بن گئیں۔ جیسے صدیق، فاروق، غنی، اسد (مراد شجاعت ہے) امین وغیرہ، یہ سب محاسن اخلاق ہی تو ہیں۔

اصلاح احوال کے لیے مختلف طریقوں سے کام کیا جاتا ہے۔ ایک اخلاق ہے دوسرا تلوار ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے تلوار کا استعمال رد الفساد کے لیے ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ضمن میں بھی کامیاب مساعی فرمائیں اور فتنہ و فساد کا اخلاق کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



ذریعے خاتمہ کیا جبکہ تلوار کا استعمال جہاں ناگزیر تھا وہاں کیا بلکہ جہاں تلوار کا استعمال کیا گیا یعنی غزوات وغیرہ پر وہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اخلاقی اصول و ضوابط کو متعارف کروا کر دنیا کے سامنے اخلاق کی ایک نئی جہت رکھی کیونکہ عموماً میدان حرب اور جنگ و جدل میں اخلاقی تو کیا انسانی اصول بھی نظر نہیں آتے لیکن خلق عظیم پر فائز ذات نے حیات انسانی کے اس پہلو میں بھی اخلاق حسنہ کا ہی مظاہرہ کیا۔

عصری معاشروں میں قوانین کے سخت ہونے کے باوجود جرائم اور فساد کا بڑھنا انسانیت کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ اس سے بچنے کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ تعلیم کے ساتھ اخلاق کو سنوارنے کا مربوط نظام تربیت شامل نصاب کیا جائے تاکہ قانون شکنی جو بد اخلاقی ہی کی بڑی مہیب صورت ہے اس سے بچا جا سکے اور پھر جو اصول یا قانون جب اخلاق سے نافذ ہو جائے گا تو پھر اس کے اثرات سے نہ صرف فرد بلکہ پورا معاشرہ مستفید ہوگا۔

❖❖❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# مصادر و مراجع


(1) لسان العرب:10/86۔

(2) الغزالی، محمد بن محمد، احیاء العلوم، 3/53.

(3) صحیح بخاری، رقم الحدیث:3۔

(4) سورۃ یونس:16۔

(5) بیہقی، السنن الکبری، 10/191، رقم:20571

(6) حاکم، المستدرک، 1/43، رقم:2

(7) ابن حبان، الصحیح، 12/368، رقم:5557

(8) سورۃ النحل:90۔

(9) طبرانی، المعجم الأوسط، 1/30، رقم:72

(10) سورۃ آل عمران:159۔

(11) بیہقی، السنن الکبری، رقم الحدیث:6367

(12) خطیب تبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکاۃ المصابیح، المکتب الاسلامی، بیروت۔ 1985ء۔ ج3، ص1472

(13) بخاری، الصحیح، 1/13، رقم:10

(14) سورۃ الحجرات:11۔

(15) سورۃ الحجرات:12۔

(16) سورۃ الاسراء:70۔

(17) سورۃ آل عمران:103۔

(18) ایضاً

(19) سورۃ الانفال:63۔

(20) بخاری، الصحیح، 4/1574، رقم:4075


❖❖❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# (6) اخلاص واحسان

- اخلاص کا معنی ومفہوم
- اہمیت اخلاص
- احسان کی تعریف
- اہمیت احسان
- اخلاص واحسان کا ارتباط
- اخلاص واحسان کے ثمرات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ کریم کی بارگاہ میں اعمال کی قبولیت کا انحصار صرف حسن عمل پر ہی نہیں بلکہ حسن نیت پر بھی ہے عمل کی خوبصورتی خلوص نیت سے مشروط ہوتی ہے۔ اخلاص بندے کے حسن باطن کا نام ہے جبکہ احسان حسن ظاہر کا نام ہے اخلاص طہارت فکر ہے تو احسان عمل مطاہر ہے۔ باطن کی ہر طرح کے میل کچیل مثلاً ریا کاری، تصنع، بناوٹ، نمود و نمائش وغیرہ سے پاک کرنے کے عمل کو اخلاص کہتے ہیں اور پھر جن اعمال کی بنیاد اخلاص پر ہوگی وہی عمل احسان پر مبنی ہو سکے گا۔

ذیل میں پہلے اخلاص کا معنی و مفہوم بیان کیا جارہا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اخلاص ہے کیا اور کیوں ضروری ہے۔

## اخلاص کا معنی و مفہوم:

امام جوہری لفظ اخلاص کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خَلَصَ الشئ بالفتح يخلص خُلوصًا، أى صار خالِصًا، وخَلَصَ إليه الشيء: وصل۔[1]

(ترجمہ:) ”کسی شے کو خالص کرنا اخلاص کہلاتا ہے جیسے کسی شے کا کسی شے سے مراجعت کرنا، مل جانا اخلاص کہلاتا ہے۔“

خ۔ل۔ص اخلاص کا مادہ ہے اس سے خلوص، خالص، خلاصہ وغیرہ بنا ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

والإخلاصُ أيضاً فى الطاعة: تَرْكُ الرياء۔

(ترجمہ:) ”اور ایسے ہی اخلاص اطاعت ہی میں ہے اور ترک ریا کا نام اخلاص ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



کسی شے کو صفا کرنے کا عمل بھی اخلاص کہلاتا ہے جیسے:

وخالَصَهُ في العِشرة.

امام جوہری اخلاص کی تعریف ایک مثال سے سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَخُلاصَةُ السمنِ بالضم: ما خَلَص منه، لأنهم إذا طبخوا الزبد ليتخذوه سمنا طرحوا فيه شيئا من سويق أو تمر أو أبعار غزلان. فإذا جاد وخلص من الثفل فذلك السمن هو الخلاصة والخلاص۔ (2)

(ترجمہ:) ”خلاصہ گھی کو کہتے ہیں جب اسے حاصل کرنے کے لیے مکھن کو پکایا جاتا ہے تاکہ گھی حاصل کیا جائے اور اس میں ستو یا کھجوریں یا کوئی اور شے ڈال دی جاتی ہے تاکہ تلچھٹ دور ہو جائے تو جب ایسے ہو جاتا ہے تو اسے گھی کہتے ہیں۔ پھر وہ خلاصہ یا خلاص (یعنی اس سارے عمل کا صاف وشفاف) حاصل ہے۔“

ابن منظور افریقی لفظ اخلاص کی خصوصیت وشرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خَلَص الشَيْءُ، بِالْفَتْحِ، يَخْلُص خُلُوصاً وخَلاصاً إِذا كَانَ قَدْ نَشِبَ ثُمَّ نَجا وسَلِم. وأَخلَصه وخَلَّصه وأَخْلَص لِلَّهِ دِينَه: أَمْحَضَه. وأَخْلَصَ الشيءَ: اخْتَارَهُ. وَقُرِئَ: إِلَّا عِبادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلِصِين. والْمُخْلَصِينَ قَالَ ثَعْلَبٌ: يَعْنِي بالْمُخْلِصِين الَّذِينَ أَخْلَصوا الْعِبَادَةَ لِلَّهِ تَعَالَى. وبالْمُخْلَصِينَ الَّذِينَ أَخْلَصهم اللهُ عَزَّ وَجَلَّ۔ (3)

(ترجمہ:) ”کسی شے کو خالص کرنے کا نام اخلاص ہے جیسے وہ نیچے کی طرف ہو تو اس کو بچانا اور نجات دینا اور خالص ہونا خالص کرنا جیسے اللہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



کے لیے خالص کرنا اور کسی چیز کو خالص کرنا یعنی اس کو پسند کرنا جیسے قرآن کریم میں ہے کہ "اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ"، ''مگر تیرے وہ بندے ان میں سے جن کو تو پسند کرتا ہے۔'' اور ثعلب نے کہا کہ مخلصین سے مراد وہ لوگ ہیں جو خالصتاً اللہ کے لیے عبادت کرتے ہیں اور مخلَصین وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خاص کرلیا ہو۔''

مذکورہ بالا تعریف سے یہ واضح ہوا کہ اخلاص کا مادہ خ۔ل۔ص خلص ہے کسی شے کو جب میل کچیل سے پاک کر دیا جائے تو وہ خالص ہو جاتی ہے۔شرعی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو اخلاص کا یہی مفہوم سامنے آتا ہے کہ انسان روح وایمان کو رذائل وکثافتوں سے پاک کرے تا کہ خلوص کے ساتھ وہ اللہ کی طرف مائل ہوا خلاص میں مانع شے ریا ہے ترک ریا کا نام اخلاص ہے۔ریا، دکھاوا وغیرہ ہوگا تو اخلاص باقی نہیں رہے گا اور جب اخلاص ہوگا تو ریا نہیں ہوگی۔

اخلاص جب افکار وعقائد میں ہوگا تو فکر خالص ہوگی اور فکر خالص ہی عمل خالص کو جنم دے گی گویا کہ اخلاص عمل اخلاص فکر سے مشروط ہے۔

اہمیت اخلاص:

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَآ اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ۔ (4)

(ترجمہ:) ''اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے۔''

اللہ کی عبادت اخلاص سے کرنا یہ حکم ہے ایک مومن صرف نماز، روزہ، حج وغیرہ ہی کو عبادت نہیں سمجھتا بلکہ اس کے نزدیک سیاست، تجارت، انسانی روابط کی جہات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہ بھی عبادات ہیں اخلاص کے ایک پہلو کا تعلق اللہ کے ساتھ ہے دوسرے کا تعلق انسانوں کے ساتھ ہے۔ اللہ کے ساتھ اخلاص کی بنیاد درست عقائد ہیں اور انسانوں کے ساتھ اخلاص ان کی خیر خواہی کرنا ہے۔

صحیح عقائد کے بعد بندہ مومن کا ہر عمل اخلاص سے مشروط ہے اخلاص ہی حسن نیت ہے۔ نیت ارادہ کا نام ہے نیت اگر درست ہے تو یہی اخلاص ہے امام بخاری نے صحیح بخاری میں پہلی حدیث یہی بیان کی ہے:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى. (5)

(ترجمہ:) ”بے شک اعمال کا انحصار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی ہے۔“

حسن نیت بظاہر غلط نظر آنے والے کام کو بھی مواخذہ سے بچاتی ہے بلکہ اس پر اجر کی امید کی جا سکتی ہے مثال کے طور پر ایک شخص دو گروہوں، دوستوں یا میاں بیوی میں صلح کروانے کی غرض سے بقدر ضرورت جھوٹ سے کام لے گا تو اس کا یہ جھوٹ بولنا یعنی خلاف واقعہ بات کرنا کذب میں شمار نہیں ہوگا کیونکہ اب صلح کروانے والے کی نیت صالح ہے وہ اخلاص کا اظہار کر رہا ہے اور اس کا نتیجہ بھی خیر کی صورت میں سامنے آ رہا ہے کیونکہ وہ "الصلح خیر"، ”صلح میں خیر ہے“ قرآنی حکم ہے۔

قرآن کریم نے اہل ایمان کی مختلف حالتوں کے بیان میں ان کی مختلف صفات کا بیان کیا ہے۔ جیسے متقین، صالحین، متوکلین، عابدین، ساجدین، مقسطین، وغیرہ ایسے ہی اہل ایمان کی صفت اخلاص کا ذکر کرتے ہوئے کافی مقامات پر ”مخلصین“ کی اصطلاح بیان کی ہے، شیطانی غلبہ جن پر نہ ہو سکے گا ان کے لیے فرمایا:

إِلَّا عِبَادَ اللهِ الْمُخْلَصِينَ. (6)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



(ترجمہ:) ''مگر اللہ کے مخلص بندوں پر (شیطان کا زور نہیں چلے گا)''۔

دوسری جگہ "اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ"(7) بھی فرمایا معلوم ہوا کہ جہاں اخلاص ہوگا وہاں شیطانی غلبہ مفقود ہوگا کیونکہ اخلاص کی وجہ سے جس صفت کا بھی اظہار ہوگا اس میں حسنِ نیت نظر آئے گی اور جس عمل میں حسنِ نیت ہوگی وہاں نفسانیت وشیطانیت نہیں ہوگی۔ عمل میں اخلاص کی مقدار ہی اس کے مقبول ہونے کا فیصلہ کرے گی مثال کے طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ نُودِيَ فِي الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ اللهِ هَذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ هَلْ عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ هَذِهِ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ۔(8)

(ترجمہ:) ''جو شخص اللہ کے راستہ میں جوڑا خرچ کرے گا تو اس کو جنت میں اس طریقہ سے آواز دی جائے گی اے اللہ کے بندے یہ (خیر) تیرے واسطے ہے۔ چنانچہ جو شخص نمازی ہوگا تو اس کو وہ نماز کے دروازہ سے پکارا جائے گا اور جو شخص مجاہد ہوگا تو اس کو باب جہاد سے اور جو خیرات کرنے والا ہوگا تو اس کو خیرات کے دروازہ سے اور جو روزہ دار شخص ہوگا تو اس کو باب ریان سے آواز دی جائے گی۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو ان میں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک دروازہ سے آواز دی جائے گی اس کو کسی دوسرے دروازہ سے پکارے جانے کی ضرورت تو نہیں؟ لیکن کیا کوئی شخص ایسا بھی ہوگا کہ جو کہ ان تمام کے تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! اور مجھ کو توقع ہے کہ تم ان ہی میں سے ہوں گے۔"

اس حدیث میں نماز، جہاد، صدقہ اور روزہ کا ذکر ہے کہ اہل ایمان کے ان اعمال کی وجہ سے ان کو جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا ان میں اعمال کے کرنے کا حکم عام ہے اور ہر مومن سے حسن ظن کے اعتبار سے یہی رائے قائم کرنی چاہیے کہ وہ اپنی زندگی میں کم یا زیادہ ان اعمال کو ادا کرتا ہے یہ بھی عام مشاہدہ ہے کہ روزہ رکھنے والا نماز بھی ادا کرتا ہے اور صدقہ بھی دیتا ہے۔ لیکن اس کے اعمال کو ان کے اخلاص سے مشروط کیا گیا ہے۔ جس کے عمل میں اخلاص زیادہ ہوگا اس کا وہی عمل اس کے دخول جنت کا سبب بنے گا۔

اس حدیث سے یہ پہلو بھی سامنے آیا کہ ایک گروہ مخلصین کا ایسا بھی ہوگا جن کو ہر دروازے سے بلایا جائے گا جس کا ہر عمل خالص لوجہ اللہ ہوگا پھر نبی اکرم کا یہ فرمانا کہ اے ابوبکر! مجھے امید ہے کہ تم انہی گروہ مخلصین میں سے ہوں گے اس سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق کی عظمت بھی ظاہر ہو رہی ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ ان کا ہر عمل اخلاص پر مبنی ہے اور عنداللہ مقبول ہے۔

نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ اگر ان میں اخلاص نہ ہوا ریا یا دکھاوا کا عنصر آ گیا تو یہ اعمال عنداللہ ماجور نہیں ہوں گے۔ ایک ہے اعمال کی ظاہری حالت اور ایک ہے اس کی باطنی حالت ظاہری حالت کا باطن سے اور باطن کا ظاہری سے گہرا ربط ہے۔ وجود جب ظاہری طور پر خالق کے آگے جھک رہا ہے تو قلب کی حالت بھی ایسی ہی ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہی اخلاص ہے ایک بندہ مکمل طور پر اخلاص کے ساتھ عمل کرے اور اس سے اس کا مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول ہو اور کوئی غرض نہ ہو اس کے باوجود لوگ اس کو اس کے اس عمل صالح کی وجہ سے پسند کریں جیسا کہ عموماً لوگ اللہ کے نیک بندوں کو ان کی نیکیوں کی وجہ سے پسند کرتے ہیں تو یہ اس مومن کے لیے ایک طرح سے بشارت ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا:

الرَّجُلُ يَعْمَلُ الْعَمَلَ لِلّٰهِ، فَيُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَيْهِ، قَالَ: ذٰلِكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ۔ (9)

''ایک آدمی اللہ کے لیے عمل کرتا ہے اور لوگ اس کو پسند کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: یہ مومن کے لیے فوری بشارت ہے۔''

اخلاص سے کیے گئے عمل کا پسندیدہ ہونا ایک طرح سے اس عبد مخلص کے لیے دنیا ہی میں مُنعم حقیقی کی طرف سے انعام ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ، وَالنَّصِيحَةُ لِوُلَاةِ الْمُسْلِمِينَ، وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ۔ (10)

(ترجمہ:) ''تین چیزیں ہیں جو مومن کے دل کو کینہ پروری سے بچائیں گی۔ اللہ کے لیے عمل خالص، ائمہ مسلمین سے خیر خواہی اور جماعت (اہل سنت) کے ساتھ ہی رہنا۔''

ان تینوں میں بنیادی نقطہ اخلاص ہی ہے اللہ کے لیے جو عمل ہو گا وہ اخلاص پر ہی ہو گا مسلمانوں کے لیے خیر خواہی کے جذبات رکھنا اخلاص نیت ہی کی جہت سے ہو گا اور اجتماعیت اختیار کرنا اس جماعت کے ساتھ جڑے رہنا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



صحابہ کرام کے طریقے پر ہے یہ بھی اخلاص کے بغیر ممکن نہیں۔

حصولِ اخلاص کے لیے نبی اکرم ﷺ نے یہ دعا سکھائی ہے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ، اجْعَلْنِی مُخْلِصًا لَکَ وَأَھْلِي فِي کُلِّ سَاعَۃٍ فِي الدُّنْیَا وَالآخِرَۃِ۔ (11)

(ترجمہ:) ''اے ہمارے اللہ! اے ہر چیز کے رب مجھے اپنا مخلص بندہ بنادے اور میرے اہل خانہ کو بھی دنیا وآ ت کے ہر لمحے میں۔''

اعمال ظاہری میں اگر بعض دفعہ کوئی خطا ی نظر آرہی ہو لیکن قلب کی حالت اخلاص ہی پر ہو تو ایسے عمل پر لعن طعن نہیں کیا جائے گا ایسا ہی ایک واقعہ عہد رسالت میں فتح مکہ سے پہلے پیش آیا جب نبی اکرم ﷺ نے مکہ پر پیش قدمی کے لیے تیاری کا حکم دیا لیکن ظاہر نہ فرمایا کہ ارادہ مکہ کی رف ہے۔ کچھ صحابہ کرام کو علم بھی تھا لیکن انہوں نے خاموشی کے ساتھ تیاری جاری رکھی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ بھی اسی حقیقت حال سے واقف تھے انہوں نے اپنے عزیز واقارب کو جو مکہ میں تھے خط لکھا کہ اپنا تحفظ کرلو اس دفعہ نبی پاک ﷺ کا ارادہ مکہ کی طرف ہے نبی پاک کو جب حضرت حاطب کے اس عمل کا علم ہوا تو آپ ۔نے ان کا بلا کر معاملہ کی تفتیش کی اور فرمایا حاطب یہ کیا ہے؟ اور اس سے تمہارا مقصد کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ پر جلدی نہ فرمایئے خدا کی قسم میں مومن ہوں اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں مکہ میں میرا کوئی رشتہ دار نہیں ہے جو میرے مال واہل کی حفاظت کرے اسی بات نے مجھ کو اس فتنہ میں ڈالا ہے میں نے یہ عمل نفاق یا ارتداد کی وجہ سے نہیں کیا اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آگاہ اور باخبر ہو جاؤ کہ حاطب سچ کہتا ہے۔ (12)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس طرح کا ایک اور واقعہ ایک سریہ میں پیش آیا کہ جب ایک صحابی نے ایک کافر کو جس نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا پھر بھی قتل کر دیا:

فقال رسول الله ﷺ للقاتل اقتلته بعد ما قال انی مسلم قال یارسول الله قالها متعوذا قال شققت قلبه.(13)

(ترجمہ:)"تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ کیا اس کے کلمہ پڑھنے کے باوجود بھی تو نے اس کو قتل کر دیا؟ تو اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! اس نے جان بچانے کی غرض سے کلمہ پڑھا تھا تو آپ نے فرمایا: کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا (کہ اس نے جان بچانے کی وجہ سے کلمہ پڑھا ہے؟)"۔

نبی پاک کے چند بار پر جلال انداز سے بات کرنے سے وہ صحابی بہت پشیمان ہوئے۔

ان دونوں واقعات سے واضح ہوا کہ کسی کی نیت اس کے اخلاص کا معاملہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کوئی شخص اگر نماز پڑھ رہا ہے تو نماز پڑھنے کے دو پہلو ہیں ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔ ظاہری پہلو کی وجہ سے اس کو نماز کہا جائے گا اور تعریف ہی کی جائے گی دوسرا پہلو ہے باطنی۔ نماز پڑھنے کے حوالے اس کے باطن میں کیا ہے یہ نہیں جانا جا سکتا یہ اس کا اور اللہ کا معاملہ ہے اس معاملے میں اخلاص کا حکم ہے کیونکہ عمل خیر حسنِ نیت کا تقاضا کرتا ہے وہ جس قدر ہوگی اجر اس قدر ہی ملے گا۔

عمل کی ظاہری خوبصورتی اچھی بات ہے لیکن اس سے بھی اچھی بات اس عمل کے حوالے سے نیت کا صالح ہونا ضروری ہے مثال کے طور پر قرآن کریم نے صدقات و خیرات دینے کے حوالے سے دونوں صورتیں جائز قرار دی ہیں "سِرًّا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَعَلَانِيَةً"، ”خفیہ طریقے سے چھپ کر دینا یا سب کے سامنے اعلانیہ طور پر دینا“ دونوں طریقے بالکل درست اور جائز ہیں لیکن اجر کا معاملہ نیت و اخلاص کا ساتھ مشروط ہے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ۔ (14)

(ترجمہ:) ”ہرگز (تمہاری قربانیوں کا) خون اور گوشت اللہ کو نہیں پہنچتا مگر تمہارے (قلوب کا) تقویٰ پہنچتا ہے۔“

جانور ذبح کرنا بہت ہی اعلیٰ عمل ہے لیکن واضح کر دیا کہ اس کی ظاہری خوبصورتی، گوشت وخون وغیرہ ایک علیحدہ معاملہ ہے اللہ نے جس وجہ سے اس عمل خیر کی جزاء عطا کرنی ہے وہ اخلاص نیت ہی ہے۔ اس حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ۔ (15)

(ترجمہ:) ”بے شک اللہ تمہارے اعمال اور تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا مگر تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔“

ہو سکتا ہے اعمال کی ظاہری صورت بہت خوبصورت ہو لیکن اس میں اخلاص نہ ہوا تو ظاہری صورت پر کی گئی محنت ضائع جائے گی اور اگر ظاہری طور پر اعمال اگر زیادہ مزین نہ بھی ہوئے مگر وہ اعمال اخلاص کی قوت سے بھرپور ہوئے تو وہی عند اللہ ماجور ہوں گے۔

ہمارے سامنے اعمال و معاملات کا صرف ایک ہی پہلو ہوتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اس عمل و معاملہ کی حقیقت جانتا ہے تو جو ذات حقیقت جانتی ہے وہ عمل کا حقیقی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



پہلو بخوبی جانتی ہے اور اجر کا ملنا اس عمل کی حقیقی حالت ہی کے مطابق ہوگا۔

اسی لیے سلف صالحین ہر عمل اور معاملہ کو اخلاص کی کسوٹی پر پرکھتے تھے کہ ان کے عمل میں للّٰہیت کا عنصر کتنا ہے اپنی ذات کی نفی اور ہر عمل خیر کی نسبت اللہ کی طرف کرنا بھی ایک طرح سے اخلاص ہی کی صورت ہے۔

حضرت امام مالک جب مؤطا کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اپنا اخلاص ثابت کرنے کے لیے مؤطا کے مسودہ کے تمام اوراق کو پانی میں ڈال دیا اور فرمایا اگر ان اوراق میں سے ایک ورق بھی بھیگ گیا تو مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے لیکن یہ امام مالک کی صدق نیت اور اخلاص کا ثمرہ تھا کہ پانی میں ڈالنے کے باوجود ان اوراق میں سے کوئی ورق بھی نہیں بھیگا اور اس کام میں امام مالک کی للّٰہیت اور اخلاص تمام لوگوں پر ظاہر ہوگیا۔ (16)

امام مالک کی مؤطا کے حوالے سے مزید امام سیوطی لکھتے ہیں:

"امام مالک کے زمانہ میں ابن ابی ذئب (م 158ھ) نے مؤطا کے عنوان پر کتاب تالیف کی جب امام مالک نے مؤطا تالیف کی تو ان سے استفسار کیا گیا:

ما الفائدة في تصنيفك؟

(ترجمہ:) "آپ کی اس تصنیف کا کیا فائدہ ہے؟"

تو امام مالک نے فرمایا: "ما كان لله بقي"، "جو اللہ کے لیے ہوگی باقی رہے گی۔" (17)

آج صدیاں گزر جانے کے باوجود حدیث کی اس تصنیف کا خواص وعوام میں مقبول ہونا امام مالک کے اخلاص کی دلیل ہے۔

اخلاص ونیت کا یہی رنگ امام محمد بن ادریس المعروف امام شافعی (م 204ھ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے مزاج میں نظر آتا ہے آپ کا ارشاد ہے:

''میری خواہش کہ لوگ میری کتب کو پڑھیں، سیکھیں لیکن میری طرف ان کتابوں کی نسبت نہ ہو۔''(18)

مزاج کی یہی عاجزی اور نیتوں کا اخلاص قرونِ اولیٰ کے اہلِ ایمان کے کارناموں میں نظر آتا ہے۔ امام بخاری کا اپنی صحیح بخاری میں پہلی حدیث نیت کے بارے میں بیان کرنا ان کے حسنِ نیت کی دلیل ہے۔

اکابرینِ امت کے افکار، کردار، تصنیفات اور دیگر محرکات کا صدیوں گزر جانے کے باوجود نمایاں رہنا یہی واضح کرتا ہے کہ ان کا مقصود اپنی ذات کی تشہیر نہیں تھا بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ تھا۔ جو کام بھی اللہ کے لیے ہوگا تو یاد رہے بقا صرف اللہ کو ہے۔ باقی سب فانی ہے تو باقی کے لیے کیا گیا عمل بھی باقی رہتا ہے اور اپنے بزرگ و بار کے ساتھ باقی رہتا ہے۔

## احسان کی تعریف:

احسان کی اہمیت و اثرات سے قبل ضروری ہے کہ اس کی تعریف پر بات کی جائے۔

امام جوہری احسان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الحُسْنُ: نقیض القُبح، والجمع محاسِنُ۔(19)

(ترجمہ:) ''حسن کی ضد بدصورتی ہے اور اس کی جمع محاسن ہے۔''

اس تعریف سے واضح ہوا کہ احسان کا مادہ، ح، س، ن ''حسن'' ہے اس کا معنی ہے خوب صورتی اور اس کا متضاد قبح یعنی بدصورتی ہے جو شے خوبصورت ہوگی وہ بدصورت نہیں ہوسکتی اور جو بدصورت ہوگی وہ خوب صورت نہیں ہوسکتی ایک وقت میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



شے کی ایک ہی حالت ہوگی۔

مزید لکھتے ہیں:

وحسنت الشئ تحسينا: زينته۔ (20)

(ترجمہ:) ''اور کسی شے کی تعریف کرنا اس کو تعریف سے مزین کرتا ہے۔''

عام طور پر کسی شے، عمل یا فرد کی خوبی کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی تعریف کرنا خراج تحسین کہلاتا ہے۔

علامہ ابن منظور الافریقی لفظ احسان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الحُسن نَعتٌ لِمَا حَسُن۔ (21)

(ترجمہ:) ''نعت کا معنی تعریف کرنا ہے اور تعریف جب ہی کی جاتی ہے جب کوئی خوبی یا حسن ہو۔''

حُسن، احسان، محاسن کی قبیل میں ایک اور لفظ بولا جاتا ہے وہ ہے ''حَسَنَہ'' عموماً اس سے مراد نیکی و بھلائی ہی لیا جاتا ہے اس کی جمع حَسَنات ہے حَسَنَہ کا مادہ بھی حسن ہی ہے نیکی کو حسنہ کہنے کی وجہ یہی ہے کہ فی الحقیقت نیکی ہی حسن عمل ہے چاہے اس کے ظہور کا تعلق اللہ کے ساتھ ہو یعنی نماز، روزہ، حج وغیرہ یا انسانوں کے ساتھ سلوک پر مبنی ہو۔

قرآن کریم میں لفظ احسان مختلف معنوں میں آیا ہے لیکن سب کی اصل کی طرف اگر غور کیا جائے گا تو معنی خیر و خوبی یا نیکی و بھلائی ہی نظر آئے گا۔

''حسنہ'' کی ضد ''سیئہ'' (برائی و گناہ) ہے جیسے قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا ۔[22]

(ترجمہ:)”جو کوئی نیکی کرے گا اس کے لیے دگنا اجر ہے۔“

یہاں حسنہ سے مراد نیکی ہے مراد وہ کام جو اللہ کے پسندیدہ اور اس کی رضا کا باعث ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے (جو دعا سکھائی گئی ہے):

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔[23]

(ترجمہ:)”اے ہمارے رب! ہمیں دنیا و آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔“

یہاں حسنہ سے مراد نعمت ہے نعمت کا نزول خیر ہی پر مبنی ہوتا ہے اس لیے حسنہ کہا ہے نعمت کو اگر لغوی اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو اس کا معنی ہے جو شے اچھی لگے اس کا مادہ ”نعم“ (انعام، صلہ، مہربانی، خوبی) ہے۔

عمل جب تک احسان سے عبارت ہوں گے اس کا اثر معاشرے میں خوبصورتی اور اعتدال کی صورت میں نظر آئے گا۔ دین میں حسن عمل کی اہمیت ہے چاہے وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو۔

## احسان کی اہمیت:

قرآن کریم میں احسان کے ساتھ دو اور اس کے ہم معنی الفاظ آتے ہیں ایک ہے ”حسن“ دوسرے ہے ”انعم“ ان دونوں سے مراد بھی احسان ہی ہے یہ عربی زبان کا کمال ہے کہ ایک ہی شے کے مختلف نام ملتے ہیں ایک نام کے کئی مطالب تو ادبیات میں ملتے ہیں لیکن ایک شے کے کئی نام یہ عربی زبان ہی کا خاصہ ہے دیگر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



زبانوں میں بھی کسی نے کسی حوالے سے یہ خواص ہوں گے لیکن عربی زبان اس ضمن میں سب سے زیادہ وسعت وثروت رکھتی ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ. (24)

(ترجمہ:) ''بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

جو عمل بندے کو اللہ کی محبوب بنا دے اہل ایمان کے نزدیک اس عمل سے زیادہ کوئی عمل محبوب نہیں ہوتا پھر وہ عمل جو خالق کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کا شعار رہا ہو قرآن میں "احسن" اور "وَأَحْسِنُوا" کا حکم یہ واضح کرتا ہے کہ انفرادی و اجتماعی روابط و معاملات میں جب تک احسان کی روش نہ اپنائی جائے گی تب تک حسن معاشرت کی تشکیل ممکن نہیں۔ معاشرے رویوں سے بنے ہیں رویے تربیت سے تشکیل پاتے ہیں اور تربیت حسن واحسان کے بغیر ممکن نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَادِيبِنِي. (25)

(ترجمہ:) ''میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور بہت ہی خوبصورت طریقے سے تربیت کی۔''

حدیث کے الفاظ ''فاحسن'' تربیت میں حسن واحسان کی اہمیت کو واضح کر رہے ہیں اس لیے قرآن کریم نے حکم دیا:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ. (26)

(ترجمہ:) ''بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔''

حق کے مطابق فیصلہ دینا عدل ہے اس سے زائد دینا احسان ومہربانی ہے۔

عدل تعمیر معاشرت کی بنیاد ہے اور احسان اس پر قائم عمارت ہے سماجی جاذبیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اوراس کی اثر آفرینی احسان ہی کی مرہونِ منت ہے۔

نبوی معاشرہ میں عدل واحسان کے رنگ مختلف جہات میں نظر آتے ہیں ریاست مدینہ کے آغاز کے وقت مواخات مدینہ کے قیام سے آپ کی صفت احسان کا ظہور ہوا اور میثاق مدینہ کی صورت میں صفت عدل کا ظہور ہوا عدل ظلم وتخریب، دہشت وبربریت، حق تلفی وبے اعتدالی سے روکتا ہے تو احسان اتفاق اور شفقت و مہربانی کو فروغ دیتا ہے۔

ذخیرہ کتب حدیث کی مشہورترین حدیث جبریل جس کے راوی حضرت سیدنا عمر فاروق ہیں کہ جس میں حضرت جبریل امین عام سائل کی صورت میں آکر نبی اکرم ﷺ سے چار سوال پوچھتے ہیں ان چار میں ایک یہ بھی ہے کہ

"مَا الْإِحْسَانُ؟" اے اللہ کے رسول ﷺ! احسان کیا ہے

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ۔ (27)

(ترجمہ:)"(احسان یہ ہے) کہ تم اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ تم سے نہ ہو سکے (تو یہ یقین رکھ) کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔"

یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ میں مختلف طرق سے روایت کی گئی ہے۔

اس حدیث میں چار سوال کئے گئے ہیں:

"مَا الْإِيمَانُ؟" ایمان کیا ہے؟

"مَا الْإِسْلَامُ؟" اسلام کیا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



"مَا الْإِحْسَانُ؟" احسان کیا ہے؟

اور چوتھا سوال علامات قیامت کے بارے میں ہے۔

ایمان کی تعریف کر کے درست عقیدہ بتا دیا۔ اسلام کی تعریف کر کے بنیادی ارکان و عبادات کی وضاحت کی علامات قیامت بیان کر کے آخرت کا تصور واضح کیا۔ جبکہ احسان کی تعریف میں صرف ایک ہی جملہ بیان فرمایا کہ "اللہ دیکھ رہا ہے" ایک مومن کی حیات میں جب تک یہ احساس راسخ رہے گا کہ اللہ دیکھ رہا ہے تو اس کا ہر عمل حسن عمل بن جائے گا۔

کام دو طرح کے ہیں صحیح یعنی جن کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے غلط جن کی ممانعت کی گئی ہے" ان تعبد اللہ" سے مراد ہر وہ کام جس کی شریعت نے اجازت دی ہے وہ جائز ہے اب ہر عمل صالح کے کرتے ہوئے یہ تصور مستحکم رہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے ظاہری و باطنی دونوں طرح سے اس میں ظاہری طور پر بھی حسن ہو اور باطنی طور پر بھی خوبصورتی ہو گی یعنی نیت درست ہو گی تو احسان کی کیفیت کا حصول ممکن ہو گا۔

احسان کا تعلق صرف عبادات مراد نماز، روزہ وغیرہ ہی سے خاص نہیں بلکہ اس کا تعلق ہر شے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ۔ (28)

(ترجمہ:) "بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کو لازم کیا ہے"۔

یعنی انسان سے جانور تک سب کے ساتھ معاملہ احسان و نیکی پر کیا جائے گا۔

ایک مومن کا دائرہ احسان جتنا وسیع تر ہوتا جائے گا اتنا ہی اس کی ذات سے خیر و نیکی کا ظہور بڑھتا جائے گا اس میں پھر اپنے بیگانے، جانے انجانے، دوست و دشمن، انسان و حیوان، چرندے پرندے سب شامل ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس اہل ایمان کے لیے اللہ کی طرف سے احسان ہے آپ کی تشریف آوری کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (29)

(ترجمہ:)" بے شک اللہ نے اہل ایمان پر احسان کیا ہے کہ جب ان میں رسول کو مبعوث کیا۔"

آپ کی ذات اپنے وجود میں اہل ایمان کے لیے احسان ہے جبکہ تمام عالمین کے لیے رحمت ہے تو جس طرح بادل کا کام بارش برسانا ہے اور وہ برساتا ہے اور سب پر برستا ہے سورج کا کام روشنی دینا ہے اور وہ سب کو روشنی فراہم کرتا ہے۔ بادل اور سورج کا مزاج ہی جل تھل کرنا اور روشنی کرنا ہے ایسے ہی اپنے مزاج کے اعتبار سے نبی پاک کی ذات اقدس سے احسان، مہربانی، رحمت اور خیر ہی کا ظہور ہوا۔ اہل ایمان تو آپ کی مہربانیوں سے ہر لحہ بہرہ یاب ہوتے رہے لیکن یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ کفار بھی محروم نہ رہے آپ کی وجہ سے ان پر عذاب نہ آیا وہ مامون رہے پھر فتح مکہ کے موقع پر عفو عام کا اعلان آپ کے احسان کا منفرد انداز ہے کہ مہربانی کا ایسا منظر اقوام عالم نے اس سے قبل کسی فاتح کی طرف سے نہیں دیکھا تھا۔

زندگی کی خوبصورتی احسان کی روش سے مشروط ہے۔ سخاوت، ایثار، خدمت خلق وغیرہ یہ سب احسان ہی کی مختلف صورتیں ہیں ہر شے کے ساتھ احسان کا معاملہ رکھنے کا حکم فی الحقیقت حیات انسانی کو آسان، سہل، پرسکون بنا کر مشکلات ومصائب اور اذیت سے بچانا مقصود ہے ایک طرف احسان ومہربانی کا حکم دیا اور دوسری طرف حکم دیا کہ محسن کا شکر بھی کرتے رہو۔ احسان کا معاملہ منفی رویوں اور فکر کا خاتمہ کرنا ہے نبی اکرم ﷺ کا کفار، یہود ونصاریٰ اور منافقین کے ساتھ احسان ہی کا رویہ تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جس کی وجہ سے غالب اکثریت دائرہ اسلام میں داخل ہوئی صرف عبداللہ بن ابی کا جنازہ پڑھنے اور اسے جو آپ نے اپنی قمیص عطا کی تھی اس کے اثر سے ہزاروں منافقین نفاق سے توبہ کر کے آپ کے سچے مطیع بن گئے۔ احسان کے حوالے سے سیرت طیبہ میں ایک اور جہت نظر آتی ہے کہ محسن کے احسان کا بدلہ دینے کی عملی طور پر بھی کوشش کی جائے جیسا کہ خود فرمایا کہ میں نے سب کے احسانوں کے بدلہ اتار دیا ہے سوائے صدیق اکبر کے، ان کے احسانوں کا بدلہ اللہ تعالیٰ ان کو عطا کرے گا قرآنی حکم بھی ہے کہ

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ. (30)

(ترجمہ:)''احسان کا بدلہ سوائے احسان کے کچھ نہیں''۔

یعنی آپ نے اگر کسی کے ساتھ مہربانی کی ہے تو اس کا اجر آپ کو مہربانی ہی کی صورت میں ملے گا۔لیکن احسان کرنے والوں کو بھی یہ یاد رہے کہ وہ جس پر احسان کر رہے ہیں ان سے بدلہ کی امید نہ رکھیں اور نہ ہی احسان جتلا کر اپنی اس نیکی کو ضائع کریں۔ احسان جتلانا اور ہے احسان یاد کروانا اور ہے جتلانے میں مقصد کسی کو اذیت دینا ہے اور یاد کروانے کا مقصد اس کو راہ راست پر رکھنا ہے کیونکہ جب تک محسن کا احسان یاد رہے گا اس کے حوالے سے سوچ مثبت ہی رہے گی۔

غزوہ حنین کے بعد جب نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کے نومسلموں میں کثرت سے مال غنیمت تقسیم فرمایا اور انصار صحابہ کو کچھ نہ دیا تو کچھ نوجوان انصار نے اس حوالے سے کہا کہ اہل مکہ پر نبی اکرم ﷺ کی نوازشات سے معلوم ہوتا ہے۔

آپ اب کہیں مکہ مکرمہ میں دوبارہ تشریف نہ لے جائیں اس میں ان صحابہ کا مقصد مال نہ تھا بلکہ نبی پاک ﷺ کی نظر التفات کے وہ منتظر تھے اور آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے مدینہ منورہ سے مکہ منتقل ہو جانے کے خیال پر تشویش تھی جو انہوں نے ظاہر کی آپ تک جب یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللهُ بِي، وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِينَ فَأَلَّفَكُمُ اللهُ بِي، وَعَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللهُ بِي » كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ. (31)

(ترجمہ:) ''اے گروہ انصار! کیا میں نے تم کو گمراہ نہیں پایا تھا؟ تو اللہ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت بخشی اور تم میں نا اتفاقی تھی تو اللہ نے میری وجہ سے تم میں الفت پیدا کردی اور کہا کیا تم تنگ دست نہیں تھے؟ تو اللہ نے میری وجہ سے تمہیں مالدار بنایا آپ ﷺ جب بھی کچھ فرماتے تو انصار عرض کرتے کہ اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر بڑا احسان ہے۔''

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے انصار کی دل جوئی کے لیے مزید فرمایا:

أَتَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ، وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رِحَالِكُمْ. لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ۔ (32)

(ترجمہ:) ''کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں نبی (ﷺ) کو لے کر جاؤ اگر (میں نے) ہجرت نہ کی ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔''

اس سے متصل حدیث میں یہ الفاظ ہیں نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

فَوَاللهِ لَمَا تَنْقَلِبُونَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُونَ بِهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رَضِینَا۔ (33)

(ترجمہ:)''اللہ کی قسم! تم جس کے ساتھ لوٹو گے وہ اس سے بہتر ہے جس کے ساتھ وہ لوٹیں گے۔ انصار نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بے شک ہم راضی ہو گئے۔''

اللہ کا بندوں پر احسان ہو یا اس کے نبی اکرم ﷺ کا دونوں کا ظہور کسی نعمت یا خیر ہی کی صورت میں ہوتا ہے بندہ پر لازم ہے کہ ان مہربانیوں کا نہ صرف اعتراف کریں بلکہ ان مہربانیوں کا کماحقہ حق بھی ادا کریں نبی پاک ﷺ کی ذات کی وجہ سے جو احسان ومہربانیاں انصار پر ہوئیں اس کا ذکر کرے انصار کی فکر کو اعتراف و تسلیم کا خوگر بنانا تھا اور ان احسانات کی عظمت و اہمیت کا احساس دلانا تھا جس کا انصار کو احساس بھی ہوا اور ان کا یہ کہنا کہ ''قد رضینا'' بے شک ہم راضی ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ کی مہربانیاں جو رسول اکرم ﷺ کی وجہ سے ان پر ہوتی تھی سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ اعتراف وتسلیم کا اظہار بھی کر رہے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ تربیتی پہلو ہے کہ ہر معاملے کو مادی اسباب کے تناظر میں دیکھنا ضروری نہیں۔ بندوں پر اللہ کے احسان وکرم کے مختلف رنگ ہیں مختلف انداز ہیں اور پھر ہر نعمت کی ایک خاص اہمیت اور اس کا وزن ہے۔ اس لیے نہ صرف ہر احسان اور نعمت کی قدر ضروری ہے بلکہ اس کا صحیح مصرف بھی لازم ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے مذکورہ بالا واقعہ سے ایک اصول اور بھی سامنے آتا ہے کہ انسانوں کے انسانوں پر احسان ومہربانی کی بھی قدر کرنی ضروری ہے تاکہ اخوت و ہمدردی کی فضا برقرار رہے جو حسن معاشرت کی جان ہے۔

## اخلاص واحسان میں ارتباط:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اخلاص صفائے باطن کا نام ہے اور باطنی کدورتوں اور آلائشوں کا خاتمہ کر کے قلب وفکر کو خالص کر کے اس کو مصفیٰ و مقفی کرتا ہے ایسی حالت میں قلوب پر تجلیات کا نزول ہوتا ہے نزول انوار و تجلیات ہی سے کیفیت احسان پیدا ہوتی ہے جس کا ایک حال رب کا ساتھ ہوتا ہے جس میں کم از کم "کانك تراہ" (وہ رب تجھے دیکھ رہا ہے) کا منظر نظر آتا ہے جبکہ دوسرا حال بندوں کے ساتھ ہوتا ہے جس کا ظہور حسن سلوک کی صورت میں ہوتا ہے۔

حسن عمل اخلاص فکر ہی کا ثمر ہے حسن عمل اخلاص کے بغیر ممکن نہیں پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ جس عمل کے حوالے سے جتنا اخلاص ہو گا اتنی ہی اس میں خوبصورتی نظر آئے گی بظاہر اگر عمل اعلیٰ نظر آ رہا ہو مگر اس میں اخلاص نہ ہو تو وہ عمل ریا کاری کہلاتا ہے اور وہ عمل احسان یا حسن عمل نہیں کہلا سکتا ہے پھر اس طرح بھی ہوتا ہے کہ عمل بظاہر بڑا تکلیف دہ ہے مگر اس میں اخلاص شامل ہے تو اس عمل کو قبولیت کی سند عطا کر دی جاتی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ کی تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹا جانا ان کے لیے بڑا اذیت ترین لمحہ ہوتا لیکن ان کے اخلاص نے ان کے اس عمل کو حسن عمل قرار دیا۔ اس طرح غار ثور میں سانپ کے ڈنک کی تکلیف برداشت کرنا لیکن حرف شکایت نہ کرنا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے تکلیف دہ مرحلہ تھا لیکن وقت نے ثابت کیا کہ ان کا یہ عمل ان کی مقبول ترین حسنات میں سے تھا کیونکہ اس کے پیچھے ان کا اخلاص تھا۔

اخلاص و احسان کے مابین بڑا گہرا ربط ہے اخلاص حسن عمل کے لیے سعی و جدوجہد کا جذبہ پیدا کرتا ہے مزاج میں تحرک اور انقیاد کی لذت لاتا ہے اس کے نتیجے میں ظہور ہونے والا عمل ہی عملِ خیر اور حسنِ عمل ہوتا ہے جس سے خالق کی رضا بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حاصل ہوتی ہے اور مخلوق کا بھی بھلا ہوتا ہے۔

## اخلاص و احسان کے ثمرات:

حسن عمل کے ثمرات کا اثر خیر ہی کی صورت میں سامنے آتا ہے مخلصین ومحسنین اپنے فکر و عمل سے بندگی کے اعلیٰ اوصاف کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

فکر میں اخلاص اور عمل میں احسان ہو تو بلا تکلف اعمال خیر ہی کا ظہور ہوتا ہے۔ مخلصین کے لیے قرآن نے واضح کیا کہ ان پر شیطان کا غلبہ ممکن نہیں اگر کہیں وہ بشری کمزوریوں یا نسیان کی وجہ سے غلطی کر بیٹھیں تو فوراً ہی خیر کی طرف لوٹتے ہیں ان کا اخلاص ان کو اللہ کی نافرمانی یا رسول اکرم ﷺ کی سنت سے انحراف پر قائم نہیں رہنے دیتا۔ جب فکر و عمل پر شیطانی تسلط نہ ہوگا تو پھر رحمانی قوت غالب ہوگی جس کا نتیجہ حسن عمل کی صورت میں سامنے آئے گا۔

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر محسنین کے لیے مختلف انعامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ. (34)

''اور عنقریب ہم احسان کرنے والوں کو بہت زیادہ عطا کریں گے۔''

یعنی جتنا ان کا اجر بنتا تھا اس سے بھی زیادہ کتنا زیادہ اس کی کوئی مقدار نہیں بتائی گئی۔پھر فرمایا:

بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ. (35)

(ترجمہ:)''ہاں جو کوئی اللہ کے لیے خود کو جھکائے وہی محسن ہے پس اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے''۔

یہاں جھکنا سے مراد مکمل اطاعت ہے وقتی یا لمحاتی نہیں بلکہ دائمی طور پر ہر حکم ربی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینا ہے۔ مزید فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ. (36)

(ترجمہ:) ''بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

کون نہیں چاہتا کہ وہ رب کا محبوب بن جائے یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ رب کا محبوب ہونے کی خلعت دنیا میں عطا ہوگی یا آخرت میں؟ یہاں قید نہیں بلکہ مطلقاً فرمایا گیا جب احسان ونیکی کی روش دنیا میں اپنائی تو دنیا ہی میں ان کے محبوب ہونے کا اعلان کیا جا رہا ہے اور ان پر مزید انعامات کی بارش آخرت میں ہوگی۔ ایک اور مقام پر فرمایا:

إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ. (37)

(ترجمہ:) ''بے شک اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے''۔

کائنات کا کون سا مقام ہے جہاں اللہ کی رحمت نہ ہو؟ ہر شے کو اس کی رحمت نے ڈھانپ رکھا ہے لیکن اس کی رحمت کا قرب اگر حاصل ہے تو محسنین کو حاصل ہے معلوم ہوا کہ احسان وہ عمل ہے جو اللہ کا قرب عطا کرتا ہے۔ اللہ کا مقرب بناتا ہے یہ بھی واضح ہوا کہ محسنین ہی مقربین ہوتے ہیں یہاں پر بھی ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ یہ محسنین دنیا میں مقرب ہیں یا آخرت میں مقرب ہوں گے؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ انہوں نے دنیا میں احسان سے معمور زندگی بسر کی ہے لہٰذا ان کے لیے اس بشارت کا آغاز دنیا ہی سے ہے اور یہ بشارت ہر مقام اور ہر عالم کے لیے ہے بعض دفعہ ایسے بھی ہوتا ہے کہ ایک بندہ مکمل اخلاص کی کیفیت سے سرشار ہو کر حسن عمل کرتا ہے اپنی تمام توانائیوں کے ساتھ وہ بھرپور سعی کرتا ہے لیکن نتیجہ اس کے برعکس ہوتا ہے تو ایسی صورت میں کیا اس کے اخلاص واحسان میں کمی تھی یا عمل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مقبول نہیں ہوا؟ حقیقت یہ ہے کہ کوئی عمل کتنا ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو اس کی جزا کتنی دینی ہے؟ اور کب اور کہاں دینی ہے؟ یہ اللہ کریم کا معاملہ ہے بندے نے اپنا کام پورا کر دیا اس کی ڈیوٹی ختم، اس کا کام اتنا ہی تھا جتنا اس کو کہا گیا۔ اب اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس کے حسن عمل کا اجر عظیم اس کو کس صورت میں کب عطا کرنا ہے اجر ملے گا ضرور کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے اسی لیے اللہ کریم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ. (38)

(ترجمہ:) ''بے شک اللہ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

بندے کہ ہر عمل میں اخلاص و احسان ضروری ہے لیکن ایسے بھی ہو جاتا ہے کہ کچھ اعمال میں اخلاص زیادہ نظر آتا ہے کچھ میں کم مثال کے طور پر ایک بندہ اخلاص کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے، حج کرتا، جہاد کرتا اور روزے رکھتا ہے مگر اللہ کی بارگاہ میں ان سب اعمال میں کوئی ایک عمل سب سے بھاری ہوتا ہے اخلاص کے اعتبار سے جس کو مقبولیت کی سند عطا کر کے اس کی بخشش کر دی جائے گی اس حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ نُودِيَ فِي الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هَذَا خَيْرٌ. فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ يُدْعَى مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ يُدْعَى مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ يُدْعَى مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ. (39)

(ترجمہ:) ''جو شخص اللہ کے راستہ میں جوڑا صدقہ کرے تو جنت میں پکارا جائے گا اے اللہ کے بندے یہ تیرا نیک عمل ہے۔ تو جو شخص نمازی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہوگا تو وہ نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا اور جو شخص جہادی ہوگا تو وہ شخص جہاد کے دروازہ سے پکارا جائے گا اور جو شخص صدقہ دینے والا ہوگا تو وہ شخص صدقہ کے دروازہ سے پکارا جائے گا اور جو شخص روزہ دار ہوگا تو وہ شخص روزہ کے دروازے سے پکارا جائے گا۔"

جس عمل میں اخلاص ہوگا وہی عمل مقبول ہوگا اور پھر اس عمل کی وجہ سے اس کو جنت کے دروازہ سے ندا کی جائے گی اور اسی طرح وہ عمل اس مخلص بندے کی بخشش کا ذریعہ بنے گا یہ تو اخلاص کا اخروی اجر ہے اخلاص کا اجر دنیا میں بھی ملتا ہے اس ضمن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین افراد کا واقعہ بیان کیا ہے جن کو ان کے اخلاص عمل کی وجہ سے اللہ کریم نے نجات دی تھی واقعہ کچھ اس طرح ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَمْشُونَ، أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ، فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ، فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: انْظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِلّٰهِ، فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا۔ (40)

(ترجمہ:) "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین افراد کسی سفر میں جا رہے تھے کہ اچانک انہیں بارش نے آگھیرا انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی غار کے منہ پر ایک چٹان گری اس کا منہ (نکلنے کا راستہ) بند ہوگیا ان میں سے کسی ایک نے کہا اپنے اعمال کو دیکھو اور وہ اعمال صالحہ جو خالص تم نے اللہ کی رضا کے لیے کیے ہیں ان کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرو۔۔۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



...الخ"۔

ان تینوں نے اپنے اپنے اعمال میں ایک ایک خاص عمل کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا وہ اعمال حسب ذیل ہیں:

1۔ والدین کی خدمت۔

2۔ زنا سے اجتناب۔

3۔ مزدوروں کو پورا حق ادا کرنا۔

یہ تینوں غار میں اپنے اس عمل کا ذکر کر رہے تھے تو ہر ایک نے اپنے عمل کو یاد کر کے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ:

كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ۔

(ترجمہ:) "(اے میرے اللہ) تو جانتا ہے کہ میرا یہ عمل خالص تیری رضا کے لیے تھا"۔

تینوں افراد نے اپنے عمل کے ساتھ یہ جملہ کہا ہر بار غار کے منہ سے پتھر تھوڑا سا ہلتا یہاں تک کے جب تینوں نے اپنے ان خالص اعمال کا ذکر کر کے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مشکل سے نجات عطا فرمادی اس حدیث سے معلوم ہوا حقیقی طور پر وہ عمل، عمل صالح ہے جو عمل اخلاص پر مبنی ہے اس کی وجہ سے مشکلات ختم ہوتی ہیں اور کشائش کے در وا ہوتے ہیں۔ پھر یہ تین اعمال بطور مثال پیش کیے گئے ہیں ہر جائز عمل جس میں اخلاص ہوگا اس کا نتیجہ دنیا و آخرت میں خیر و برکت کی ہی صورت میں سامنے آئے گا۔

اسی طرح بھی ہوتا ہے کہ ایک بندے کے اخلاص کی کیفیت دوسرے سے زیادہ ہو تو ظاہری بات ہے کہ جس کا اخلاص زیادہ ہوگا اس کا مرتبہ و رتبہ بھی اللہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بارگاہ میں زیادہ ہوگا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا يَنْصُرُ اللّٰهُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعِيفِهَا. بِدَعْوَتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَإِخْلَاصِهِمْ۔ (41)

(ترجمہ:) "بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد ضعیف لوگوں کی دعاؤں، نمازوں اور اخلاص کے ساتھ کرتا ہے۔"

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ایک کا اخلاص دوسرے کے کام آتا ہے پھر مطلقاً مدد کا ذکر کیا گیا ہے کہ مخلصین فکری، روحانی، اخلاقی، عملی، سماجی معاملات وغیرہ میں مدد کا ذریعہ بنتے ہیں اس لیے مخلصین سے دعائیں کرانے سے مشکلات رفع ہوتی ہیں بندوں کے حسن اعمال اُن کے اخلاص فکر کا نتیجہ ہیں۔ جو نہ صرف ان کے لیے دنیا و آخرت میں خیر و برکت کا سبب ہیں بلکہ اس سے دوسرے لوگوں کا بھی فائدہ ہوتا ہے ایک مخلص بندہ ہی صالح مومن، کامیاب داعی، اور امت کا مصلح ہوتا ہے جس کا وجود باعث برکت ہونے کے ساتھ ساتھ سماج کے لیے نفع آور ثابت ہوتا ہے اور مخلوق کی ایک کثرت اس سے مستفید ہوتی ہے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# مصادر و مراجع


(1) جوہری، الصحاح، الجزء الثالث، دار العلم للملایین، بیروت، 1984ء، ص:199

(2) ایضاً

(3) ابن منظور الافریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، ج7، ص26

(4) البینہ:98:5

(5) بخاری، رقم الحدیث:1

(6) الصف، 40:37

(7) صٓ 83:38

(8) نسائی، السنن، رقم الحدیث:3137

(9) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:4225

(10) ایضاً، رقم الحدیث:3056

(11) سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:1508

(12) دہلوی، شیخ عبدالحق، مدارج النبوۃ، جلد دوم، مترجم: غلام معین الدین نعیمی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2002ء، ص:343

(13) ابن ابی حاتم، التفسیر، ج3، ص1039

(14) الحج:37

(15) صحیح مسلم، رقم الحدیث:2564

(16) زرقانی، محمد عبدالباقی، شرح الزرقانی للموطا، ج1 ص:25 (بحوالہ تذکرۃ المحدثین

(17) السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمان، تدریب الراوی، ج1، ص:41، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1996ء


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(18) مناف الشافعی، ج1، ص:169؛ تاریخ بغداد، جلد 2 ص 67

(19) جوہری، الصحاح، الجزء الخامس، دار العلم للملایین، بیروت، 1984ء، ص:2099

(20) ایضاً

(21) الافریقی محمد بن مکرم بن منظور، دار صادر، بیروت، جلد 13 ص:116

(22) الانعام 160:6

(23) البقرۃ 201:2

(24) البقرۃ 195:2

(25) علاء الدین متقی، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج11 ص 183، رقم:31895

(26) النحل:90

(27) صحیح بخاری:50؛ صحیح مسلم:93،97؛ جامع ترمذی:2610؛ سنن ابی داؤد:4695؛ سنن ابن ماجہ،63،64

(28) سنن نسائی، رقم الحدیث:4417

(29) آل عمران 164:3

(30) الرحمٰن 60:55

(31) صحیح بخاری، رقم الحدیث:4330

(32) ایضاً

(33) صحیح بخاری، رقم الحدیث:4331

(34) البقرہ 58:2

(35) البقرہ 112:2

(36) البقرہ 195:2

(37) الاعراف 56:7

(38) التوبہ 120:9

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(39) سنن نسائی، رقم الحدیث:3137

(40) صحیح بخاری، رقم الحدیث:3425، 2215، 2272، 2333، 5974؛ صحیح مسلم، رقم الحدیث:6949، 6451

(41) سنن نسائی، رقم الحدیث:3180

❖❖❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# (7) نکاح وخاندان

- عائلی زندگی کا معنی ومفہوم
- عائلی زندگی کی ضرورت واہمیت
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عائلی زندگی کے اصول ومقاصد
- عائلی زندگی اور فلاح معاشرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



معاشرہ کی خوشحالی اور استحکام کے لیے اسلام مضبوط بنیادیں فراہم کرتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کی صورت میں ایک معتدل، انسان دوست اور مستحکم معاشرہ کی بنیاد رکھی۔ معاشرہ کی ترقی و خوشحالی کا انحصار افراد کے رویوں پر ہے۔ افراد کے رویے ہی حکومت سازی، اداروں کے استحکام، بقائے باہمی اور دیگر معاملات کی سمت، ضابطے اور منزل کا تعین کرتے ہیں۔ افراد کے رویوں کی تشکیل کا بنیادی محرک عائلی زندگی ہے۔ خاندان و عائلی زندگی ہی اسلامی معاشرہ کا بنیادی ادارہ ہے۔

یہ ادارہ مرد و عورت کے مابین نکاح کی صورت میں تشکیل پاتا ہے۔ عائلی زندگی کی ضرورت، اہمیت اور مقاصد سے قبل اس کے لغوی و اصطلاحی معنی پیش کیے جارہے ہیں تاکہ مزید مباحث کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

## عائلی زندگی کا معنی ومفہوم:

لفظ عائل، عائلی، عائلہ وغیرہ کی تعریف کرتے ہوئے ابن منظور افریقی لسان العرب میں لکھتے ہیں:

عَالَ الرجلُ يَعُولُ إِذا جَارَ. وأَعالَ يُعِيلُ إِذا كَثُرَ عِيالُه۔ (1)

(ترجمہ:) ''انسان کے عیال/ اہل خانہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی سرپرستی اور کفالت کرنا اس کی ذمہ داری ہوتی ہے۔''

امام جوہری لفظ 'عیال' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عيال الرجل من يعوله۔ (2)

(ترجمہ:) ''یعنی عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی کفالت کرنا اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(شوہر/والد) کی ذمہ داری ہوتی ہے۔"

اسی طرح امام ہروی 'عیال' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انسان کے عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی ضروریات کو پورا کرنا اس پر لازم ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "وابدأ بمن تعول" "خرچ کرنے میں ابتدا ان سے کرو جو تمہارے زیر کفالت ہیں۔"[3]

مذکورہ بالا تعریفات سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ انسان کی عائلی زندگی سے مراد اس کی خاندانی زندگی (Family life) ہے اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات کو پورا کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ مرد اور عورت نکاح کے بعد میاں بیوی بن جاتے ہیں، یہ عائلی زندگی کی شروعات ہیں۔ پھر ان کی اولاد عائلی زندگی کی تکمیلی صورت ہے۔ اس طرح نکاح کے بعد ایک ادارہ معرض وجود میں آتا ہے۔ اس ادارہ میں ذمہ داریوں کے تناظر میں دیکھا جائے تو مرد اس کا سربراہ ہے جس کے لیے قرآن کریم نے "قوامون"[4] کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

## عائلی زندگی کی ضرورت واہمیت

ریاست اسلامی کا بنیادی ادارہ خاندان نکاح کے بعد وجود میں آتا ہے۔ مرد و عورت کے تعلق کا مقصد جنسی خواہش کی تکمیل ہی نہیں بلکہ ان کے تعلق کا مقصد نسل انسانی کا ارتقا اور اولاد کی تربیت کر کے سماج کو صالح افراد مہیا کرنا ہے۔ عائلی زندگی سے جو تربیت افراد کی ہوتی ہے اس کا معاشرہ پر بڑا گہرا اثر پڑتا ہے۔

نکاح کی صورت میں فریقین پر حقوق وفرائض کی ادائیگی فی الحقیقت نسل نو کی فکری، اخلاقی اور سماجی طور پر تربیت ہی کرنا ہے۔ اس لیے قرآن وسنت میں نکاح کی اہمیت کے حوالے سے بڑے ہی مؤثر انداز سے اس کی ترغیب دلائی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ۔ (5)

(ترجمہ:) ''پس نکاح کرو ان عورتوں میں سے جو تم کو پسند آئیں۔''

اہمیت نکاح کے حوالے سے ایک اور آیت ملاحظہ ہو جس میں اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی نشانیوں میں سے قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔ (6)

(ترجمہ:) ''اور اس (اللہ تعالیٰ) کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم ہی میں سے تمہاری بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی۔''

مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت میں سے ہر ایک کا جسم دوسرے کے جنسی تقاضوں اور طلب کے موافق بنایا ہے۔ یوں ایک متوازن اور متناسب تعداد میں ہر ایک کی پیدائش ہو رہی ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قبیلہ یا کسی قوم میں صرف لڑکے پیدا ہوں اور دوسری قوم یا قبیلہ میں صرف لڑکیاں پیدا ہوں۔ ہزاروں سال سے یہ سلسلہ یوں ہی جاری ہے اور ایک معروف اور منضبط طریقہ سے انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ کوئی اتفاق کا کرشمہ ہے اور نہ کئی خداؤں کی مشترکہ کاوش ہے بلکہ اسی قادر قیوم کا شاہکار ہے جو واجب اور قدیم اور واحد ہے۔'' (7)

مردوں اور عورتوں کا دنیا میں متوازن تعداد میں آنا پھر ان کے اندر ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دوسرے کے ملاپ کی کشش فطری طور پر موجود ہونا یہ رغبت درحقیقت نکاح کے لیے ہے۔ بقائے حیات کے لیے جس طرح کھانا پینا ضروری ہے اس کے لیے بھوک اور پیاس رکھی گئی ہے اسی طرح انسان کی جنسی خواہش کی تکمیل کے لیے نکاح کا حکم ہے۔ اسلام انسان کے ہر فطری جذبے کی تکمیل کے لیے احسن اور باعزت راستہ فراہم کرتا ہے یہی اس کے دین فطرت ہونے اور احترام آدمیت کے تصور کو فروغ دینے کی دلیل ہے۔

عائلی زندگی کو بہتر اور پرسکون رکھنے کے لیے دعا بھی سکھائی گئی ہے۔ اس دعا کا قرآن میں بیان بھی اہمیت نکاح کی دلیل ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ ۔ (8)

(ترجمہ:) ''اے ہمارے رب! ہم کو ہماری ازواج اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر۔''

ایک مومن کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اس ٹھنڈک سے اس کو ذہنی، قلبی اور روحانی سکون ملتا ہے جو اس کے استحکام ایمان کا سبب ہے جبکہ بیوی و اولاد سے جو آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے وہ ان کے عائلی، سماجی سکون و راحت اور عزت و وقار کا سبب ہے۔ بنظر عائر دیکھا جائے تو دونوں ہی میں دینی و دنیاوی اور اخروی راحت و اطمینان ہے۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ ۔ (9)

(ترجمہ:) ''جب کوئی تمہاری طرف نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین و اخلاق سے تم راضی ہو تو اس سے نکاح کر دو۔''

اس میں نکاح کے لیے دو پہلوؤں کو تمام پہلوؤں سے پسندیدہ قرار دیا جا رہا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور وہ ہیں دینی و اخلاقی، کیونکہ دین و اخلاق ہوں گے تو خاندانی زندگی میں سکون، مودت اور رحمت کی بہاریں نظر آئیں گی۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح کے لیے چار باتوں کو دیکھا جاتا ہے: مال، نسب، حسن اور دین۔ ہو سکے تو دین کو ہی مقدم رکھو۔ (10)

کیونکہ دین داری اور اخلاق ہی سے صالح کردار بنتا ہے اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ۔ (11)

(ترجمہ:) ''پوری دنیا متاع (سامان زینت) ہے اور بہترین متاع نیک بیوی ہے۔''

اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ نکاح کا مقصد صرف جنسی خواہش کی تکمیل ہی نہیں کیونکہ جملہ 'صالحہ' میں یہ امر پنہاں ہے کہ عورت کی صالحیت خاندانی ادارہ میں بہت موثر ہوتی ہے اور پھر عورت کی صالحیت کی وجہ سے صالح افراد تربیت حاصل کر کے جب معاشرہ میں آئیں گے تو معاشرہ کماحقہ ان سے مستفیدہ گا۔ یعنی خاندانی ادارہ فرد کی بنیادی تربیت گاہ ہے اور معاشرہ میں اسی تربیت کا ظہور ہو گا جو اس نے حاصل کی ہے۔

اسلام نے جو ترک دنیا کی ممانعت کی ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ بندے کے لیے اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے فرار کی کوئی گنجائش نہیں۔ انسان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے نظام کائنات کو جاری رکھے ہوئے ہے تو جب کوئی فرد اس نظام سے بھاگنے کی کوشش کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے بقائے انسانی کا سلسلہ جو انسانوں کے ذریعے اس نے جاری رکھا ہوا ہے کا عملی انکار کرتا ہے۔ (کوئی معذوری وغیرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے تو وہ استثنائی صورت ہے)۔ اور ایک وہ انسان جو نکاح کر کے عائلی زندگی گزار رہا ہے اور ایک وہ انسان جس نے باوجود استطاعت کے نکاح نہیں کیا دونوں کے مقصد حیات میں واضح فرق ہوگا۔ اول الذکر نہ صرف اپنے فطری جذبوں کی تکمیل کی صورت میں خوش گوار زندگی بسر کرنے کے ساتھ دیگر شرعی احکام کی بھی ادائیگی کرتے ہوئے نظر آئے گا جبکہ موخر الذکر (استطاعت ہونے کے باوجود) غیر فطری مزاج کا حامل شخص نظر آئے گا۔ ایک انسان کی عمر کے بڑھنے سے اس کے رویوں، مزاج اور عادات میں تبدیلی آتی ہے۔ اس کی عمر کے ابتدائی حصے میں والدین، درمیانی حصے میں بیوی اور آخری حصے میں اولاد اس کے رفیق ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر بندے کی عمر کے مختلف حصوں میں ان رشتوں کا قرب، محبت اور رفاقت حاصل نہ ہوگی تو اس کے مزاج اور رویہ میں مثبت پہلو ہو سکتا ہے کم ہو جائیں۔ اسی لیے نکاح کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ لِأَنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ۔ (12)

(ترجمہ:) ”جو کوئی تم میں سے (نکاح کی) استطاعت رکھتے ہیں پس وہ نکاح کریں کیونکہ یہ (نکاح کرنا) ان کی آنکھوں کے لیے حیا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کے لیے مضبوط قلعہ ہے۔“

نکاح میں حیا، تقدس، عصمت کی حفاظت، فکر و عمل کی پاکیزگی کے علاوہ نفس انسانی کے لیے راحت بھی ہے۔ مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ نکاح کے کے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: "اتزوجت؟" کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



عرض کیا: "نعم" ۔ جی حضور (ﷺ) تو آپ ﷺ نے فرمایا: "بکر ام ثیب؟" کنواری سے یا شادی شدہ (بیوہ یا مطلقہ) سے۔ تو انہوں نے کہا کہ: بیوہ سے کی ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "أفلا بكرا تلاعبها و تلاعبك" ۔(13) اگر تم کنواری سے (نکاح) کر لیتے تو تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔ یعنی تم دونوں کی ایک دوسرے میں رغبت ہوتی اور زندگی سے بھرپور لطف اندوز ہوتے۔

اس میں اشارہ ہے کہ نکاح کے لیے اگر مرد اور عورت میں عمروں کا تفاوت کم ہو گا تو وہ نکاح کے حوالہ سے کما حقہ مستفید ہوں گے اور ان کے مابین ذہنی ہم آہنگی بہتر رہے گی۔

## نبی اکرم ﷺ کی عائلی زندگی کے اصول و مقاصد:

نبی اکرم ﷺ نے عائلی زندگی کی بنیاد تقویٰ کو قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ عورتوں (یعنی بیویوں) کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ جس عمل کی بنیاد تقویٰ پر ہو گی وہ عمل نہ صرف عبادت بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور اس کی بارگاہ میں باعزت بننے کا بھی سبب ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ نے جہاں دیگر زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے اپنا بے مثل اور قابل تقلید و اتباع اسوہ دیا ہے وہاں عائلی زندگی کے لیے بھی ایک مکمل، جامع اور خوبصورت ضابطہ اور کردار دنیا کے سامنے رکھا ہے۔ پوری انسانیت کے رسول ﷺ، معلم اور مزکی ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے عائلی زندگی کے حوالے سے کسی پہلو کو بھی تشنہ نہیں رہنے دیا۔ ایک مکمل ازدواجی زندگی کے تمام رنگ آپ ﷺ کی حیات پاک میں پوری اکملیت کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ کا ہر نکاح ایک خاص شان لیے ہوئے ہے۔ نکاح کے حوالے سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انسانی فکر میں جو بھی فکری، سماجی اور اخلاقی طور پر نقائص تھے آپ نے ہر جہت سے ان کا تدارک کیا اور نکاح کے بعد عائلی زندگی کو سماج کے ایک مضبوط، مستحکم اور خوش حال ادارہ کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا نکاح جو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا، اس نکاح میں حیات انسانی کی عائلی زندگی کے حوالے سے کئی جہات کا تعین ہو جاتا ہے۔ مثلاً اپنے سے پندرہ برس زائد عمر کی خاتون سے شادی کر کے عمروں کے تفاوت کا مسئلہ حل کیا۔ عمر کے علاوہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بیوہ ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے نکاح کرنا ایسی خواتین جن کے شوہروں کے انتقال کر جانے کے بعد ان کے لیے سماج میں عموماً تکالیف اور مشکلات بڑھ جاتی ہیں کو ایک مضبوط سہارا دینے کے لیے بے مثال اسوہ ہے۔

اسی طرح حضرت خدیجہ جو انتہائی زیرک، معاملہ فہم، باشعور اور دور اندیش ہو۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان تمام بلکہ اس سے بھی زیادہ خوبیوں سے مزین اس عہد کی ممتاز ترین خاتون تھیں۔ پھر آنے والے دنوں میں بالعموم اور اعلان نبوت سے بعد بالخصوص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ان تمام اوصاف اور خوبیوں کا ظاہر ہونا اور جناب رسالت مآب کے لیے غم گسار، ہمدرد ثابت ہونا چھپی ہوئی بات نہیں۔ خاص طور پر پہلی وحی کے بعد ام المومنین نے جو وہ پانچ جملے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کے سامنے کہے وہ وہ صرف سماجیات سیرت کی بنیاد ہی فراہم نہیں کرتے ہیں بلکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذات رسالت کے معمولات کو بنظر غائر مشاہدہ کرنے پر بھی واضح دلیل ہیں۔ وہ جملے کیا تھے؟ آپؓ نے فرمایا:

وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِی الضَّیْفَ، وَتُعِینُ عَلَی نَوَائِبِ الْحَقِّ۔ (14)

(ترجمہ:) ''اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز کبھی بھی غمگین نہیں کرے گا کیونکہ آپ رشتوں کو جوڑتے ہیں، صلہ رحمی کرنے والے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، کمزوروں کے لیے کماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہ حق میں پیش آنے والی مشکلات میں مدد کرتے ہیں۔''

حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے اللہ کی قسم اٹھانا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ آپ اعلان نبوت سے پہلے ہی ذات باری تعالیٰ کی وحدانیت پر مکمل ایمان رکھتی تھی، پھر اتنے یقین کے ساتھ آپ کا یہ کہنا کہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ آپ کو غمگین نہیں کرے گا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شب و روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملات کا مشاہدہ کر کے آپ اس نتیجہ پر پہنچ چکی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عظیم اور غیر معمولی ہستی ہیں۔ پھر ان پانچ جملوں میں حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غار حرا کی خلوتوں اور ریاضتوں کا کر نہیں کیا بلکہ عوامی تعلقات کی جہات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سماجی مصروفیات کا ذکر کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعلان نبوت سے قبل آپ کے معمولات کا امت کو مکمل شعور و ادراک عطا کیا۔

اب ان امور کو سامنے رکھتے ہوئے غور کیا جائے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح فرمانا اسی طرح کی حکمتوں پر مبنی تھا۔

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو وہ بہت کم عمر تھیں اس حوالے سے بھی چند امور ذہن نشین رہیں تو شکوک و شبہات کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

اہل ایمان تو کار نبوت میں سے کسی پر بھی کسی حوالے سے شک نہیں کرتے بلکہ اس پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



صدقِ یقین سے ایمان رکھتے ہیں لیکن بغیر کسی استاد و شیخ کے چند اردو یا انگریزی کتب ان مصنفین کی پڑھ کر کہ جن کی اپنی فکر کی کوئی سمت متعین نہیں ہوتی، بے بنیاد اعتراضات کے کرنے والے چند نام نہاد باشعور جو اپنے آپ کو ''روشن خیال''، لبرل یا سیکولر کہتے ہیں، سادہ و مخلص مسلمانوں کے ذہنوں میں تشکیک کے درِوا کرتے ہیں وہ اگر قرآن کی اصطلاح 'حکمت' پر غور کرتے کہ اس کے کیا مفاہیم ہیں اور وہ ذات اقدس جو حکمت کی تعلیم دیتی ہے کیا اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی ہو سکتا ہے۔ تو ان کے کسی فعل پر اعتراض کی نوبت پیش نہ آتی۔

مدینہ منورہ میں جب تمام احکامات مکمل تفصیل کے ساتھ نازل ہو رہے تھے تو نبی اکرم ﷺ ان احکامات کی نہ صرف مکمل شرح فرماتے بلکہ ایک جامع اسوہ بھی ساتھ پیش کرتے۔ ان احکامات میں ایک جہت کا تعلق امور خانہ داری بالخصوص خواتین کے ساتھ تھا تو ان کا ابلاغ بھی ضروری تھا کہ کوئی خاتون جو ذاتِ رسالت سے ان تمام امور خود سیکھے، سمجھے، بغور مشاہدہ کرے، اپنے قلب و ذہن پر نقش کرے اور پھر امت تک پہنچائے اس کے لیے نبی اکرم ﷺ کا انتخاب حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذات تھی۔ جہاں تک سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کم عمر ہونے کا تعلق ہے تو جن مقاصد کے پیش نظر یہ نکاح کیا جا رہا تھا ان میں ایک مقصد یہ بھی تھا کہ آپ کی یہ بی بی کم عمر ہوں تاکہ ابتدائے عمر میں آپ کا اسوہ ان کے مزاج، اور عادات میں غالب ہو جائے اور پھر جیسے جیسے ان کی عمر پختہ ہوتی جائے ویسے ویسے ان کا کارِ نبوت کے حوالے سے شعور پختہ ہوتا جائے۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، نبی اکرم ﷺ سے اس توجہ اور قلبی لگن کے ساتھ علوم و تربیت حاصل کیے کہ جب آپ سے نبی اکرم ﷺ کے اسوہ کے بارے میں سوال کیا گیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تو آپ نے زندگی کے کسی ایک شعبہ یا پہلو کے بارے میں صرف بات نہیں کی بلکہ فرمایا:

کان خلقه القرآن۔ (15)

(ترجمہ:) ''ان کا خلق (اسوہ) تو قرآن ہے۔''

قرآن نے حیاتِ انسانی کا کون سا پہلو ہے جس کے بارے میں رہنمائی نہ دی اور پھر قرآن کا رہنمائی کے حوالے سے کون سا پہلو ہے جس کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا اسوہ نہ پیش کیا ہو قرآن نے انسانی رہنمائی کا جو بھی پہلو دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے اسوہ دیا اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے اس کو ملاحظہ کیا کیوں بغیر دیکھے وہ یہ جملہ نہیں کہہ سکتی تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسوہ حسنہ کے حوالے سے مشاہدات کا بھی اپنا ہی ایک انداز ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتی ہیں کہ:

ما أرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ۔ (16)

(ترجمہ:) ''میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی کرتا ہے۔''

یہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم کی حیاتِ مقدسہ کے حوالے سے بیان ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان بھی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اہلِ خانہ کے حوالے سے خیر ہی دیکھتا ہوں۔

اور پھر اللہ تعالیٰ کا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہر لحاظ سے پاکیزگی کا بیان ان کی عظمت و کردار کی دلیل ہے۔ قرآن کریم کا ازواجِ مطہرات کے بارے میں یہ فرمانا کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



يٰنِسَاۗءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاۗءِ ۔ (17)

(ترجمہ:) ''اے نبی کی عورتو! (بیویوں) تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو''۔

یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج عام خواتین سے خاص و ممتاز ہیں ان کے خاص ہونے کی وجہ ان کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ بننا ہے اور نبی کی زوجہ کوئی عام عورت ہو ہی نہیں سکتی اور پھر نبی کی ازواج کے ذمہ اسوہ رسول کا ابلاغ بھی ہے۔ نسبت بھی خاص ہے، مشن بھی خاص ہے، کردار اور شعور بھی خاص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ان کو اہل ایمان کی ماں کہا ہے اور ماں کا بنیادی کردار بچوں کی تربیت کرنا ہے اور وہی ماں بچوں کی تربیت اعلیٰ اصولوں پر کر سکے گی جو خود خواندہ ہو تو جو مقدس خاتون معلم انسانیت کی زوجہ و رفیقہ حیات رہی ہو تو اس کے علم و شعور کا کیا عالم ہو گا؟ انہی خاص پہلوؤں کی وجہ سے اللہ کریم نے فرمایا کہ:

"لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاۗءِ" ''کہ تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو آپ سے عمر میں کافی زیادہ تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو عمر میں آپ سے بہت زیادہ چھوٹی تھیں سے نکاح کر کے عمروں کے تفاوت کا مسئلہ بھی حل کر دیا اور تمام ازواج مطہرات میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی اور ان دو سے ہی زیادہ آپ کی ذہنی ہم آہنگی تھی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رفاقت کا حق امت کی رہنمائی کر کے ادا کیا۔ تمام ازواج و صحابیات میں سب سے زیادہ عالمہ، مفسرہ، فقیہہ، محدثہ اور عاقلہ تھیں۔ بڑے بڑے جید صحابہ کرام مختلف امور میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رہنمائی لیے آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تقریباً نصف صدی تک ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواہر سیرت سے ایک کثرت کو بہرہ یاب کیا۔ اس نکاح کا یہی مقصد تھا۔ یہ امر بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ اس عہد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہم عمر اور بھی تھیں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہونے کی حکمتیں یہ ہیں۔

ایک تو یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا، دوسرا سابقون الاولون میں سے بھی سابق ایمان حضرت ابوبکر صدیق کی آپ صاحبزادی تھیں۔ یعنی اپنی پیدائش سے نکاح تک سیدہ کی سماعتیں اپنے گھر میں ذکر رسول سے مستفید ہوتی رہیں اور پھر نکاح سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک بنفس نفیس آپ خود اسوہ حسنہ کو بچشم خود ملاحظہ کرتی رہیں۔ کبھی دیکھتی، کبھی سنتی، مختلف پہلوؤں سے استنباط فیض کرتیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سے لے کر اپنے وصال تک جو کچھ سنا دیکھا سب کچھ آنے والی نسلوں تک منتقل کر دیا۔

ان دو عظیم ازواج کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دیگر نکاح کیے ان کے دینی، ملی، سماجی اور قبائلی ہر طرح سے اثرات خیر سامنے آئے۔

ایک ہی حرم میں مختلف الخیال، قبیلہ وتمدن رکھنے والی خواتین کو اکٹھا کرنا تاریخ انسانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا شرف ہے۔ ان میں ایک تو سماجی وقبائلی عصبیتوں کا خاتمہ کر کے اسلام کے تصور مساوات کا عملی رنگ پیش کرنا تھا اور دوسرا ان قبائل کی اسلام دشمنی ختم کرنا تھا۔

اس کے علاوہ بیواؤں اور یتیموں کی کفالت کرنا بھی مقصود تھا۔ ازواج میں کچھ ایسی بھی تھیں جن کے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا ان کی دینی خدمات بھی تھیں تو ایسی چند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خواتین میں حضرت سودہ، حضرت حفصہ، حضرت ام سلمہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہن تھیں۔ ان کی کفالت اور خبر گیری کرنا، ان کی خدمات اسلام کا اعتراف کرنا اور ان کی عائلی حیات کو باقی رکھنا ان سب کے ساتھ نکاح کے مقاصد میں شامل تھا۔

اسی طرح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کے ذریعے باطل رسم ورواج کو ختم کرنا تھا جو اس جاہلی وقبائلی معاشرہ کا طرہ تھے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان کے ساتھ نکاح سے ایک تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی دین کے لیے خدمات کا اعتراف تھا، دوسرا خاندان بنوامیہ کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنا تھی۔ حضرت ابوسفیان کی اسلام قبول کرنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ عداوت تاریخ کا حصہ ہے۔ غزوہ احد اور غزوہ احزاب میں جناب ابوسفیان ہی کفار کے سپہ سالار تھے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کیا تو اس کے بعد خاندان بنوامیہ کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عداوتوں میں واضح کمی آئی بالخصوص حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی معاندانہ کارروائیاں تقریباً ختم ہو کے رہ گئی تھیں۔

یہ بھی سیرت رسول کا روشن باب ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی ان کے والد یا خاندان کے اسلام دشمن رویوں کے خلاف کبھی شکایت، گلہ یا طعنہ نہ دیا اور نہ ہی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے کوئی بات کی۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جو اس وقت بظاہر دشمن خدا اور دشمن رسول کی صاحبزادی تھیں سے نکاح یہ ظاہر کرتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ لوگوں کو ان کی گزشتہ زندگیوں پر شرمندہ کرنا نہیں ہوتا تھا بلکہ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کو عزتوں سے نوازنا ہوتا تھا تا کہ وہ خود ہی اپنی غلطیوں وکوتاہیوں سے تائب ہوکر اپنی اصلاح کر کے سماج کے صالح افراد بن جائیں۔

ایک نکاح نبی اکرم ﷺ نے یہود میں کیا۔ یہ نکاح غزوہ خیبر کے بعد یہود کے بہت بڑے سردار حیی بن اخطب کی صاحبزادی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ یہود جو رسول اللہ ﷺ کی مدینہ منورہ کے بعد آپ اور اہل ایمان کے خلاف سازشوں میں برسرِ پیکار رہتے تھے رسول اللہ ﷺ کا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا اور ان کو ام المؤمنین کا شرف عطا کرنا دراصل آپ کی جامعیت و آفاقیت کا اعلان تھا کہ رسول رحمت کا اسوہ اہل کتاب کے ساتھ کیسا ہے اور اس میں یہ پہلو بھی ہے کہ آپ ﷺ نے خیبر کی فتح کے بعد یہ نکاح کیا تا کہ دنیا پر واضح ہو کہ رسول رب العالمین بحیثیت فاتح دشمنوں کی خواتین کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھتے ہیں۔ ایسے ہی آپ ﷺ نے ایک نکاح بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی کی صاحبزادی حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے کیا۔ یہ نکاح غزوہ مریسیع جس کو غزوہ بنو مصطلق بھی کہا جاتا ہے کے بعد ہوا۔ ان سے نبی اکرم ﷺ کے نکاح کے بعد جب صحابہ کرام کو معلوم ہوا تو ان کے خاندان وقبیلہ کے پانچ سو سے زائد افراد جو صحابہ کرام کی قید میں تھے ان کو صحابہ کرام نے صرف یہ کہہ کر کہ اب ان لوگوں کا تعلق ہمارے نبی کے سسرال سے ہے، آزاد کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ کا اسوہ تو حسین ہے ہی لیکن آپ ﷺ کے تربیت یافتہ افراد کا اسوہ بھی اسوہ حسنہ ہی کا رنگ نظر آتا ہے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ان کے پورے قبیلہ کو عزت حاصل ہوئی اور اسلام کی حدود کا دائرہ وسیع ہوا۔ یہ اس نکاح کی حکمت عملی ہے۔ حضرت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کیا خوب فرمایا تھا ان کے لیے کہ:

ما رأینا امرأۃ کانت أعظم برکتہ علی قومھا منھا۔ (18)

(ترجمہ:) ''اپنی قوم کے لیے جویریہ جیسی بابرکت عورت ہم نے نہیں دیکھی۔''

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی صاحبزادیوں سے نبی اکرم ﷺ کا نکاح اور حضرت ابوسفیان کی صاحبزادی حضرت ام حبیبہ، حیی بن اخطب کی صاحبزادی حضرت صفیہ، حارث بن ابی کی صاحبزادی حضرت جویریہ رضی اللہ عنھن سے نکاح کے مقاصد جو بھی تھے لیکن ایک بات واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ابر رحمت جس طرح اپنوں کے لیے تھا اسی طرح دشمنوں کے لیے بھی تھا۔ پھر متحارب قبائل میں نکاح کر کے ان کو اسلام کے تصور نکاح اور عائلی زندگی کے مقاصد سے روشناس کروانا تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے پچیس (25) برس کی عمر میں پہلا نکاح کیا اور جب آپ ﷺ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو آپ ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ (63) برس تھی۔ اس طرح آپ ﷺ نے پندرہ برس اعلان نبوت سے قبل اور تئیس (23) برس اعلان نبوت کے بعد کل اڑتیس (38) برس کا زمانہ مختلف قبائل و تمدن رکھنے والی گیارہ خواتین کے ساتھ نکاح کی صورت میں گزارا۔ جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ کی نو (9) ازواج موجود تھیں۔

دور جاہلیت میں خواتین بالخصوص بیوی کے ساتھ سلوک کیسا ہوتا تھا یہ محتاج بیان نہیں۔ اس عہد میں خواتین کے حقوق کی نہ صرف پاسداری کی بلکہ عملی طور پر ان کو سماج میں باعزت مقام بھی دیا۔ یہ نبی اکرم ﷺ ہی کی ذات تھی سب کے حقوق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کا خیال رکھنا، ان کی دینی و اخلاقی تربیت کرنا، دلجوئی کرنا، نفسیات کا لحاظ رکھنا، خاندانوں کا احترام کرنا، نسبتوں کا خیال رکھنا، امور خانہ داری میں معاونت کرنا، ان کے ساتھ اس طرح کا مشفقانہ و ہمدردانہ رویہ رکھنا کہ وہ ہر مسئلہ کا ذکر آپ سے کر سکیں۔ اسوہ حسنہ کے عائلی حیات کے حوالے سے یہ چند پہلو ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے عائلی زندگی میں اخلاقیات کے جو پہلو متعارف کروائے ان میں سرفہرست تو بیک وقت ازواج کی تحدید ہے، پھر ایک سے زائد ازواج کی صورت میں اُن کے مابین عدل کی شرط عائلی زندگی میں اخلاقیات کا دوسرا نمایاں ترین پہلو ہے۔ پھر نکاح میں دینداری کو مقدم رکھنے کا حکم دے کر یہ ابلاغ عطا کر دیا کہ ظاہری خدوخال کوئی دائمی صفات نہیں ان میں کمی بیشی ہونا زندگی کا معمول ہے، زندگی رویوں کے ساتھ بسر ہوتی ہے اگر اعلیٰ اخلاقی رویہ نہ ہوا تو مال اور حسن زندگی کو خوش گوار نہیں بنا سکتے۔ زندگی کی خوبصورتی جس میں تحفظ، احترام اور اعتماد کی فضا قائم رہے اس کا انحصار رویوں پر ہے اور رویہ اگر حسن اخلاق پر مبنی ہوگا تو زوجین کو عائلی زندگی کی حکمتوں کا بھی ادراک ہوگا اور اس کے مقاصد کا حصول بھی ممکن ہوگا جس کا براہ راست اثر تربیت اولاد کی صورت میں سامنے آئے گا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب گھر میں تشریف فرما ہوتے تو ہمارے ساتھ امور خانہ داری میں معاونت کر دیا کرتے۔ آپ ﷺ کا ازواج مطہرات کے ساتھ خوش طبعی فرمانا، ان کے مزاج، نفسیات، آرام اور فرحت وانبساط کا خیال رکھنا یہ سب اور اس طرح کا آپ ﷺ کا رویہ عائلی اخلاقیات کے حوالے سے ہے۔ آپ کی مکمل عائلی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی زوجہ پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور نہ ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان کی سابقہ زندگی کے حوالے سے کوئی ایسی بات کی جس سے ان کو اذیت ہو۔

عصری معاشروں میں خواتین (بیویوں) کو جسمانی تشدد کا نشانہ بنانا، ان کو ان کے خاندان یا ان کے ماضی کے کسی واقعہ کو بنیاد بنا کر ذہنی اذیت دینا یا گھریلو امور میں بیوی کے ساتھ معاونت کرنے میں عار محسوس کرنا یہ اور اس طرح دیگر رویے خاندانی اخلاقیات کے منافی ہیں جس کا منفی اثر نہ صرف زوجین کے باہمی تعلقات اور اولاد پر پڑتا ہے بلکہ کئی خاندانوں کے مابین بغض وعداوت کا بھی سبب بنتا ہے۔

عائلی زندگی کو خوش گوار رکھنے کے لیے حضور اکرم ﷺ نے مختلف جہات سے حسن اخلاق کی تلقین کی ہے۔ نکاح کے بعد جو مبارک رشتہ معرض وجود میں آتا ہے اس کو قائم اور باقی رکھنے کے لیے ہر ممکنہ حد تک جانے کی اجازت ہے۔ زوجین کے مابین نزاع کی صورت میں خلاف واقعہ (کذب بیانی) بات کرنے تک کی اجازت کا حکم اس ادارہ کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے ہے اور اگر صلح کی امید نہ رہے اور بات طلاق تک پہنچ جائے تو یہ بات ضرور ذہن نشین رہے کہ طلاق کے لیے آپ ﷺ نے "ابغض المباحات" (جائز کاموں میں ناپسندیدہ) فرمایا ہے۔ عہد جدید میں جہاں شادی بیاہ کے لیے کئی کئی دن رسوم ادا کی جاتی ہیں، خوب مال خرچ کیا جاتا ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ اگر لڑکی اور لڑکے کے والدین شادی سے قبل حضور اکرم ﷺ کی عائلی زندگی پڑھائیں، نکاح کے مقاصد اور زوجین کے حقوق وفرائض سے ان کو آگہی دیں تو ضرور آنے والے دنوں میں وہ بہت ساری قباحتوں سے بچنے کے ساتھ اپنے رویوں میں اعتدال لا کر ایک دوسرے کے حقوق کو بخوبی ادا کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

فلاحِ معاشرہ میں خاندانی ادارہ کا کردار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انفرادی اور اجتماعی صورتوں میں جو احکام دیے ہیں ان کی غایت یہی ہے کہ نظامِ ربی کا کلی طور پر نفاذ ہو۔ معاشرہ کا صحیح سمت پر گامزن ہونا افراد کی ذہن سازی پر منحصر ہے۔ کسی بھی معاشرے کا عمومی مزاج وہاں کے رہنے والی اکثریت کے افکار کا عکاس ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عائلی زندگی کو اس کے مقاصد کے پیشِ نظر اس طرح تشکیل دیا ہے کہ اس سے نسلِ نو کی فکری، اخلاقی اور سماجی تربیت سہل طریقے سے ممکن ہو سکے تاکہ آگے یہی نسل ریاست کے خدوخال اسلامی اقدار کے مطابق کرنے میں معاون ثابت ہو۔ یہاں ان چند بنیادی نکات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کے مطابق گھر میں بچوں کی تربیت کرنا ضروری ہے اور یہ بنیادی نکات اسلامی ریاست کے بنیادی نکات ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”والدین اپنی اولاد کو جو کچھ دیتے ہیں ان میں سب سے بہتر عطیہ تعلیم و تربیت ہے۔“(19)

اب تعلیم و تربیت میں سب سے پہلے کس بات کا حکم دیا جائے اور کس انداز سے تربیت کی جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مُروا الصَّبِیَّ بالصَّلاۃِ إذا بلغَ سبعَ سنینَ وإذا بلغَ عشرَ سنینَ فاضرِبوہ علَیھا۔ (20)

(ترجمہ:) ”بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب دس سال کے ہو جائیں تو سختی کرو۔“

سات برس کی عمر میں بچے کے شعور اور حواس میں ادراکات کا ملکہ پیدا ہونا شروع ہوتا ہے۔ وہ سوال کرتا ہے، کچھ غور کرتا ہے، اچھے برے رویوں کو محسوس کرتا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ہے۔یعنی اس کا سن تمیز شروع ہوتا ہے تو پہلا حکم جو اس کو دیا جائے وہ نماز کا ہے۔یعنی ان کو نماز سکھائی جائے، ان کو صرف نماز سکھا ہی دی جائے، آگے نماز بذات خود فرد کی تربیت کردے گی۔ یہ بھی قابل غور بات یہ ہے کہ پہلا حکم نماز کا ہی کیوں دیا جارہا ہے؟ اس لیے کہ اب بچہ بڑا ہو رہا ہے اس نے سکول و مدرسہ جانا ہے، اس کا دوسرے لوگوں سے بڑوں سے ملنا ملانا ہوگا تو نماز کی صورت میں اس کی شخصیت میں ادب واحترام، اطاعت، ضبط نفس، پابندی وقت اور پاکیزگی جیسی صفات پیدا ہوں گی جو تعمیر شخصیت کی بنیاد ہیں۔

سات سے دس برس کی عمر کا زمانہ تربیت کا ہے اس میں سختی نہ کی جائے، دس برس کی عمر میں سختی کی جائے۔ پورے تین برس اس کو نماز ہی کی مشق کرائی جائے تاکہ اس کے مزاج میں نماز رچ بس جائے، اس کی ذات کا حصہ بن جائے کیونکہ جب تک ایسا نہیں ہوگا زندگی میں اقامت صلوۃ کے رنگ نظر نہیں آئیں گے۔ پورے تین سال صرف ایک حکم کی تعمیل اور اس حوالے سے تربیت کرنے کا حکم قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ (21)

(ترجمہ:) ''اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دو اور پھر ثابت قدم رہو۔''

سات سے دس سال تک تربیت کا زمانہ ہے۔ دس سال کے بعد مارنا مقصد نہیں بلکہ سختی سے اس حکم پر قائم رکھنا ہے۔ اس سختی کا مقصد فی نفسہ بچے کی ذات کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ نماز کی وجہ ذات سے جن خیرات وحسنات کا ظہور معاشرہ میں ہوتا ہے یہ ایک طرح سے اس کے انقطاع کی ممانعت ہے۔ اس سلسلہ کے رک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جانے پر سختی کی جارہی ہے کیونکہ معاشرہ کا استحکام، فلاح اور بقا فرد کی شخصیت و کردار ہی پر منحصر ہے۔ گو جس طرح بچے کو پہلا حکم نماز کا دینا لازمی قرار دیا گیا ہے اسی طرح اہل اقتدار کو حکم ہے کہ جب وہ اقتدار کی مسند پر بیٹھیں تو پہلا کام کیا کریں؟ ارشاد ہوتا ہے:

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ۔ (22)

(ترجمہ:) ''وہ لوگ جن کو ہم زمین پر اقتدار عطا کرتے ہیں تو وہ نظام صلوۃ قائم کرتے ہیں۔''

اب جب اہل اقتدار نظام صلوۃ کی صدا بلند کریں گے تو ان کو کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی کیونکہ ہر مسلمان صلوۃ کی تعلیم و تربیت تین برس یا کم وبیش ہوتی رہی ہے۔ اب نظام صلوۃ کو اجتماعی طور پر نافذ کیا جارہا ہے تو انفرادی طور پر جو پہلے ماحول بنا ہوا ہے وہ سب کے یکجا ہونے سے اجتماعیت کی صورت اختیار کرے گا اور اس کے بعد معاشرہ جن خیر و برکات سے مستفید ہوگا وہ نہ صرف اس معاشرہ بلکہ دیگر معاشروں کیلئے بھی آسودگی کا سبب ہوں گے۔

عائلی زندگی اور معاشرہ کا دوسرا ارتباطی نکتہ فتنہ وفساد کا خاتمہ ہے۔ عائلی زندگی میں صلح مابین زوجین کے لیے قرآن کا حکم ہے کہ "وَالصُّلْحُ خَيْرٌ"(23) ''اور صلح ہی بہتر ہے۔'' انسانی زندگی کا جھگڑوں اور نزاع سے خالی ہونا ممکن نہیں مزاج، انداز اور رویوں کی وجہ سے اکثر چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ اس طرح کی ہر صورت کا حل صلح ہی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کے معاملات میں دو بنیادی اصول دیے ہیں۔ ایک تو یہ کہ لڑائی جھگڑا اور فتنہ وفساد بننے والے تمام محرکات کا خاتمہ کیا جائے۔ دوسرا نزاعی معاملات کو جلد از جلد ختم کیا جائے تا کہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے اثرات بد سے دوسرے محفوظ رہیں۔

عائلی زندگی میں مزاجوں کا صلح کی طرف مائل ہونے یا صلح جو ہونے کا براہ راست اثر معاشرے پر پڑتا ہے۔ بڑوں کی ناچاقی اور لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے عموماً اولاد کی تربیت صحیح سمت پر نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں عائلی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے حصول میں مشکل پیش آتی ہے۔ اس لیے ہر معاملہ میں والصلح خیر کا اصول اعلیٰ مقاصد کے حصول کی کلید ہے۔ اسی طرح معاشرہ میں جب افراد، گروہ، خاندانوں یا قبائل میں لڑائی ہوگی تو ریاست کمزور ہوگی۔ ان قبائلی وسماجی جھگڑوں کے خاتمہ کے لیے قرآن نے حکم دیا ہے: ''فاصلحوا'' پس صلح کراؤ۔ قرآن کریم کی سورۃ الحجرات ہی میں یہ حکم تین بار دیا گیا ہے۔

معاشرہ کا امن وامان یعنی صلح کے ساتھ رہنا اس کا اثر خوش حالی وترقی کی صورت میں سامنے آتا ہے اور معاشرہ میں افراد کے مابین صلح خاندانی ادارہ میں معاون ہوتی ہے۔

تیسرا نکتہ خاندانی زندگی اور معاشرہ کے درمیان عدل ہے۔ بیوی بچوں کے مابین عدل کرنا نہ صرف حکم ہے بلکہ ایک معاشرتی ضرورت بھی ہے۔ ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں عدل قائم رکھنے کے لیے فرمایا:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً۔ (24)

(ترجمہ:) ''پس اگر تمہیں خوف ہو کہ تم عدل نہیں کرسکو گے تو پھر ایک ہی (بیوی) کافی ہے۔''

ایک سے زائد بیویاں ہوں اور پھر عدل نہ کیا جائے اس کا کیا انجام ہوگا اس حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



”جس شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف جھکا رہے تو قیامت میں ایسے اٹھے گا کہ اس کا ایک حصہ مفلوج (فالج زدہ) ہوگا۔“(25)

اس طرح اولاد کے مابین عدل نہ کرنا، ایک کو دینا دوسرے کو محروم رکھنا اسی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظلم کا معاملہ قرار دیا ہے۔

بیویوں کے مابین عدل نہ کرنے سے عدم توجہی، حق تلفی، مساوات کا فقدان، ضروریات وخواہشات کی عدم دستیابی جیسے منفی رویے پروان چڑھیں کے جن سے معاشرہ ہی اثر انداز ہوگا۔

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کچھ زائد وقت گزارنا چاہتے تھے تو دوسری ازواج سے اجازت لیتے تھے تا کہ ان کی دل آزاری نہ ہو۔ ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے حقوق وضروریات کا بھی مساوی طور پر خیال رکھتے تھے۔ اس حوالے سے دوران سفر ازواج کے مابین قرعہ اندازی کرنا بھی ایک مثال ہے۔

اسی طرح اگر بچوں کے مابین عدل نہیں ہوگا تو ان میں احساس کمتری، اعتماد کا فقدان، سوچ میں منفیت اور طبیعت میں حسد وعناد جیسی روش غالب ہوگی۔

عصری معاشروں میں بچوں کے ساتھ اس طرح کے معاملات سے ان کا گھروں سے بھاگنا، منشیات کا عادی ہونا، جرائم میں ملوث ہونا وغیرہ جیسے خطرناک نتائج سامنے آتے ہیں۔ اس طرح کی تکلیف دہ صورت حال سے بچنے کے لیے پہلے ہی عدل کا حکم دیا گیا ہے تا کہ جب عائلی زندگی میں عدل کا نفاذ ہوگا تو اس سے نہ صرف حصول مقاصد میں آسانی ہوگی بلکہ معاشرہ بھی عدل کی طرف گامزن ہوگا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ریاست میں عدل اجتماعی کے نفاذ کے لیے حکم دیا گیا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ۔ (26)

(ترجمہ:) "اے ایمان والو! اللہ کے لیے حق کے ساتھ گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔"

حق کا ساتھ دینے کے لیے اور نظام عدل کے نفاذ کے لیے کھڑے ہونا اہل ایمان کی اجتماعی زندگی کا طریقہ ہے۔ اہل ایمان سے مراد باشعور اور بالغ افراد ہیں۔ اب جب سماج میں عدل اجتماعی کے قیام کا موقع آئے گا تو عدل کی اہمیت، ضرورت، نتائج وفوائد سے وہ بندہ جس کی گھر میں عادلانہ طریقے سے تربیت ہوئی ہوگی وہ جہات عدل سے بخوبی آشنا ہوگا۔ گھر میں عدل جیسی نعمت سے وہ بہرہ یاب ہوا ہوگا اب وہ ضرور کوشش کرے گا کہ اجتماعی طور پر عدل کا نفاذ ہوتا کہ پورا معاشرہ اس کے اثرات خیر سے کما حقہ مستفید ہو۔

اطاعت وفرمانبرداری ایک اور عائلی زندگی اور معاشرتی زندگی کے مابین خوش حالی کا نکتہ ہے۔ عائلی زندگی کے حوالے سے قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ۔ (27)

(ترجمہ:) "پس نیک بیویاں اطاعت گزار ہوتی ہیں۔"

عورت کی شوہر کے ساتھ وفا شعاری کو قرآن نے صالحیت قرار دیا ہے۔ ہر عمل خیر اور جائز امور میں شوہر کی بات ماننا اس کے لیے ضروری ہے۔ اس طرح بیوی کی صالحیت کی وجہ سے اس سے معاملات زندگی میں مشاورت کرنا مرد کے لیے بھی بہتر ثابت ہوتا ہے جیسا کہ کئی معاملات میں حضور اکرم ﷺ کا ازواج مطہرات کے مشوروں پر عمل کرنا ہے۔ اس طرز عمل سے ہم آہنگی کو بھی تقویت ملتی ہے اور مسائل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حیات سے نبرد آزما ہونے میں بھی آسانی ہو جاتی ہے۔

سماجی خوش حالی اور امور ریاست کو بخوبی چلانے کے لیے ضروری ہے کہ عوام حکام کے مطیع بن جائیں۔ قانون کی بالادستی، ریاست کے بقا و فلاح اور معاشرہ کی ترقی کے لیے خیر و فلاح پر مبنی احکام پر عمل کرنا عوام کے لیے ضروری ہوتا ہے اور اس طرح کے احکام اللہ اور اس کے رسول کے تتبع ہی میں ہوں گے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ (28)

(ترجمہ:) ''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اہل امر (حکام) جو تم میں سے ہو (ان کی بھی اطاعت کرو)۔''

گھر میں اطاعت و انقیاد کی تربیت ہی اطاعت امیر کی سوچ کو راسخ کرتی ہے اور معاشرہ ترقی کی جانب گامزن ہوتا ہے۔

پانچواں نکتہ جو خاندانی ادارہ اور ریاست کی اساس ہے وہ انسانی جان کی حفاظت ہے، انسانی جان کی حرمت کے پیش نظر قتل اولاد کی نہ صرف ممانعت ہے بلکہ اس کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا (29)

(ترجمہ:) ''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ بے شک ان کا قتل بہت بڑا گناہ ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



افلاس کا خوف انسانی وساوس و اندیشوں میں سے ہے "نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ" فرما کر اس فکر کا بطلان کر دیا ہے کہ رزق کی کمی وغیرہ کا خوف مت کرو۔ رزاق ہم ہیں، جس کے خالق ہم ہیں اس کو رزق بھی پہنچائیں گے۔

اسی طرح معاشرہ میں ناحق قتل کے بارے میں فرمایا:

مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا۔ (30)

(ترجمہ:)''جس نے کسی کو (ناحق) قتل کیا گویا کہ اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا۔''

گھر میں قتل اولاد کی ممانعت کر کے حفاظت جان کی اہمیت کو واضح کیا۔ معاشرہ میں قتل انسان کو پوری انسانیت کا قتل کہہ کہہ کر قتل کا قصاص لینے کو زندگی فرما کر معاشرے میں دہشت و تخریب، قتل و غارت وغیرہ کا سدباب کیا جا رہا ہے تاکہ معاشرے میں خوف کے مہیب سائے انسانی صلاحیتوں کو مفلوج نہ کر دیں۔

مذکورہ بالا پانچ نکات یا ارکان خمسہ: 1۔ تعلیم و تربیت اور اقامت صلوٰۃ۔ 2۔ صلح وصفائی۔ 3۔ قیام عدل۔ 4۔ اطاعت امیر۔

5۔ اور حفاظت جان خاندانی ادارہ اور اسلامی ریاست کی اساس ہیں۔

تعلیم و تربیت (اقامت صلوۃ) سے فکری اتقان اور صالحیت کا حصول ممکن ہو گا۔ فروغ صلح سے انسداد تخریب و فساد ہو گا۔ قیام عدل سے جرائم، ظلم و زیادتی کا خاتمہ ہو گا۔ اطاعت امیر سے استحکام، نظم و ضبط اور حقوق کی صحیح ادائی کا ماحول قائم ہو گا جبکہ حفاظت جان کی اہمیت راسخ ہونے سے انسانی جان کی حرمت و عزت کا فطری رنگ نمایاں ہو گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عائلی زندگی کی جو بنیادیں رسول اکرم ﷺ نے متعین فرمائی ہیں ان کے ثمرات سے نہ صرف خاندانی ادارہ مستفید ہوتا بلکہ اس کے اثرات پورے معاشرے تک پہنچتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک خوبصورت اور اعلیٰ معاشرے کی تشکیل کے لیے جن جہات وعناصر کو اساس بنایا ہے ان میں عائلی زندگی کا ایک اہم کردار ہے۔ فرد اور معاشرے کی اصلاح وفلاح کے لیے عائلی زندگی کلیدی اور نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔ معاشرہ کی تشکیل اور استحکام وترقی کے لیے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں جو اصول وضوابط متعین ہیں ان میں خاندانی ادارہ کی مسلمہ اہمیت کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ خاندانی ادارہ اسلامی ریاست کا ایک اہم تربیتی مرکز ہے جس کے اثرات معاشرے پر اثر انداز ہو کر معاشرہ کی منزل کا تعین کرتے ہیں۔ ایک فرد کی سماجی زندگی کا بنیادی مقصد اپنی عائلی زندگی کو ہی سنوارنا ہوتا ہے جس کا براہ راست اثر معاشرے پر پڑتا ہے اسی طرح عائلی زندگی ربط ملت کی اساس ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے عائلی زندگی کے لیے جن مقاصد کو بنیاد بنایا ہے وہ مقاصد نہ صرف عائلی زندگی بلکہ فلاح معاشرہ کی بھی کلید ہیں۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# مصادر ومراجع

(1) لسان العرب، 11/489
(2) جوہری، الصحاح، 5/177، 178
(3) ازہری، تہذیب اللغۃ، 3/135
(4) النساء: 34
(5) النساء: 3
(6) الروم: 21
(7) سعیدی، غلام رسول علامہ، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، 9/147۔
(8) الفرقان: 74
(9) سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1084
(10) صحیح بخاری، 5090، صحیح مسلم، 1466
(11) ابوداؤد، رقم الحدیث: 2046
(12) صحیح بخاری، 5065
(13) ابوداؤد، 2048
(14) صحیح بخاری، ج 1، ص 4، رقم الحدیث: 3
(15) صحیح الجامع، 4811
(16) صحیح بخاری، 5113
(17) الاحزاب، 32
(18) ابوداؤد، السنن، ج ۴، ص ۲۲، رقم: 3931
(19) مشکوۃ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



(20) صحیح ابوداؤد، 495

(21) الحج، 41

(22) طٰہٰ، 132

(23) النساء، 128

(24) النساء، 3

(25) خطیب تبریزی، محمد بن عبداللہ، مشکاۃ المصابیح، المکتب الاسلامی، بیروت۔ 1985ء۔ ج2، ص352

(26) المائدہ، 8

(27) النساء، 34

(28) النساء، 59

(29) الاسراء، 31

(30) المائدہ، 32

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# (8) غزواتِ خیرالبشر

- ضرورت واہمیت
- مقاصد
- حکمت عملی
- اثرات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ضرورت واہمیت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مقدسہ کا ہر پہلو اور ہر جہت اپنے اندر حکمتوں کا جہاں لیے ہوئے ہے آپ کا کوئی بھی فعل انسانی فلاح و بہبود سے خالی نہیں ہر عمل انسانیت کی خیر اور آسودگی کے لیے ہے۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غزوات بھی آپ کی حیات مبارکہ کا روشن پہلو ہیں اور سیرت کی دیگر جہات کی طرح یہ جہت بھی انسانیت کو اصول حرب اور مقاصد حرب سے آگاہ کرتی ہے غزوات خیر البشر سے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نظریہ جہاد اور بطور سپہ سالار آپ کی مہارتوں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے وہاں آپ کے صحابہ کرام کی جانثاریوں کے بے مثال کارنامے، ذوق شہادت سے سرشار رویے اور فنا فی اللہ وفنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مظاہر نمایاں نظر آتے ہیں اس طرح صحابیات و ازواج مطہرات کی حیات کے بھی کئی پہلو سامنے آتے ہیں۔ اس بات پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ جہاد کا حکم مدینہ منورہ میں تقریباً دو ہجری میں ہوا مکہ مکرمہ میں جہاد کا حکم نہ دینے کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں لیکن حالات وواقعات کے تناظر میں چند حکمتیں سامنے آتی ہیں ایک یہ کہ مکہ میں اہل ایمان کی حکومت نہ تھی یہاں اگر کسی بھی طرح سے کفار سے لڑائی ہوتی تو شاید اس کو بظاہر ایک نظام کے خلاف بغاوت خیال کیا جاتا دوسری حکمت یہ نظر آتی ہے کہ اہل ایمان عددی اور مالی اعتبار سے کفار کے مقابلے میں کم تھے جبکہ جہاد کے لیے "ما استطعتم" استطاعت کا ہونا ضروری ہے۔

تیسری حکمت یہ تھی کہ جہاد کے لیے باقاعدہ حکومت کی طرف سے اعلان ہو ایک نظم اور اصول وقواعد کے مطابق فی سبیل اللہ شان وشرکت کا مظاہرہ کیا جائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تاکہ مطلوبہ مقاصد کا حصول ممکن ہو سکے مدینہ منورہ میں چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقاعدہ حکومت قائم کر لی تھی اور اب جو بھی سرایہ وغزوات کے معرکے بپا ہوئے ان کا باقاعدہ اعلان حکومت یعنی ذات رسالت مآب کی طرف سے ہوتا جس میں آپ اپنے معتمد رفقاء کرام سے مشاورت بھی فرماتے فکر جدید جو ایک طرح سے مستشرقین ہی کے اعتراضات کرتی ہے ان میں یہ اعتراض بھی واضح رہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمۃ للعالمین ہوتے ہوئے جنگ وجدال میں بنفس نفیس حصہ کیوں لیا؟

اس کا جواب دیتے ہوئے عہد حاضر کے معروف سیرت نگار پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

"چند ایسے لوگ جن پر اپنے آپ کو محقق کہلانے کا خبط سوار ہے ان کی کوشش اور خواہش ہوتی ہے کہ وہ جو بھی ہرزہ سرائی کرتے رہے لوگ انھیں پھر بھی غیر جانبدار اور غیر متعصب ہونے کا سرٹیفکیٹ ضرور عطا کرتے رہے۔ یہ لوگ رہبر انسانیت کی ان کاروائیوں (غزوات) پر چیں بجبیں ہیں وہ ان اقدامات کو لوٹ مار اور قزاقی وغیرہ سوقیانہ الفاظ سے تعبیر کرتے رہتے ہیں لیکن جسے زندہ رہنا ہو صرف اپنے لیے نہیں بلکہ سارے عالم انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے وہ ان جیسے طوفانوں کے سامنے بے بس تماشائی کی طرح کھڑا نہیں رہ سکتا کہ وہ آئیں اور خس و خاشاک کی طرح ان کی امیدوں کے نشیمن کو اڑا کر لے جائیں۔ بلکہ اس کی زندگی کا اعلیٰ وارفع مشن اس سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ ان طوفانوں کے سامنے چٹان کی طرح سر اونچا کر کے اور سینہ تان کر کھڑا ہو۔ یہاں تک کہ اس طوفان کی بے رحم موجیں اس چٹان سے ٹکرا ٹکرا کر اور اپنا سر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



چھوڑ چھوڑ کر واپس ہونے پر مجبور ہو جائیں وہ ان تقاضوں کو کمال شجاعت سے پورا کرتا ہے۔ وہ شمع نور، جس کو اس کے روشن کرنے والے اس لیے روشن کیا ہے کہ عالمِ رنگ و بو کا گوشہ گوشہ اس کے نور سے رشکِ طور بن جائے اور قیامت تک اس کی تابندہ اور رخشندہ کرنیں ہر قسم کی تاریکی کو فنا کا پیغام دیتی رہیں۔ اس شمع کا پاسبان کسی سے امن پسند ہونے کا تمغہ لینے کے لیے کسی بزدلی اور نامردی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا"۔ (1)

غزوات خیر البشر کی جغرافیائی اہمیت و ضرورت، صحابہ کرام کی تربیت اور دیگر پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے پیر صاحب مزید لکھتے ہیں:

"رحمت کائنات علیہ الصلوات وتسلیمات اس شوق میں کہ آنے والے مورخ آپ کو آشتی پسند اور امن دوست کے القاب سے نوازیں بروقت موثر اقدامات نہ فرماتے، عرب کی تجارتی شاہراہ کے اردگرد بسنے والے قبائل سے دوستی کے معاہدے نہ کرتے، مختلف علاقوں میں اپنے سفیر بھیج کر وہاں کے جغرافیائی حالات سے واقفیت بہم نہ پہنچاتے، دشمن کی عددی کثرت وسائل کی فراوانی، اسلحہ کے انباروں سے سہم کر دبک کر بیٹھ جاتے تو صحابہ کرام میں شیروں جیسی جرات، چیتوں جیسی چستی اور پھرتی، شاہین کی بلند پروازی اور تجسس جیسی خوبیاں کیوں کر نشوونما پا سکتیں اللہ کے نام کو بلند کرنے کے لیے جان دینے اور سر کٹانے کا ولولہ ان کو کیوں کر بے چین کر دیتا راہ حق میں سرفروشی و جان سپاری کے جذبات کو اگر پروان نہ چڑھایا جاتا تو اہل مکہ کے غرور و نخوت کا علاج کیوں کر ممکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تھا عزیمت واستقامت کے یہ پہاڑ مشرکین عرب کی فرعونیت کی سرکش موجوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے نہ ہوتے تو وہ اس دین فطرت کے نام ونشان کو بھی مٹا کر رکھ دیتیں اور اگر اس معرکہ میں کفر و باطل کی طاغوتی قوتیں اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہو جاتیں تو عالم انسانیت پر چھائی ہوئی یہ تاریک رات کبھی سحر آشنا نہ ہوتی حق کی حفاظت کے لیے، اس کی بقا کے لیے، اس کے نشوونما کے لیے، اس کے دشمنوں اور بد خواہوں کو شکست فاش دینے کے لیے جو قدم سرکار دو عالم ﷺ نے اٹھایا وہ یہ نہیں کہ صحیح تھا بلکہ از حد ضروری تھا اس میں سرور عالم ﷺ کے عظیم مشن کی کامیابی اور عالم انسانیت کی فوز و فلاح کا راز مضمر تھا"۔ (2)

غزوات کے حوالے سے ایک یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین بن کر آئے ہیں یہ رحمت کا تقاضہ ہے کہ جنگ وجدال سے بچا جائے۔

اس حوالے سے عرض ہے کہ مشرکین مکہ نے بالخصوص اور قبائل عرب نے بالعموم جو مختلف طرح سے تخریب دہشت، قتل وغارت کا بازار گرم کر رکھا تھا نہ مال محفوظ تھا نہ عزتیں، نہ راستوں میں امن تھا نہ قافلوں کی سلامتی کی ضمانت تھی ایسے عالم میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت عامہ کا تقاضا کیا تھا؟

اللہ کی دھرتی پر امن وامان قائم کر کے انسانیت کو پر سکون، محفوظ اور خوشحال زندگی عطا کی جاتی یا خاموشی اختیار کی جاتی اگر بنظر غائر کر دیکھا جائے تو آپ کے غزوات میں بھی آپ کی رحمتوں کے رنگ نمایاں نظر آتے ہیں مثال کے طور پر بوڑھوں بچوں عورتوں کو کچھ نہ کہنا، املاک اور درختوں کو جلانے سے منع کرنا، دشمنوں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لاشوں کے اعضاء کو مختلف طریقوں سے کاٹ کر متحارب گروہوں کو ایک دوسرے پر اپنی ہیبت قائم کرنے کی ممانعت کرنا، جو ہتھیار ڈال دے یا مقابلہ میں نہ آئے اس کو کچھ نہ کہنا اور قیدیوں سے حسن سلوک وغیرہ یہ سب اور اس طرح کی دیگر مہربانیاں آپ ہی کے اصول حرب ہیں اور میدان کارزار میں متحارب گروہوں سے فتح کے بعد مفتوح اقوام سے حسن سلوک کی امثال غزوات ہی کے خواص ہیں۔

حضور اکرم ﷺ جو نظام حیات لے کر آئے ہیں وہ آفاقیت و جامعیت کا مجموعہ ہے اگر حیات انسانی کے کسی پہلو کے حوالے سے اسلام میں رہنمائی نہ ہوتی تو اس کی جامعیت پر سوال اٹھتا لیکن ایسا نہیں ہے انسانیت کے ہر مسئلہ کے حوالے سے کامل رہنمائی اسوہ حسنہ کا ہی امتیاز ہے دشمنوں سے اپنا دفاع ہر قوم اور ہر انسان کا بنیادی وفطری تقاضا اور حق ہے اور دنیا کے ہر مذہب وملت نے انسان کے اس حق کو تسلیم کیا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے میدان کارزار میں قدم رکھ کر جنگ وجدال کے اصول، ضابطے، مقاصد حکمتیں اور دیگر جنگی ضرورتوں کے حوالے مکمل طور پر نہ صرف رہنمائی فرمائی بلکہ انسانی جدلیاتی تاریخ کا رخ ذات،قوم، قبیلے اور جغرافیہ کے دفاع کی بجائے اس کا نصب العین محض رضائے الٰہی کو قرار دے کر ذاتی ونفسانی خواہشات یا قوم و قبیلے کی عظمت وشوکت کے اظہار جیسے باطل نظریات ومقاصد کا قلع قمع فرمایا یعنی آپ کے عہد میں جنگ وجدال کے جو مروجہ طریقے تھے ان کی تہذیب فرمائی اور ان سب امور میں رہنمائی ورہبری کے لیے آپ کا عملی طور پر میدان جہاد میں آنا ضروری تھا جس کے لیے آپ نے غزوات میں بھرپور حصہ لیا ان کے علاوہ جرأت، شجاعت، بسالت، بے باکی، جذبہ شہادت، شوق لقائے الٰہی ان سب اعلیٰ وارفع جذبوں کا اظہار میدان جہاد ہی میں نظر آتا ہے اور کائنات میں آپ ہی کی ذات سب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے بڑھ کر شجاع، جذبہ شہادت سے سرشار اور رضائے الٰہی کے شوق میں ہر لحظہ تیار نظر آتی ہے۔

## مقاصد:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر عمل کی بنیاد وحی الٰہی ہے یعنی ہر کام اللہ کے حکم اور اس کی رضا کے مطابق ہے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کی بنیادی طور پر دو جہات نظر آتی ہیں ایک وہ عمل جو آپ کے خواص میں سے ہے اور وہ صرف آپ اور اللہ کا معاملہ ہے عمل کی دوسری جہت کا تعلق احکام شریعت سے ہے لہٰذا ان کا حکم عام ہے اس کے لیے اللہ کریم کا حکم ہے کہ

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ (3)

(ترجمہ:) "جو کچھ رسول اللہ تم کو عطا کریں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو"۔

اس طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ۔ (4)

"آپ فرما دیجے کہ اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو پھر میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا"۔

"فاتبعونی" پس میری اتباع کرو یہ حکم پوری زندگی کے لیے ہے عبادت، سیاست، معیشت، اخلاق معاملات اور جہاد سب کچھ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہوگا۔ تو ہی اللہ راضی ہوگا۔

آپ کے ہر عمل کے بنیادی دو مقاصد ہیں اللہ کی رضا، انسانیت کی فلاح، یہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مقاصد آپ کے جہاد و غزوات میں نظر آتے ہیں۔ دیگر مقاصد انہیں دو کے ذیل میں ہیں۔

آپ کے عہد میں دنیا کی دیگر اقوام میں اجتماعی، قبائلی یا کسی طور پر جو بھی معرکہ آرائی ہوتی تھی اس کا مقصد اپنے اقتدار کا استحکام، اپنی شوکت کا اظہار اور اپنے مفادات کا تحفظ ہوتا تھا۔ انہی مقاصد کے پیش نظر سلاطین عالم کی محاذ آرائیوں سے تاریخ بھری پڑی ہے بلکہ اپنی شوکت و طاقت کے اظہار کے لیے تو خدائی تک کے دعوے کیے گئے۔

"أنا ربکم الأعلی" (میں ہی سب سے بڑا رب ہوں) کہنے والا فرعون اسی زعم کی وجہ سے یہ کہتا تھا اس طرح قیصر و کسریٰ اور دیگر اقوام کی لڑائیاں ان کے جنگی مقاصد ظاہر کرتی ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے جہاد کا مقصد عظیم اور بنیاد رضائے الٰہی کو قرار دیا ہے "للہ" یعنی اللہ کے لیے کا جملہ، جہاد کے مقصد کو سمجھنے کے لیے کافی ہے اور پھر اس کے ذریعے فتنہ کا خاتمہ ہے اگر فتنہ پرور ہتھیار ڈال دیں تو پھر قتال کی نوبت نہیں رہتی حالات و واقعات کے تناظر میں ان سے معاملہ کرنا سپہ سالار کی صوابدید پر ہے۔

تیسری بات مقاصد کے حوالے سے جنگی تیاری ہے جنگی جنون اور جنگی تیاری میں بڑا فرق ہے جنون ہلاکت کی طرف لے کر جاتا ہے کیونکہ وہ بغیر حکمت و دانش کے ہوتا ہے جبکہ جنگی تیاری میں باقاعدہ حکمت عملی کے تحت تیاری ہوتی ہے اس کے لیے حضور اکرم ﷺ نے گھڑسواری، نیزہ بازی، تیراندازی، کشتی، دوڑ اور اس عہد کی دیگر مشقوں کے ذریعے اہل ایمان کو نہ صرف حالت جنگ کے لیے تیار رہنا سکھایا بلکہ جسمانی طور پر ان کو مضبوط اعصاب بنا کر معاشرتی مسائل حل کرنے کی بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تربیت دی۔ عصری مشاہدہ بھی یہی بتاتا ہے کہ بھرپور تربیت یافتہ فوج ہی ہنگامی حالات جیسے زلزلہ سیلاب وغیرہ میں عوام کی معاونت کرتی ہے حضور اکرم ﷺ نے قوی مومن کو دوسروں کی نسبت زیادہ بہتر اور اللہ کا محبوب قرار دیا ہے۔[5]

چوتھا مقصد معاشی استحکام بھی حاصل ہوتا ہے ایک ریاست کو اپنے مکمل دفاع کے لیے ایک مضبوط معیشت کی ضرورت ہوتی ہے معیشت اگر کمزور ہوگی تو دفاع کمزور ہوگا۔ اس لیے دفاعی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے معاشی طور پر خود کفیل ہونا ضروری ہے۔

عہد رسالت میں کئی مواقعوں پر جب ریاست کے وسائل کم تھے تو انفاق فی سبیل اللہ کا اعلان کیا گیا جن میں اہل ایمان نے نہ صرف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ انفاق کی روشن امثال بھی رقم کیں قرآن کریم جہاد کی اس قسم کے بارے میں "بأموالکم" اپنے مالوں کے ساتھ کی اصطلاح، جہاد میں مال کی اہمیت وضرورت کے حوالے سے واضح دلیل ہے پھر جب دفاعی ضروریات پوری ہوجائیں تو یہی مال معاشرے کے دیگر مسائل کو حل کرنے میں کام آتا ہے اور "جهاد بالمال" کا تصور مکمل صورت میں پیش ہوجاتا ہے۔

غزوات کا یہ مقصد بھی نظر آتا ہے کہ دشمن قوی ہو یا کمزور اس کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے بے خبری ہلاکت خیز ثابت ہوسکتی ہے اس لیے ہر لمحہ مستعد رہنا اور باخبر رہنا ضروری ہے تاکہ دشمن کے ہر ممکنہ حملے کے حوالے سے تیار رہا جائے اور کسی بھی بڑے نقصان سے بچا جاسکے۔

اسی طرح اعلائے کلمۃ الحق، استقامت علی الحق، فاتح کی حیثیت سے مفتوح قوم سے رویہ، و معاملہ جانی و مالی نقصان کی صورت میں صبر و ثابت قدمی کا مظاہرہ دشمن قوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی املاک، خواتین، بوڑھوں، بچوں اور قیدیوں کے ساتھ معاملات کی جہات وغیرہ یہ مقاصد حضور اکرم کے غزوات میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ جس طرح سیاست نبوی کے مطابق اہل ایمان کو اپنی سیاست کی بنیاد رکھنا ضروری ہے تاکہ معاشرہ صحیح سمت گامزن ہو سکے ایسے ہی غزوات کی روشنی میں جہاد، قتال اور دفاع کے اصول و ضوابط مقرر کرنا ضروری ہے تاکہ اسلامی ریاست اس ضمن میں اعلیٰ نصب العین کے ساتھ ساتھ ایک مستحکم دفاع اور کسی بھی جارحیت کا منہ توڑ جواب دینے کے قابل ہو سکے۔

## حکمت عملی:

یہ خصوصیت اسوہء حسنہ ہی کی نظر آتی ہے کہ زندگی کے کسی بھی معاملے کو بغیر حکمت عملی کے طے نہیں فرمایا اور حالات و واقعات کے پیش نظر ہر طرح کی حکمت عملی کا مظاہرہ کیا گیا اس طرح غزوات جہاں جان اور مال دونوں کے ذریعے برسر پیکار ہوا جاتا تھا وہاں ہر موقع پر مقابل کی افرادی قوت دیکھ کر فیصلہ کیا جاتا کہ دشمن کے ساتھ نبرد آزما کیسے ہونا ہے۔

دشمن کو معاشی طور پر کمزور کرنا ایک اہم جنگی اصول ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بدر سے قبل ملک شام سے کفار کا جو تجارتی قافلہ آ رہا تھا اس کی سرکوبی کا فیصلہ کیا لیکن اتفاق سے وہ تجارتی قافلہ مسلمانوں سے بچ کر نکل گیا اور پھر مسلمانوں کا میدان بدر میں کفار کے ساتھ باقاعدہ قتال ہوا جس میں اللہ کریم نے مسلمانوں کو افراد و سامان کی قلت کے باوجود تاریخی اور شاندار فتح عطا فرمائی۔

مستشرقین کے سیرت طیبہ پر کیے گئے اعتراضات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ غزوات کا مقصد دیگر اقوام کے مال کا حصول تھا جس کا واضح ثبوت کفار کے شام سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آنے والے تجارتی قافلہ کو مغلوب کرنے کے لیے مہم جوئی کی گئی۔

اعتراض کرنے والے یہ بھول گئے کہ اگر کفار کے مال کا حصول مقصد ہوتا تو ہجرت کی رات حضور اکرم ﷺ کفار مکہ کی امانات بحفاظت ان تک پہنچانے کی تلقین حضرت علی کو نہ کرتے حالانکہ اس وقت کفار نے مسلمانوں کے اموال، گھر بار اور دیگر سامان پر قبضہ کرلیا تھا اس لیے فی نفسہ یہ اعتراض باطل ہوجاتا ہے کہ غزوات بالخصوص غزوہ بدر میں قریش کے تجارتی قافلہ پر مہم جوئی کا مقصد مال کا حصول تھا۔

یہ بات واضح ہے کہ کفار مکہ نے اعلان نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اور پھر ہجرت کے بعد تقریباً چھ برس تک اپنا زر کثیر خرچ کر کے دعوت اسلام کو روکنے کی مذموم مساعی کیں جن میں نجاشی شاہ حبشہ کو تحائف بھیجنا، یہود کو اپنے ساتھ ملانا، مدینہ منورہ کے منافقین کے ساتھ رابطے میں رہنا اور پھر اس طرح غزوہ بدر، احد، احزاب میں اب بھرپور حربی قوت کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ قتال کرنا یہ سب وہ حقائق ہیں جو سب کے سامنے ہیں قریش مکہ کے مزاج سے حضور بخوبی آگاہ تھے آپ جانتے تھے کہ شام کا یہ تجارتی قافلہ قریش کی معیشت کو مستحکم کرے گا اور وہ اس مال کا کافی حصہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے خرچ کریں گے اور بعد میں پھر ایسا ہی ہوا کہ اس قافلہ کا سارا نفع غزوہ احد کی تیاری کیلئے خرچ کیا گیا اس طرح حضور اکرم ﷺ کی اس تجارتی قافلہ کی سرکوبی کی حکمت عملی سمجھ میں آگئی کہ آپ دشمن کی ہر طرح ریشہ دوانیوں اور تخریبی فکر سے ہر لمحہ باخبر رہتے تھے عصر حاضر میں اس کو اس طرح سمجھنا چاہیے کہ جس طرح حکومت خطرناک مجرموں اور دہشت گردوں کے بنک اکاؤنٹ منجمد کردیتی ہے تاکہ ان کی تخریبی کاروائیوں سے معاشرہ محفوظ رہ سکے بالکل اس طرح کفار مکہ کو فتنوں سے باز رکھنے کے لیے ایک طرح سے یہ ان کے اکاؤنٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



منجمند کرنے کا طریقہ تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنایا۔

غزوہ بدر کے بعد دوسرا بڑا غزوہ احد ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتہائی منظم طریقے سے صحابہ کو مختلف اطراف میں متعین فرمایا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ قریش بدر کی ہزیمت کے انتقام میں کسی بھی حد تک جاسکتے ہے ہیں اس لیے ایک ایسی جگہ جس کا نام عینین ہے وہاں پر آپ نے پچاس افراد کو متعین فرما کر ہدایت فرمائی کہ کچھ بھی ہو تم نے اس مقام کو نہیں چھوڑنا بعد میں وہاں موجود صحابہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان مبارک کے حوالے سے مختلف تعبیرات کر کے اس مقام کو چھوڑا تھا کہ حضرت خالد بن ولید جو ابھی تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے نے حملہ کر دیا اور مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا غزوہ احد کے اس ٹرننگ پوائنٹ نے میدان کا منظر ہی تبدیل کر دیا اب اس واقعہ کو مختلف حوالوں سے دیکھنا چاہیے۔

لڑائی سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چوٹی پر جو پچاس صحابہ کو متعین فرمایا تھا یہ بڑی خاص حکمت عملی تھی کہ دشمن کے لیے کوئی محاذ خالی نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ دشمن ہمیشہ موقع کی تلاش میں ہوتا ہے کہ کب اور کہاں آپ کو نقصان پہچانا ہے ایسا ہی غزوہ احد میں ہوا دوسرا پہلو یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح حکم کے باوجود اس کی ایسی تعبیر نہیں کرنی چاہیے جس کا نتیجہ نقصان کی صورت میں آئے۔

ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ باوجود نقصان کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے رفقا نے میدان نہیں چھوڑا اس سے یہ تاثر دینا تھا کہ اہل حق نقصان کے باوجود پیکر استقامت ہوتے ہیں بلکہ کفار میدان چھوڑ کر بھاگے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کا میدان میں ثابت قدم رہنے سے غزوہ احد کو مسلمانوں کی شکست کہنے والوں کی باطل فکر کا رد بلیغ ہے نقصان اور شکست میں بڑا فرق ہے شکست بدر میں کفار کو ہوئی تھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مطابق جب سماج کی تشکیل کریں تو ان کو کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت کے لیے خلافت کا نظام متعارف کروایا آپ سے قبل اس نظام حکومت کی کوئی مثال نہ تھی نظام خلافت انسانوں کو بلاتفریق مذہب وملت ان کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرنے کے ساتھ ساتھ وقار آدمیت کا بھی لحاظ رکھتا ہے۔ خلافت ایک مکمل شورائی نظام ہے جس میں خلیفہ ایک طرف احکام الٰہیہ کا پابند ہوتا ہے جبکہ دوسری طرف ان ارباب علم ودانش کی آراء کا جو شوریٰ کے اراکین ہوتے ہیں ان کا بھی لحاظ کرتا ہے اسی طرح سے نظام حکومت سے مطلق العنانیت کی کلی نفی ہوجاتی ہے۔

خلافت کیا ہوتی ہے اس کی تعریف کرتے ہوئے علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

"جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ خلافت کی حقیقت دینی حفاظت اور دینوی سیاست کے لیے صاحب شرع کی جانشینی ہے اور شارع علیہ السلام کو دونوں باتوں کا اختیار حاصل ہے اور وہ دونوں میں تصرف فرماتے ہیں دینی تصرف تو تکالیف شرعیہ کے تقاضوں کے مطابق جس کی تبلیغ کا حکم آپ کو ہے اور جن پر لوگوں کا آمادہ ہونا ہے اور دنیوی تصرف اجتماعی زندگی میں لوگوں کی مصلحتوں کے تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے تاکہ نظام زندگی کو بہتر سے بہتر بنایا جاسکے انسانی زندگی کے لیے تمدن اور تمدن کی مصلحتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ورنہ تمدن میں خلل پیدا ہوکر انسانی زندگی کو خطرہ لاحق ہو جائے گا سلطان اور اس کا اقتدار ان مصلحتوں کے حصول کے لیے کافی ہے البتہ اگر حکومت آئین وشرع کے مطابق چلائی جائے تو بے حد پائیدار اور کامل ثابت ہوتی ہے کیونکہ

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



صاحب شرع لوگوں کی مصلحتوں سے بہت خوب واقف ہیں ایسی حکومت آئین وشرع پر چلائی جانے کی وجہ سے خلافت کہلاتی ہے کیونکہ کوئی حکومت اس وقت خلافت یا خلافت کے تابع کہلاتی ہے جبکہ اس کا نظام اسلامی ہو اگر اس کا تعلق مذہب سے نہ ہو تو وہ پھر حکومت ہے خلافت نہیں۔"(5)

حاکم ریاست، ریاست کی تہذیب وتصویب کے لیے عوامی مصلحتوں کا خیال رکھتا ہے اسلامی حکومت کی یہ اساس ہے کہ وہ انسانی فلاح اور عدل اجتماعی کے لیے معرض وجود میں آتی ہے نبی اکرم ﷺ نے ریاست مدینہ کے لیے جو قانون تیار کیا وہ فرد کے بنیادی حقوق کے تحفظ اور اعلیٰ انسانی اقدار کے فروغ کے لیے تھا۔ انسانی فلاح وصلاح کے لیے نبی اکرم ﷺ نے ہر جہت کو واضح کر کے اس کی تہذیب کر کے پھر توثیق کی آپ کے سامنے اور آپ سے قبل دنیا میں جو سیاسی نظام رائج تھے آپ نے کچھ کو فی نفسہ باطل وکالعدم قرار دیا کچھ کی خرابیوں کی نشاندہی کر کے اصلاح فرمائی اور کچھ کے محاسن کا ذکر بھی کیا مثال کے طور پر نجاشی شاہِ حبشہ جو کہ عیسائی فرماں روا تھے ان کے لیے آپ نے ''عادل بادشاہ'' کے الفاظ فرمائے اس کے عادلانہ نظام حکومت کی تعریف وتصدیق کی۔

نبوی نظام سیاست میں حاکم کے لیے خلیفہ کی اصطلاح اس کی حدود وقیود کو متعین کرنے کے لیے کافی ہے جو اس کے لامحدود اختیارات، اقرباء پروری، استثنائی معاملات، بے جا تصرفات کی نفی کرتے ہیں اسلامی نظام حکومت میں حاکم یعنی خلیفہ کے اس طرح کے مقام ومرتبہ اور فرائض سے نہ صرف اہل عرب بلکہ دیگر ریاستیں بھی پہلی بار آشنا ہوئیں تھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہاں پر واضح کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خلافت و جمہوریت میں فرق کیا ہے یہ بات واضح ہے کہ قرآن وسنت پر مبنی نظام حکومت کو خلافت سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہ نظام انسانی فلاح و بہبود کے لیے ہوتا ہے تو جمہوریت کا بھی یہی دستور ہے جمہوریت کیا ہے؟ جمہوریت کی تعریف میں تمام مفکرین نے اس تعریف پر اتفاق کیا ہے کہ اس سے مراد عوامی حکومت ہے یعنی عوام کی حکومت عوام کیلئے عوام کے ذریعے جو ان کے حقوق کی پاسداری کرتی ہے۔ ووٹ کے ذریعے اقتدار میں آنا جمہوری طریقہ کہلاتا ہے۔

اقتدار کے بعد نظامِ حکومت کو عوامی مزاج کے مطابق طے کیا جاتا ہے جمہوری نظامِ حکومت میں قانون سازی انسانی ذہن کے مطابق ہوتی ہے اور جو اکثریت کی رائے ہو عوام جو چاہتے ہوں اس کو قانون کا درجہ دیا جاتا ہے اس کے شرعی و غیر شرعی، فطری و غیر فطری، حلال و حرام، جائز و ناجائز کے پیمانے بھی انسانی ذہن کی اختراع ہوتے ہیں۔

جبکہ خلافت کا نظام مکمل طور پر قرآن وسنت پر مبنی ہوتا ہے اس میں عوامی آراء و خواہشات کے فیصلے انسانی ذہن کے مطابق نہیں بلکہ نبوی منہج کے مطابق ہوتے ہیں۔ اور نبوی منہج ہی فی الحقیقت منہج ربانی ہے خلفائے اربعہ کے ادوار کو اسی لیے خلافت راشدہ کا دور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حکومتی و سیاسی نظام کو علی منہاج النبوۃ قائم کیا اور عوامی حقوق کی ادائی و پاسداری کا حق ادا کیا عوامی آراء کے حوالے سے حضرت عمر فاروق نے ایک موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”مسلمان آپس میں ایک جسم ہیں اگر اس جسم کے ایک حصے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اس کا دوسرا حصہ بھی اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طرح مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کے کام ذی رائے اصحاب کے مشوروں سے انجام پذیر ہوں عام لوگ اس شخص کے تابع ہیں جس کو انہوں نے والیٔ حکومت قرار دیا ہے اور اس کو پسند کرتے ہیں اور جو والیٔ حکومت ہے وہ ذی رائے اصحاب کے تابع ہے۔"(6)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس اقتباس سے اسلامی ریاست میں آمریت کی نفی ہو جاتی ہے۔

آمریت تکریم انسانیت کے خلاف ہے اسی طرح وہ جمہوری نظام جو ایک انسان کو دوسرے انسان کے حکم کا پابند بناتا ہے وہ بھی احترام آدمیت کے منافی ہے انسان پر اس کے خالق کا نظام نافذ ہونا ہی اس کے وقار کے مطابق ہے قبل از اسلام کی حکومتوں میں امور ریاست وحکومت میں عوامی آراء کا شامل ہونا تو ایک طرف ان کو بنیادی حقوق بھی حاصل نہ تھے۔ اسلام جب دنیا میں آیا تو اس نے انسانی آزادی وعزت کا نعرہ بلند کیا اس کو اس کے سماجی، معاشی اور سیاسی حقوق دلائے اور ان کے تحفظ کے لیے اقدامات بھی کیے حکومتی معاملات میں عوامی آراء کا دور جاہلیت میں کیا حال تھا اور اسلام میں ان کو کیا وقعت حاصل ہوئی اس حوالے سے علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

"جب دنیا میں اسلام کی روشنی پھیلی اور بادشاہت کی جگہ خلافت آئی تو ملکی مسائل رائے عامہ سے جو طبعی تقاضوں کے مطابق ہیں حل کیے جانے لگے کیونکہ ملکی نظام برقرار رکھے بغیر چارہ کار ہی نہیں۔ عہد جاہلیت میں پورے ملک پر سلطانی رائے کا تسلط ہوتا تھا لیکن عہد اسلام میں رائے عامہ کا رواج ہوا چنانچہ رحمت عالم، صحابہ کرام سے ہر چھوٹے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بڑے ملکی معاملات میں پیش آمدہ مہمات میں مشورہ فرمایا کرتے تھے۔"(7)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امور ریاست وحکومت میں کسی سے مشورہ کی ضرورت نہ تھی نہ ہی کوئی عقل و دانش میں آپ سے بڑھ کر تھا اور پھر سب سے اہم پہلو کہ آپ کا ہر کام وحی الٰہی کے مطابق ہوتا تھا ان سب کے باوجود آپ کا صحابہ کرام سے مشورہ کرنا دراصل ایک ایسی جماعت تیار کرنا تھا جو آپ کے بعد نظام حکومت کو بھی علی منہاج النبوہ چلا سکے اور سیاست کے نبوی منہج میں، مشاورت کو کلیدی حیثیت حاصل ہے آپ کے امور ریاست کے اس منہج کو خلفائے راشدین نے اپنایا اور صرف تیس (30) برس کے مختصر عرصہ میں نہ صرف عرب بلکہ ایران، شام، مصر، یمن اور دیگر ممالک کے سیاسی نظاموں کو بدل کر رکھ دیا۔ حکومتی امور میں میرٹ، اقربا پروری سے گریز، قانون کی بالادستی نبوی سیاست کے نمایاں ترین اوصاف ہیں جس کے مظاہر نہ صرف دس سالہ مدنی دور میں نظر آتے ہیں بلکہ خلفائے راشدین کے ادوار میں بھی یہ اوصاف واضح نظر آتے ہیں۔

امور ریاست وسیاست کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہج کو عموماً مدنی دور کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو آپ کی سیاسی حکمت عملی کے مظاہر مکی دور ہی میں سامنے آنا شروع ہو گئے تھے اس میں ایک پہلو تو قبائل عرب سے مختلف میلوں اور حج کے دنوں میں ملاقاتیں کرنا تھا دوسرا پہلو ہجرت حبشہ ہے ہجرت حبشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بین الممالک روابط اور وہاں کے حکمرانوں کے مزاج سے آشنائی کی بھی دلیل ہے اور مسلمانوں کے بہتر مستقبل کے لیے حکمت عملی کا بھی بین ثبوت ہے۔ اگر یہ بات کی جائے کہ ہجرت حبشہ کا مقصد مسلمانوں کو کفار مکہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ظلم وستم سے بچانا تھا تو یہ صرف وقتی مسئلہ تھا جو حل ہونا ہی تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے جس حیثیت میں کوئی قدم اٹھایا ہے وہ کوئی جذباتی یا وقتی طور پر نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ ایک مکمل شعوری منصوبہ بندی اور حکمت کے تحت ہوتا تھا تاکہ اس کے دیرپا اثرات سامنے آسکیں۔

نبی اکرم ﷺ کے انداز جہانبانی کے اثرات جب اطراف و اکناف میں پہنچے بالخصوص مدینہ منورہ کی فضائیں جب اس پیغام حق سے سامعہ نواز ہوئیں تو وہاں کے باشندوں نے خود وہاں آپ کو آنے کی دعوت دی عموماً یہ ہوتا ہے کہ مہمان جب کسی ملک میں جاتے ہیں وہاں کے رسم ورواج اور قانون کے پابند بن کے جاتے ہیں لیکن یہاں معاملہ اور ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کے قبائل سے چند شرائط طے کیں کہ ان شرائط کو قبول کریں تو پھر میں وہاں آؤں گا اور وہاں پہلے آپ نے حضرت مصعب بن عمیر کو بھیجا جنہوں نے وہاں ہر گھر میں پیغام حق کو پہنچایا حضرت مصعب نے انتہائی مختصر وقت میں مدینہ کے ہر چھوٹے بڑے قبیلے کے بااثر افراد کو نظام حق کے نفاذ کے لیے تیار کیا اور ان کی نبوی اصول دعوت و اخلاق پر ذہن سازی کی۔ جب اہل مدینہ کی اکثریت نظام خیر کے نفاذ کے لیے تیار ہوگئی تو پھر نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی یہاں یہ امر ذہن نشین رہے کہ نبی اکرم ﷺ نے رسول اللہ ﷺ ہونے کے باوجود مدینہ منورہ پر اپنا تسلط قائم نہیں کیا بلکہ عوامی آراء کو اپنے لیے سازگار بنایا جس کے اثرات بہت دور تک پھیلے پھر مدینہ منورہ آمد کے موقع پر اہل مدینہ کا آپ کا والہانہ استقبال یہ واضح کرتا ہے کہ وہ گزشتہ باطل وفرسودہ نظام سے سخت نالاں تھے جس نے ان کو سوائے مایوسی و تکلیف کے کچھ نہیں دیا آپ کی ذات اور آپ کا پیغام رحمت ان کے ہر درد کی دوا تھا جس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان کو کامل یقین ہو چکا تھا۔ صوبہ و حضرموت کو حرم قرار دیا گیا حکمت حق

اہل ایمان نے دو مقامات پر ہجرت کی پہلی حبشہ کی طرف دوسری مدینہ منورہ کی طرف لیکن حبشہ کی طرف آپ خود نہیں گئے مدینہ منورہ ہی کا کیوں انتخاب فرمایا۔

اس کی چند حکمتیں نظر آتی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

حبشہ میں پہلے ہی سے ایک منظم حکومت موجود تھی ادارے کام کر رہے بلکہ نظام عدل قائم تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں پر بھی زیادتی نہ کی گئی اور وہ آرام سے جتنا عرصہ رہے سکون ہی سے رہے۔ مدینہ منورہ میں کوئی نظام حکومت قائم نہ تھا اوس و خزرج کے قبائل اکثر برسر پیکار رہتے تھے یہود کے قبائل ان پر اپنی مذہبی برتری جتاتے رہتے تھے۔

جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو حکم ہوا تھا کہ وادی غیر ذی ذرع کو آباد کریں اور اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم نے اللہ کا گھر بنایا وہاں انسانوں کو بسایا۔

ایسے ہی حکم الٰہی کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی فکری تعمیر کی ایک نیا نظام، نئی انتظامیہ، نئے ضابطے، نئی جہات، نئی منزلیں انسانیت کو ریاست مدینہ کی صورت میں عطا ہوئیں جس طرح تعمیر کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم نے اللہ کے حکم سے حج کے لیے سب کو ندا دی اور اللہ نے اس کو عالمین میں پہنچایا ایسے ہی ریاست مدینہ نے اقوام عالم کے سیاسی نظاموں کو از سر نو تعمیر کر کے انسانیت کے وقار اور خوش حالی کی صدا دی اس کو بھی اللہ نے شرق و غرب میں پہنچایا۔

نیا جہان آباد کر کے مثال پیش کرنا اسوہ حسنہ ہی کے خواص میں سے ہے۔ مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس سالہ دور حکومت میں ریاست کے جو بنیادی ستون ہوتے ہیں ان کو ان اعلیٰ اخلاقی اصولوں پر قائم فرمایا کہ حزب مخالف جس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہودی ومنافقین شامل تھے ان اصولوں کے سامنے ہر دفعہ بے بس نظر آئے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر موقع اور ہر مقام پر ان کی سازشوں کا جواب سازشوں سے نہیں بلکہ حکمتوں سے دیا پھر یہ بھی واضح رہے کہ حزب مخالف کے ان دو گروہوں کو مسلمانوں کے بیرونی دشمنوں کے اعانت بھی حاصل رہتی جس میں مشرکین مکہ اور خیبر کے یہود پیش پیش رہتے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکومتی وریاستی معاملات میں جس طرح نئے رجحانات متعارف کروا رہے تھے ان کے سامنے یہ ریشہ روانیاں تار عنکبوت ثابت ہوئیں۔ حالانکہ اس عہد میں عموماً اہل اقتدار حزب مخالف کو تہ تیغ کر کے عبرت کا نشان بنا دیا کرتے تھے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے برعکس ہی معاملہ کیا بالخصوص عبد اللہ بن اُبی رئیس المنافقین جو آپ کا اور مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا اور اہل ایمان کو ہر موقع پر دکھ دیتا تھا اس کے بیٹے تک نے اجازت چاہی کہ میں اپنے ہاتھوں سے اس موذی کا خاتمہ کر دیتا ہوں لیکن آپ نے منع کیا اور اس کے مرنے پر نہ صرف اس کا جنازہ پڑھایا بلکہ اپنی قمیص تک عطا کر کے[8] اہلِ اقتدار کو حزب مخالف کے ساتھ رواداری کا اسوہ پیش کیا۔

ریاستی معاملات میں آپ نے زیادہ توجہ حکام وعمال کی طرف کی کیونکہ ان کے صالح ہونے پر معاشرہ میں صالحیت کا دور دورہ ہوتا ہے اس حوالے سے آپ کے اقدامات میں حصول اقتدار کی حرص ولالچ وطلب کی ممانعت کرنا۔ عہدہ تفویض کرتے ہوئے عوامی آراء کا خیال رکھنا، عہدہ دیتے وقت قابلیت واستعداد کو جانچنا، حکام کے حکومتی مال واختیارات میں ناجائز تصرفات کا خاتمہ کرنا نمایاں طور پر شامل ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصول اقتدار اور انداز حکمرانی کے لیے سخت قوانین مقرر کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فی الحقیقت ریاستی معاملات کو اخلاقِ حسنہ سے مستحکم کرنے کی ایک سبیل ہے کیونکہ عموماً حکمران اپنے آپ کو نہ کسی کے سامنے جوابدہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی کسی ضابطے کا پابند خیال کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے حکام کو قانون کا پابند بنایا تاکہ ان کو کوئی استثنائی (Exemptions) صورت حاصل نہ ہو اور شاہ و گدا کے امتیازات ختم ہو جائیں اور اخلاق کا بھی پابند بنایا تاکہ اقتدار کی مسند پر بیٹھنے والے خود عملی نمونہ بنیں۔

سیاست نبوی میں اقتدار برائے اقتدار نہیں ہے بلکہ اس نظام کا نفاذ ہے جو آپ لے کر مبعوث ہوئے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ کی بعثت کے بنیادی و نمایاں مقاصد میں کتاب و حکمت کی تعلیم اور مکارم اخلاق کی تکمیل ہے آپ نے حیات انسانی کی ہر جہت کا تعلق تقویٰ و اخلاق سے جوڑا ہے تقویٰ کی صورت میں فکری رسوخ حاصل رہے گا اور اخلاق کی صورت میں عمل میں صالحیت نظر آئے گی۔

سیاست نبوی کا یہ بنیادی پہلو ہے کہ قانون کے نفاذ سے قبل اگر حقیقی معنوں میں اخلاق حسنہ کا نفاذ ہو جائے تو بہت کم قانون حرکت میں آئے گا۔

عصری معاشرہ میں قوانین کی بہتات کے باوجود جرائم کا نہ رکنا اور ریاست کا کمزور ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اخلاقیات کا نفاذ نہ ہونے کے برابر ہے اور اقتدار پر فائز طبقہ اخلاقی طور پر زوال کا شکار ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی تکمیل اخلاق کی جہت معاملات حکومت میں بھی اپنے کمال پر نظر آتی ہے اس کا اثر ریاست مدینہ میں کچھ اس طرح نظر آتا ہے کہ مدنی دس سالہ دور میں چند مسلمانوں کو مختلف غلطیوں کی وجہ سے سزا ملی جو ایک فیصد سالانہ بھی نہیں بنتی یہ اس نظام کی تنفیذ کا ثمر تھا جو لے کر آپ مبعوث ہوئے تھے اور وہ نظام ہی نظام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خیر و برکت ہے۔

یہ امر قابل توجہ ہے کہ عموماً حزب اقتدار اپنی حکومتی ساکھ اور استحکام کے لیے عہدہ و مال کا لالچ دے کر حزب مخالف کے افراد کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ساتھ ملانے کے لیے اخلاق حسنہ ہی کو پیش کیا کہ آہستہ آہستہ حزب مخالف کی اکثریت آپ کی ہمنوا بنتی گئی تاریخ سیاست کی یہ بھی منفرد مثال ہے جو آپ ہی کے اسوہ حسنہ میں نظر آتی ہے مال و عہدہ کی ترغیب تو ایک طرف آپ نے واضح اعلان کیا کہ:

''جو کوئی ہم سے عہدہ طلب کرتا ہے ہم اسے نہیں دیتے۔''(9)

اس کی کئی امثال بھی موجود ہیں۔

ریاست کے معاملات کے لیے حزب اقتدار کے سیاسی افکار کی وجہ سے حکومتی پالیسیاں ترتیب پاتی ہیں جبکہ ان پالیسیوں کے عملی نفاذ کے لیے مضبوط معیشت کا ہونا ضروری ہے اس کے لیے بھی نبی اکرم ﷺ نے وہ اصول متعین کیے ہیں جو ریاست کی معیشت کو توانا رکھنے کے ساتھ عدل و خیر کو فروغ بھی دیتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

سب سے پہلے تو آپ نے سادگی و قناعت کا درس دیا تا کہ آمدن و اخراجات میں توازن قائم رہے۔ ریاست مدینہ کے انصرام و انتظام کے لیے آپ نے کبھی کسی دوسری ریاست سے قرضہ نہیں لیا قوم کو اپنے وسائل پر انحصار کی عادت ڈالی۔ زکوٰۃ و صدقات کی صورت میں سماجی افلاس کو دور کیا محنت و کسب کو شعار بنانے کی تلقین کی۔

اس کے علاوہ غنائم وغیرہ کی عادلانہ تقسیم کا اصول دیا اور اقربا پروری اور ذاتی خواہشات کی تکمیل کی بجائے مستحقین کو ترجیح دی اس کے لیے بھی اسوہ اپنی ذات کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



صورت میں عطا کیا ایک بار مالِ غنیمت آیا تو خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کچھ طلب کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس مال کو میں پہلے اصحاب صفہ کی ضروریات پر خرچ کروں گا اور سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو چند کلمات کی صورت میں وظیفہ دے کر رخصت کیا۔ (10)

آپ دس برس مدینہ منورہ میں حاکم ریاست رہے بازاروں، دکانوں، منڈیوں کا دورہ فرماتے۔ اسلامی تجارتی اصولوں کی ہدایات جاری کرتے لیکن خود ایک بار بھی تجارتی معاملات میں حصہ نہ لیا کیونکہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ حاکم وقت جب خود بزنس میں حصہ لے گا تو وسائل واقتدار کی وجہ سے اس کے سامنے بڑے سے بڑا بزنس مین بھی ٹھہر نہیں سکے گا۔ حاکم کے بزنس کرنے کی آپ نے کوئی شرعی ممانعت تو نہیں کی لیکن آپ کا خود بطور حاکم بزنس نہ کرنا آپ کے طرز حکومت کا اصول متعین کرتا ہے۔ عصری معاشروں میں جہاں خود حکمران تجارتی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں۔ اس سے ان کے اثاثوں کا معمول سے زیادہ بڑھنا معمول کی بات ہے اور پھر اس میں اپنے اختیارات کی وجہ سے دوسروں کی حق تلفی اور جائز و ناجائز کی تمیز کا ختم ہونا عام مشاہدہ کی بات ہے۔

ریاست کے ذرائع آمدن کی تقسیم سے قبل کسی کا ان میں سے کچھ لینا آپ نے نہ صرف جرم قرار دیا بلکہ اس پر وعید بھی سنائی ہے۔ (11)

اسی طرح حکام کی مدت تقرری کے بعد ان کے اثاثوں کی چھان بین کی جہت بھی آپ نے متعارف کروا کر اقوام عالم میں ایک اور نئی مثال قائم کی۔

## حصول اقتدار کے قدیم وجدید ذرائع:

تاریخ انسانیت میں اگر اقتدار تک رسائی کے ذرائع کا مطالعہ کیا جائے تو یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بات واضح ہوگی کہ زیادہ تر شخصی و خاندانی حکومتیں ہی رہی ہیں۔ برسر اقتدار طبقہ اپنے اقتدار کو طول و استحکام دینے کے لیے عوام میں یہ بات راسخ کرتا کہ ان کے اقتدار کو خدائی تائید حاصل ہے اور ان کو حکومت اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہے بادشاہ کے سر پر جو تاج شاہی سجا ہے وہ اس کو خدا نے پہنایا ہے جو اس تاج کو اتارنے کی کوشش کرے گا وہ فی الحقیقت خدا سے برسرِ پیکار ہونے کے مترادف ہے لوگوں کو جو عقیدت خدا کے ساتھ ہوتی وہی عقیدت بادشاہ کے ساتھ ہوتی۔ [12]

بلکہ کئی ایسے تاریخی واقعات ملتے ہیں کہ بادشاہ خود کو ہی خدا سمجھ بیٹھتا اور اس کا برملا اظہار بھی کرتا۔ ان میں ایک تو نمرود تھا جس نے حضرت ابراہیم سے مکالمہ بھی کیا اور ناکام ہوا۔ [13] دوسرا فرعون جو اپنے آپ کو "فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ"[14] ”میں سب سے بڑا رب ہوں کہا کرتا تھا۔“

- اقتدار ایک نعمت ہے ہر نعمت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جیسے روشنی، ہوا، بادل، پانی، آکسیجن وغیرہ اللہ کریم نے کائنات بنائی ہے انسان کو پیدا کیا تو اسے مکمل لوازمات حیات بھی عطا کئے ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ [15]

(ترجمہ:) ”آپ کہیے: اے اللہ! ملک کے مالک! جسے تو چاہتا ہے حکومت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ تو ہی جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے۔ سب بھلائی تیرے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



ہی ہاتھ میں ہے (اور) تو یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔"

یہاں حکومت واقتدار کے حوالے سے خیر کا لطیف اشارہ موجود ہے اقتدار کا ملنا فی نفسہ خیر ونعمت ہے جسے چاہے دے یہ خدائی فیصلہ ہے اقتدار ملنے کے بعد یا عزت ملتی ہے یا ذلت۔ جنہوں نے حکومت کو نیابت الٰہی سمجھ کر چلایا عزت ان کا مقدر بنی اور جنہوں نے اپنی اغراض نفسانیہ کے مطابق حکومت چلائی ذلت ان کا مقدر بنی۔ قرآن نے خیر وشر کے مطابق حکومت چلانے والوں کی امثال دی۔

خیر کے حوالے سے حضرت سیدنا یوسف، حضرت سلیمان اور ذوالقرنین کی امثال ہیں اور شر کے حوالے سے نمرود اور فرعون کی امثال دی ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ (16)

(ترجمہ:) "تم میں سے جو مومن ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ان سے اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ایسے ہی خلافت عطا کرے گا جیسے تم سے پہلے کے لوگوں کو عطا کی تھی۔"

وعدہ الٰہی کے باوجود بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ اہل ایمان صالح عمل والوں میں سے اکثر کو زمین پر اقتدار حاصل نہیں ہوا۔

پہلی بات تو یہ کہ پہلے وہ ایمان اور صالحیت ہونی ضروری ہے جو اللہ کو مطلوب ہے انبیائے کرام کے بعد ایمان وعمل صالح کا اظہار صحابہ کرام نے کیا ان کو اقتدار ملا اور انہوں نے صالح نظام بھی نافذ کیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح والوں کو حصول اقتدار میں رکاوٹیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ڈال کر ان کو شہید کر دیا جاتا رہا ہے۔ اللہ نے تو وعدہ پورا کر دیا تھا کیونکہ ان کے بعد بھی ان کے فکری نظام کا غالب رہنا اور اکثریت کا ان سے اظہار عقیدت کرنا وعدہ الٰہی کے پورا ہونے کی طرف اشارہ ہے اس حوالے سے ایک مثال دی جا سکتی ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ (17)

(ترجمہ:)''زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو''

دنیا میں اکثر ہم سنتے ہیں کہ کافی انسان مناسب خوراک ودوا یا پانی کی قلت وجہ سے لقمہ اجل بن جاتے ہیں حالانکہ سب کی ربوبیت کرنے والی ذات اللہ کی ہے اور وعدہ الٰہی بھی ہے تو اب کیا یہ کہا جائے گا کہ اللہ کے وعدہ کے باوجود ان تک رزق نہیں پہنچا؟ تو اس ضمن میں یہی بات کہی جائے گی کہ اللہ نے ہر انسان کے رزق کا وافر سامان دنیا میں نازل کیا ہے اب سرمایہ دار لوگ اگر اللہ کی نعمتیں ضرورت مندوں تک نہ پہنچنے دیں تو یہ وعدہ الٰہی کے خلاف نہیں ایسے ہی غاصبین وظالمین اہل حق تک اقتدار نہ پہنچنے دیں تو یہ بھی وعدہ الٰہی کے خلاف نہیں۔

حصولِ اقتدار کے حوالے سے کوئی مخصوص طریقہ متعین نہ کرنا بھی اسلام کی آفاقیت وجامعیت کی دلیل ہے کیونکہ ہر عہد، زمانہ اور جغرافیہ کے حالات وواقعات دوسروں سے جدا ہوتے ہیں البتہ اس حوالے سے بھی اسلام نے چند رہنما اصول ضرور بیان کیے ہیں تاکہ ان کی پاسداری سے ریاست میں نظام الٰہی کا نفاذ ممکن ہو سکے وہ چند اصول حسب ذیل ہیں:

1۔ اقتدار اعلیٰ کا حقیقی سرچشمہ اللہ کی ذات ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



2۔ انسانوں کا اقتدار واختیار وقتی ہے۔

3۔ انسان اقتدار ملنے کی صورت میں حاکم مطلق نہیں بلکہ خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔

4۔ حاکم اللہ کے علاوہ عوام کے سامنے بھی جوابدہ ہے۔

5۔ حاکم کی بنیادی ذمہ داریوں میں جان، مال اور عزت کی حفاظت ہے۔

6۔ حاکم پر لازم ہے کہ وہ عدل اجتماعی کو فروغ دے تا کہ نظم اجتماعی قائم ہو سکے۔

7۔ حاکم نہ اپنی طرف سے نہ عوام کی طرف سے کوئی ایسا قانون بنائے جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو۔

8۔ حاکم پر لازم ہے کہ وہ احکامات الٰہیہ کی وہی تعبیر وشرح کرے جو نبی اکرم ﷺ نے کی ہے۔

9۔ حاکم اقتدار کو اللہ کی طرف سے امانت سمجھے اور جب سمجھے کہ اقتدار کے اہل نہیں رہا تو پھر عوامی خواہشات کے مطابق اہل لوگوں کے سپرد اقتدار کرے۔

10۔ حاکم پر لازم ہے کہ وہ عوام کی زندگیوں کو قرآن وسنت کے مطابق کرنے کے لیے سہولیات فراہم کرے۔[1]

قرآن کریم وسیرتِ طیبہ کی روشنی میں جو مذکورہ بالا دس نکات حکام کی ذمہ داریوں کے حوالے سے بیان کیے گئے ہیں نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنے دس سالہ دور اقتدار میں اکمل واحسن طریقے سے ان پر نہ صرف عمل کیا بلکہ جو افراد بالخصوص خلفائے راشدین مسند اقتدار پر فائز ہونے جا رہے تھے ان کی بھی اسی نہج پر ذہن سازی کی ان خلفائے راشدین نے اپنے پہلے خطبہ میں اور پھر مختلف علاقوں میں حکام وعمال متعین کرتے ہوئے انہی افراد کا چناؤ کیا جن کی حکومت کے حوالے سے وہ سمجھتے تھے کہ مکمل ذہن سازی ہو چکی ہے بلکہ حضرت عمر تو اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بھی زیادہ اہتمام کرتے اور باقاعدہ عمال مقرر کرتے وقت اس کو ہدایت نامہ جاری فرماتے تاکہ عوام و حکام میں بُعد نہ رہے اور عوام اپنے مسائل بلا روک ٹوک خلیفہ کے نمائندوں سے بیان کر سکیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے بعد کسی کو باقاعدہ و باضابطہ خلیفہ مقرر نہیں کیا تاکہ قرون سابقہ میں دیگر ممالک میں جو قیصر کے بعد قیصر اور کسریٰ کے بعد پھر کسریٰ کی روایت تھی وہ بالکلیہ ختم ہو جائے آپ نے خلیفہ کا چناؤ مکمل عوام کی صوابدید پر چھوڑ دیا کہ وہ جس کو مناسب سمجھیں اپنا حاکم بنالیں۔ عوام کی صوابدید یعنی ان کی آراء کی اہمیت بھی بیان کر کے جمہوری رویوں و اقدار کو فروغ دیا جا رہا ہے آج کے جمہوری کلچر اور وہ جمہوری کلچر جس کی بنیاد نبی اکرم ﷺ نے رکھی بعد المشرقین ہے نبی اکرم ﷺ نے اصلاح فکر کے بعد ان کو کامل طور پر اپنے حقوق و فرائض سے آگاہ کیا۔ ریاست کے فکری، سماجی، معاشی اور اخلاقی بنیادوں کے حوالے سے مستحکم کیا ایک حاکم کا عوام سے کیا رویہ ہو اور عوام کا تعلق حاکم سے ساتھ کیسا ہو ان تمام حوالوں سے نبی اکرم ﷺ نے ان کو فکری طور پر مستحکم کر کے پھر ان پر چھوڑا کہ جس کو چاہو اپنا حاکم بنالو یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد جب خلافت راشدہ کا دور آیا تو خلفاء و حکام بھی اپنے فرائض سے آگاہ تھے اور عوام کو بھی اپنے حقوق و فرائض کا علم تھا فرد اور ریاست کے مابین مکمل ہم آہنگی اور حقوق و فرائض کی عادلانہ ادائیگی کا یہ ثمر تھا کہ چند برسوں ہی میں اسلامی حکومت کی سرحدیں افریقہ اور ایشیا تک جا پہنچی۔ نبی اکرم ﷺ کا سیاسی نظام فی الحقیقت انسانی حقوق کی پاسداری و عظمت انسانی کا اعلان تھا کہ جس خطے میں یہ پیغام پہنچا وہاں کے عوام نے خود اپنے ظالم حکمرانوں سے بریت کا اظہار کر کے مسلم حکام کو دعوت اقتدار دی اور خود ان کے مطیع بن کر پہلی بار انسانی حقوق سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کما حقہ بہرہ یاب ہوئے۔

یہ اعتراض کے مسلمان مجاہدین دیگر اقوام پر بڑھ چڑھ کر حملہ کرتے تھے کوئی حقیقت نہیں رکھتا حقیقت یہ تھی کہ مسلمان مجاہدین کا نشانہ اقوام کبھی نہیں رہی بلکہ وہ فرسودہ روایتی باطل نظام تھا جس نے انسانیت کو سوائے اذیت، مصیبت کے کچھ نہیں دیا۔ یہی وجہ تھی کہ اقوام عالم کی غالب اکثریت نے مسلم مجاہدین و فاتحین کا خود استقبال کیا۔ اور اپنے ان حکومتی آقاؤں کی غلامی کے قلادے اپنی گردنوں سے اتار پھینکے جو اپنے اقتدار کو خدائی اقتدار گردانتے تھے سیدنا فاروق اعظم کا وہ جملہ جو انہوں نے فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص کو حج کے موقع پر ان کے بیٹے کی ایک مصری سے زیادتی کرنے کے بعد فرمایا تھا کہ تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنایا جب کہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد پیدا کیا۔

اسلام کے سارے سیاسی نظام کو ایک طرف کر کے بس صرف اسی ایک جملے کی معنویت پر غور کیا جائے تو اقوام عالم کے اس عہد کے تمام سیاسی نظام کو زمین بوس کرنے کے لیے یہی جملہ کافی تھا۔

سیدنا فاروق اعظم کا یہ فرمان سیاست نبوی کی حقیقی تعبیر تھا یہی جملہ انقلاب فرانس اور یورپ میں انسانی حقوق کی بنیاد ہے۔ علم سیاسیات کے معروف دانشور روسو کی کتاب The Social contract کے ابتدا ہی میں یہ جملہ درج ہے:

Man is Born free and now everywhere he is in Chains.

انسان آزاد پیدا ہوا ہے مگر آج وہ ہر جگہ پابند سلاسل ہے۔

روسو کی یہ کتاب پورے یورپ کے انسانی حقوق کا چارٹر ہے۔ یہ الگ بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے کہ مغربی اقوام نے ''انسان آزاد پیدا ہوا ہے'' کی تعبیر اپنے مزاج سے کی ہے۔

عصری معاشروں میں تین طرح کے حکومتی نظام نظر آتے ہیں بادشاہت، جمہوریت (پارلیمانی نظام) صدارتی نظام۔

بادشاہت عموماً اسلامی ممالک میں ہی رائج ہے ان کا اپنا ہی نظام ہے سیاہ و سفید کے فیصلے شاہی خاندان کرتا ہے حکومتی معاملات میں عوامی آراء کا کوئی دخل نہیں ہوسکتا۔

دوسرا نظام حکومت ہے جمہوریت (Democracy) جو عہد حاضر کا مقبول اور عوامی آراء کا ترجمان نظام حکومت سمجھا جاتا ہے۔ جمہوریت کی تعریف ہی یہ کی جاتی ہے کہ عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے، عوام کے لیے۔

سہولت کے لیے اگر دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے تو دو طرح کے معاشرے سامنے آتے ہیں مغربی معاشرہ اور مشرقی و اسلامی معاشرہ، مغربی معاشروں میں جمہوری طرز حکومت کے انتخاب کے وقت ان کے عوام کا پڑھا لکھا ہونا اور شعوری فیصلے کرنا ان کے سو فیصد پڑھے لکھے ہونے کو ظاہر کرتا ہے یہ بات مشاہدہ کی ہے کہ وہاں کے عوام پر یہ بات بالکل واضح ہے کہ حکمران کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور انہوں نے ریاست سے کیا حقوق حاصل کرنے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہاں خاندانی وراثتی، حادثاتی یا جذباتی صورت میں لیڈر شپ سامنے نہیں آتی۔ مغربی معاشروں میں نظام حکومت کا اسلام کے سیاسی نظام سے موازنہ کرنے کی بجائے اگر عصری مشرقی و اسلامی معاشروں سے موازنہ کیا جائے گا تو شاید یہ بات تلخ ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ وہاں کی شرح خواندگی صحت کے معاملات، عوام کو حاصل مراعات معاشی وسیاسی استحکام اور کرپشن کی سطح مشرقی و اسلامی معاشروں کی نسبت قدرے بہتر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے۔

دوسری طرف اسلامی ومشرقی معاشروں بالخصوص پاکستانی معاشرت ہی کو لے لیجئے قیام سے لے کر اب تک ستر سال گزر جانے کے باوجود شرح تعلیم 70 فیصد تک بھی نہیں بلکہ پچاس فیصد کے قریب ہی ہے تو ایسی صورت میں اگر بیس کروڑ میں سے اگر دس کروڑ افراد پڑھے لکھے ہی نہیں لیکن انتخابی عمل میں وہ پڑھے لکھے لوگوں ہی کی طرح ووٹ ڈالتے ہیں تو کیا ان سے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اعلیٰ حکمرانوں ہی کا انتخاب کریں گے یا جذباتی نعروں سے موروثی وراثت کو پروان چڑھائیں گے۔

جہاں شخصی و خاندانی حکومتیں قائم رہیں آمریت ہو یا جمہوریت وہی مخصوص لوگ اقتدار پر نظر آتے ہیں ایسے عالم میں یہ حکام سیاست نبوی سے کوسوں دور تو نظر آتے ہی ہیں بلکہ یہ سیاسی وحکومتی اشرافیہ بنیادی انسانی حقوق ادا کرنے میں بھی قاصر نظر آتے ہیں۔

مسلم معاشروں میں جب تک عوام کی شرح خواندگی سو فیصد نہیں کی جاتی ان کو حقیقی اسلامی سیاسی شعور نہیں دیا جاتا اعلیٰ اور ایماندار قیادت کا فقدان ہی رہے گا اور عوام ہر بار دھوکے میں آکر اس ہی اشرافیہ کے ہاتھوں اپنے حقوق سے محروم ہوتے رہیں گے۔

جمہوری نظام میں عوامی آراء کی اہمیت کی بات کی جاتی ہے یہ بات صرف حصول ووٹ کے وقت کی جاتی ہے پھر پورے عہد اقتدار کے ان کو بنیادی سہولیات و ضروریات سے محروم رکھا جاتا ہے۔شعوری یا لاشعوری طور پر یا کسی خاص مجبوری کے تحت تو اس وقت عوام کو اپنی آراء کی وقعت کا اندازہ ہو جانا چاہیے۔طرفہ تماشہ یہ ہے کہ ہر بار عوام ہی تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں مسائل کا سامنا ان ہی کے مقدر میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہوتا ہے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سیاسی اشرافیہ بھی کسی مشکل یا مسئلہ کا سامنا کرے ان کو اکثر کرپشن کیسز ہی کا سامنا کرنا پڑا ہے اس میں سزا ہونے کو بھی وہ اپنی سیاسی فتح گمان کرتے ہیں۔

## اسلامی ریاست کے بنیادی ادارے:

اسلامی ریاست کو تین بنیادی شعبوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1۔ مقننہ (Legislative) حکومت کے لئے حکومت کے ایکسپرٹ کو سامنے لائیں

2۔ عدلیہ (Judiciary)

3۔ انتظامیہ (Administration)

## مقننہ (Legislative):

مجلس قانون ساز اسلامی ریاست کا رکن اعظم ہے کوئی بھی ریاست یا ادارہ قانون کے بغیر ایسے ہی ہے جیسے روح بغیر جسم کے ہو حضرت آدمؑ سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیاء کرام کو صحائف یا کتاب کی صورت میں جو احکام ملتے تھے وہ زندگی گزارنے کا مجموعہ ہی ہوا کرتے تھے ان مجموعہ ہائے صحائف وکتب کی تین جہات ہیں۔

- ایمانیات
- عبادات
- معاملات

شریعت اسلامی کا بنیادی ماخذ قرآن ہے اور اس کی جامع و بنیادی تعبیر و شرح ذات رسالت ہے۔

قرآن کریم نے دو طرح کے قوانین عطا کیے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



1۔ عمومی (انفرادی نوعیت کے)

2۔ خصوصی (اجتماعی نوعیت کے)

عمومی وانفرادی اصول وضوابط کا تعلق ہر انسان کی زندگی سے ہے کہ وہ تقویٰ، اخلاق، دیانت اور صداقت وغیرہ جیسے اوصاف اپنائے جب کہ خصوصی اصول و ضوابط کا تعلق خاص، جہت، واقعہ یا افراد سے کے ساتھ ہوتا ہے جیسے احکامات الٰہیہ کا نفاذ، عدل اجتماعی اور اسلامی سزاؤں کا نفاذ، وسائل کی منصفانہ تقسیم ریاست کو اندرونی و بیرونی فتنوں سے محفوظ رکھنا وغیرہ ان کا تعلق حکام کے ساتھ ہے افراد سے نہیں افراد کا کام ایسے حکمرانوں کا انتخاب ہے جو احکامات الٰہیہ کی تنفیذ کریں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ریاست مدینہ کی بنیاد رکھی تو آپ نے قانون کی صورت میں میثاق مدینہ پیش کیا جس سے آپ کے تشکیل ریاست کے داخلی وخارجی استحکام کی بصیرت کا پتہ چلتا ہے عہد رسالت میں قانون سازی کا حتمی فیصلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی الٰہی کے مطابق کرتے تھے لیکن امور ریاست میں آپ کا صحابہ کرام سے مشاورت کا بھی پتہ چلتا ہے آپ کا صحابہ کرام سے اہم خارجی و داخلی معاملات میں مشاورت کرنا ان کو سیاسی وریاستی امور کے لیے تیار کرنا ہی تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیاسی اسوہ سے یہ بھی عیاں ہے کہ ہر صحابی سے ہر معاملے میں مشورہ نہیں کیا جاتا تھا بلکہ صحابی کی صلاحیت کے اعتبار سے ان سے رائے طلب کی جاتی تھی اگر ضرورت پیش آتی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قانون سازی کے حوالے سے ہمیشہ ان ہی لوگوں سے مشاورت کی جو صلاحیت کے علاوہ اپنے علم وتقویٰ کے لحاظ سے بھی دوسروں سے فائق ہوتے انہی کے لیے قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ (18)

(ترجمہ:) "اور (دین کے) کام میں ان سے مشورہ کیا کیجئے۔"

اسلامی نظام حکومت کی صفات بیان کرتے ہوئے۔قرآن مجید کا ارشاد ہے:

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ۔ (19)

(ترجمہ:) "اوران کے کام باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں۔"

اسلام کا شورائی نظام ریاست مدینہ میں مکمل طور پر نظر آتا ہے اور عہد خلافت راشدہ میں توسیعی صورت میں نظر آتا ہے اسلام کا شورائی نظام فی الحقیقت شخصی، خاندانی حکومتوں کے خاتمہ کی دلیل ہے کیونکہ شورائی نظام کسی فرد، خاندان، گروہ یا جماعت کی بجائے پوری ریاست کے اجتماعی مفادات کی بات کرتا ہے بلکہ اگر بنظر غائر سے دیکھا جائے تو یہی نظام حقیقی جمہوریت کی اساس ہے۔

اسلامی ریاست میں قانون ساز اداروں کا اختیار لامحدود نہیں ہوتا کہ وہ جو چاہیں قانون بنا ڈالیں نہ ہی وہ اس بات کے مجاز ہیں کہ وہ عوام کی خواہشات کو پورا کرتے ہوئے قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون بنائیں۔عہد جدید میں شورائی نظام کی جدید شکل پارلیمنٹ (اسمبلی) ہے جو مجلس قانون ساز ہے جہاں ممبران کو عوام الیکشن میں منتخب کرتے ہیں جدید پارلیمانی نظام کے بنیادی طور پر دو پہلو قابل غور اور اصلاح طلب ہیں:

1۔ انتخابی نظام (Electoral system)

2۔ ممبران کی تعلیمی حیثیت (Educational capacity of Members)

جدید انتخابی نظام اور ممبران کی شوریٰ کی علمی وعملی حیثیت پر بات کرتے ہوئے مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



"پاکستان میں انتخابات کے موقع پر ہر حلقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار از خود کھڑے ہو جاتے ہیں اور زر کثیر خرچ کر کے اپنے لیے کنویسنگ کرتے ہیں اور مخالف امیدواروں کی کردار کشی کرتے ہیں اور اس سلسلے میں غیبت، افتراء اور تہمت کی تمام حدود کو پھلانگ جاتے ہیں اور یہ طریقہ اسلام میں بالکل ناجائز ہے۔ درحقیقت پاکستان کے آئین میں طلب منصب کی اجازت دینا ہی غیر اسلامی دفعہ ہے جو امیدوار انتخاب کے لیے کھڑے ہوتے ہیں انہی امیدواروں میں سے صدر مملکت، وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ اور دیگر وزراء کا انتخاب ہوتا ہے اور یہی امیدوار اسمبلی میں جا کر کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ملک کے سربرآوردہ علماء اور دانشوروں پر مشتمل اسلامی نظریاتی کونسل اتفاق رائے سے کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرتی ہے لیکن وہ اس وقت تک نافذ نہیں ہو سکتا جب تک قومی اسمبلی اس کو منظور نہ کرے اور قومی اسمبلی کے لیے اسلامی علوم یا مروجہ علوم میں سے کوئی علمی شرط نہیں ہے نیکی اور تقویٰ کی، سیاسی تجربہ اور تدبر کی حتی کہ مرد ہونے کی بھی کوئی شرط نہیں ہے۔ ہر فاسق و فاجر، جاہل اور ناتجربہ کار شخص خواہ مرد ہو یا عورت، انتخاب کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے اور پیسہ و اثر رسوخ کے زور پر اسمبلی میں پہنچ کر صدرِ مملکت، وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ یا کسی بھی محکمہ کا وزیر بن سکتا ہے اور وہ علم، تجربہ اور اچھے کردار کے بغیر اسلامی نظریاتی کونسل کی پیش کردہ سفارشات کو مسترد کر سکتا ہے اور کسی بھی قانون کے اسلامی اور غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔"(20)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علامہ سعیدی موجودہ انتخابی نظام کی خرابیاں بیان کرنے کے بعد طریقہ انتخاب کی اصلاح کے لیے امیدواروں کے لیے یہ شرط مقرر کرتے ہیں کہ وہ ایم عربی واسلامیات یا کسی اعلیٰ دینی ادارے سے فارغ التحصیل ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ امیدوار خود کھڑا نہ ہو بلکہ پارٹی کھڑا کرے اور اس کا تعارف و کنونسنگ خود کرے اور اس پر آنے والے اخراجات امیدوار سے وصول کیے جائیں۔ (21)

یہاں ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ جب مجلس قانون ساز کا ممبر بننے کے لیے تعلیم کا ہونا ضروری ہے تو وہ لوگ جو ان کو منتخب کرتے ہیں ان کا بھی تعلیم یافتہ ہونا ضروری قرار دیا جائے تاکہ وہ اچھے و برے، عالم وجاہل اور خائن و دیانت دار میں فرق کر سکیں۔ الیکشن ہوتے ہیں تو ہر وہ شخص جس کا ووٹ بنا ہوتا ہے ان میں اکثریت تعلیم یافتہ نہیں ہے اور وہ بجائے میرٹ کے پارٹی، برادری، مسلک، نسل اور علاقہ کی بنیاد پر ووٹ دیتے ہیں جس کے کوئی خوشگوار نتائج سامنے نہیں آتے۔ ووٹ کا حق ہر شخص ایک مخصوص عمر کے بعد حاصل کر لیتا ہے اب ووٹ تو ہے لیکن علم و شعور کا فقدان ہے اور ہر بار مختلف جماعتوں کے نمائندے ان سادہ لوح عوام کو بہلا پھسلا کر ووٹ لے کر اسمبلی کے ممبر بن جاتے ہیں اور وہ کارکردگی نہیں دکھا پاتے جو مطلوب ہے اس لیے ضروری ہے کہ ووٹ دینے والے کا بھی تعلیم یافتہ ہونا ضروری قرار دیا جائے تاکہ مجلس قانون ساز میں عوام کے حقیقی نمائندے ہی پہنچ سکیں۔

جمہوری نظام میں کوئی قانون عوامی خواہشات اور ان کے حقوق کے خلاف نہیں بنایا جا سکتا۔ مغرب نے تو عوامی خواہشات کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے معاملات کو بھی قانونی شکل دی دے ہے جو کہ فطری تقاضوں اور اعلیٰ انسانی اقدار کے بھی خلاف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پاکستان میں قانون سازی میں کچھ سقم بالکل واضح ہیں قانون سازی میں عوامی خواہشات کی ترجمانی کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ 1949ء کی قرارداد مقاصد سے لے کر 1973ء کا قانون جو قدرے مناسب ہے کیا وہ آج صحیح معنوں میں نافذ ہے؟ مثال کے طور پر 1973ء کے آئین میں یہ دفعات نمایاں ہیں کہ لوگوں کی زندگیوں کو اسلامی طرز حیات میں ڈھالنے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے تو کیا عوام کی زندگی کو احکامات الٰہیہ کے مطابق کرنے کے لیے فروغ خیر اور انسداد شر کا کوئی محکمہ قائم کیا گیا ہے؟ یہ پہلو تو عمومی سماجیات کے متعلق ہے دوسرا پہلو معیشت سے کہ اس آئین میں ہے کہ معیشت کو بلا دسود کرنے کے لیے اقدامات کئے جائیں گے تو چار دہائیاں گزر گئیں اس قانون پر کتنے فیصد عمل ہوا؟

قانون انسانی حیات کو منظم اور خوش حال کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ ریاست مدینہ کے بنیادی اوصاف میں یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ وہاں قانون کا مقصد فرد اور ریاست کا استحکام اور ان کی فلاح و بہبود ہے جو قانون بھی بنا اس کا فوری اطلاق ہوا تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ اس کے فوائد سے مستفید ہوسکیں کسی بھی معاشرے کی خوبصورتی وہاں کے اداروں کی کارکردگی، عوام کے عمومی مزاج اور حکومت کی پالیسوں سے واضح ہوتی ہے اور ان سب کے پیچھے قانون ہی ہوتا ہے۔

## عدلیہ (Judiciary):

اسلامی ریاست کا دوسرا اہم ستون عدلیہ ہے عدلیہ کا کام صرف سزائیں کی تنفید ہی نہیں بلکہ تمام ریاستی ادراوں میں توازن قائم رکھنا ہے۔ اسلام کے عدالتی نظام میں قوانین پر عمل کروانا وسائل کی عادلانہ تقسیم، اقربا پروری کا خاتمہ اور میرٹ کا فروغ سرفہرست ہیں۔ عدل اجتماعی ہی نظم اجتماعی کی کلید ہے اسلام کا عدالتی نظام شاہ و گدا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں تفریق نہیں کرتا بلکہ جس طرح اقامت صلوٰۃ کے نظام میں حاکم ومحکوم ایک ہی صف میں نظر آتے ہیں اسی طرح نظام عدل میں بھی سب کو یکساں طور پر جانچا جاتا ہے کسی کو استثنائی صورت حاصل نہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی حکومت وسیاست کی یہ بھی نمایاں صفت ہے کہ آپ نے حکمرانوں کو حاصل بلاجواز اختیارات اور استثنائی صورتوں کا خاتمہ کر کے "سيد القوم خادمهم" کہ قوم کا سربراہ ان کا خدمت کرنے والا ہوتا ہے کا فرمان عالی شان جاری کیا۔ حکام کے عوامی حقوق کو غصب کرنے کے تصور کو ختم کیا۔ عدل وانصاف کی فراہمی کو یقینی اور اس کے عمل کے تسلسل کے لیے آپ نے اپنے لیے بھی کوئی استثناء حاصل نہ کیا حالانکہ اللہ کا نبی ﷺ ہونا بذات خود ایک استثنائی معاملہ ہے اسلامی ریاست میں عدلیہ کا مقام ججز کے لیے آداب اور حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کے ریاست پر فوائد وثمرات سے آپ نے آگاہ کیا۔ فتح مکہ کے بعد ایک بڑے قبیلہ کی عورت کے چوری کرنے پر جب اس کی سفارش کی گئی تھی تو آپ کا یہ فرمان نہ صرف اسلامی ریاستوں بلکہ پورے عالم انسانیت کے نظام عدل کے لیے راہنما اصول ہے:

"تم سے پہلے اقوام اس لیے تباہ ہوئیں کہ جب ان میں سے کوئی کمزور جرم کرتا تو اس کو سزا ملتی اور جب کوئی طاقت ور جرم کرتا تو وہ بچ جاتا۔"

کسی بھی معاشرے کا جب یہ چلن ہو کہ وہاں طاقت ور سزا سے بچ جائے اور کمزوروں، غریبوں کے حوالے سے عدل کیا جائے تو ایسے معاشروں میں بغاوت ہونا، قانون ہاتھ میں لینے، عوام میں بے چینی پھیلنا جیسے اور مشاہدہ کی بات ہیں۔

میدان حشر میں عدل کرنے والوں کے لیے عرش الٰہی کے سایہ نصیب ہونے کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ اور جو عدل سے کام نہیں لیتے ان کو قرآن نے کافر، ظالم اور فاسق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہا ہے[22] کافر تو احکامات الٰہیہ کو تسلیم نہیں کرتا اس کا معاملہ تو واضح ہے لیکن مسلمان کہلوانے والے اللہ اور اس کے رسول کا کلمہ پڑھنے والے جب قرآن وسنت کے احکام سے انحراف کرتے ہیں تو ایسے ہی لوگوں کے لیے فرمایا گیا ہے کہ وہ ظالم اور فاسق ہیں۔

## انتظامیہ (Administration):

اس سے مراد وہ ادارے ہیں جو ریاستی نظریہ و پالیسی کی تنفیذ (Implementation) میں حکومت کے معاون ہوتے ہیں بالخصوص امن وامان اور شہریوں کے جان، مال اور عزت کی حفاظت کے لیے مصروف عمل نظر آتے ہیں۔

اداروں کے استحکام اور شفافیت کے لیے ضروری ہے کہ اس میں حکومتی وسیاسی مداخلت نہ ہو ہر ادارہ اپنی حدود کے مطابق کام کرے تو جلد ہی اس کے ثمرات عوام تک پہنچنا شروع ہو جاتے ہیں۔ عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے ادوار میں یہی اصول کارفرما تھا کہ ہر ادارہ ایک ضابطے کے مطابق کام کرے اور دوسرے کے معاملات میں دخیل نہ ہو اور جو فرائض اس کے ذمے ہیں وہ بغیر کسی خوف کے ادا کرے لیکن اس کے لیے لازم ہے کہ پہلے ہر ادارے کو بااختیار بنا کر اس کی حدود کا تعین کیا جائے کیونکہ جب تک اداروں کو مکمل طور پر اپنی ذمہ داریوں کا ادراک نہ ہوگا معاملات درست طور پر نہیں چل سکیں گے۔

عہد رسالت میں چونکہ ابھی اداروں کی تشکیل کی بنیاد پڑ رہی تھی اور اداروں کی تکمیلی صورت ہمیں خلفائے راشدین کے ادوار میں نظر آتی ہے پھر تمدنی ارتقاء کے ساتھ ساتھ نئے نئے ادارے معرض وجود میں آتے گئے ان کے لیے بھی ضابطے مقرر ہوتے گئے عہد جدید میں حکومتی اداروں کی کثرت ہے لازمی بات ہے کہ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں سے اکثر ادارے ایسے ہیں جو تمدنی ارتقاء اور سائنسی و صنعتی انقلابات کے بعد معرض وجود میں آئے ہیں ان اداروں کی صحیح فعالیت اور عوامی فلاح کے لیے ان کی تشکیل اور مقصدیت کو سیرت کے تناظر میں دیکھا جائے گا کہ وہ اپنی تشکیل ومقصدیت کے اعتبار سے کس قدر سیرتِ طیبہ کے قریب ہیں اور ان سے فرد اور ریاست کو کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیاسی اسوہ اس اعتبار سے یہ واضح کرتا ہے کہ آپ نے ہجرت کے فوراً بعد ہی ایک مرکز قائم کیا وہ مرکز مسجد نبوی تھا یہ مرکز ہمہ جہت حیثیات کا حامل تھا مختلف امور کے لیے مدینہ منورہ میں اور عمارات بھی حاصل ہو سکتی تھی لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں بے گھر لوگوں کو بسایا اور حکومتی وسائل کے بے جا استعمال کرنے کی نفی کی آج اگر پاکستانی معاشرے کے تناظر میں دیکھ لیا جائے تو پورے ملک میں کتنی ایسی اہم عمارتیں ہیں جن کا استعمال مہینوں بعد ہوتا ہے کچھ کا دنوں بعد اور کچھ کا دن میں صرف تھوڑی دیر کے لیے' ان پر زرکثیر خرچ ہوتا ہے اور ان کی دیکھ بھال اور تزئین و آرائش کے لیے بھی زرکثیر بھی مختص ہے اس کے علاوہ کتنے فیصد مساجد ایسی ہیں جو بطور تعلیمی ادارہ استعمال ہوئی ہیں باقی میں صرف نماز ہی کا اہتمام ہے ان پر بھی حکومت اور قوم کا کثیر سرمایہ خرچ ہوتا ہے۔

عہد رسالت اور عہد خلفاء راشدین میں لوگ نہ عہدہ کے حصول کے لیے آگے بڑھتے تھے نہ وہ خواہش رکھتے تھے کیونکہ وہ بخوبی جانتے تھے۔ حصول عہدہ حصول مراعات کا نام نہیں بلکہ زائد ذمہ داریوں کو سنبھالنے کا نام ہے جس کا جواب نہ صرف عوام بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی دینا ہے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حصول عہدہ کی تمنا کی ممانعت فرمائی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آج اداروں کے لیے کثیر فنڈز، بے شمار گاڑیاں، اعلیٰ عمارتیں اور دیگر سہولیات ومراعات سیاست کاروں کی ہوس اقتدار کو توانا کرتی ہیں جس کی وجہ سے وہ حکومتی عہدوں کے لیے کسی بھی حد تک جاتے ہیں اور عہدہ ملنے کے بعد اپنی ذمہ داریاں کسی حد تک سنبھالتے ہیں اس کا ادراک ان پر چلنے والے کرپشن کیسز جو نیب اور عدالتوں میں چل رہے ہیں سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

اگر اسوہ حسنہ کے مطابق ان ریاستی اداروں کے عہدہ داروں کو ان کی ذمہ داریوں سے حقیقی طور پر آگاہ کیا جائے ان کی مراعات وسہولیات نارمل رکھی جائیں تو پھر دیکھا جائے گا کہ کتنے فیصد لوگ ان عہدوں کے حصول کے لیے جدوجہد کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ جب کسی کو عہدہ تفویض فرماتے تو دو پہلوؤں کی طرف خصوصاً توجہ فرماتے اس کی صلاحیت کو پرکھتے جیسے آپ نے یمن کا قاضی بنانے کے لیے حضرت معاذ بن جبل کا امتحان لیا۔ (23)

دوسرا پہلو مدت تقرری ختم ہونے کے بعد ان کے اثاثوں کی تفصیل دیکھنا اس ضمن میں مشہور واقعہ ہے کہ آپ نے ایک شخص کو عامل زکوٰۃ مقرر کیا ان کی تعیناتی وقتی تھی جب وہ وہاں سے اپنی ذمہ داری مکمل ہونے کے بعد واپس آئے اور محصولات نبی اکرم ﷺ کو پیش کیے اور ساتھ یہ کہا مجھے تحائف ملے ہیں یہ دیکھ اور سن کر نبی اکرم جلال میں آگئے اور فرمایا کہ تم اپنی ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھے کہ تم کو یہ تحائف مل جاتے ہیں۔

کسی بھی عہدہ پر فائز ادارہ کا سربراہ ہو یا اس ادارے کا سب سے چھوٹا عہدہ رکھنے والا شخص اس کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنی سرکاری حیثیت پر فائز ہوتے ہوئے اور ذرائع سے مراعات حاصل کرے کیونکہ اس سے کرپشن کا دروازہ کھلتا ہے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



اور اداروں کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے عصری معاشروں میں عہدوں کی بنا پر مراعات وسہولیات وتحائف حاصل کر کے ناجائز کام کرنے کی روایت بڑی راسخ ہو چکی ہے اور کئی ادارے اس وجہ سے نہ صرف خسارے میں گئے بلکہ تباہ حال ہو چکے ہیں ادارے جب تباہی کی طرف جائیں گے تو ریاست کا استحکام کمزور ہو گا جو کہ ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے۔

قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو یہ سمجھنا بالکل آسان ہے کہ جو ریاستیں تباہ ہوئیں ان کی حکومتیں ختم ہوئیں ان کے پیچھے یہی رویہ کارفرما ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ○ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودُ. [24]

(ترجمہ:) ”(اللہ کے دین کی مدد کرنے والے) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انھیں زمین اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، بھلے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔ اور سب کاموں کا انجام تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ (اے نبی)! اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم اور قوم عاد اور ثمود بھی جھٹلا چکے ہیں۔“

اس آیت کی روشنی میں منتظمین کے تین فرائض سرفہرست نظر آتے ہیں:

1۔ اقامت صلوٰۃ کا نظام قائم کرنا اس میں تعلیم، تربیت، اخلاق وکردار، نظم وضبط، ذمہ داریوں کا احساس دلانا اطاعت امیر جیسے امور شامل ہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



2۔ زکوٰۃ ادا کرنا: اس شعبہ میں ریاست کے تمام مالی و معاشی معاملات آ جاتے ہیں کہ کس طرح زکوٰۃ کی وصولی کر کے اس کو مستحقین تک پہنچایا جائے ارتکاز زر کو روکنا، معاشی خرابیوں کو روکنا، نظام معیشت سے غیر شرعی لین دین، سود، ذخیرہ اندوزی وغیرہ کا خاتمہ کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

3۔ خیر کا فروغ اور شر کا سد باب بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ ادارہ سب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ مذکورہ بالا احکام کی ترویج کے پیچھے یہی نظریہ اگر کارفرما ہے یہ شعبہ ریاست سے غیر شرعی رسوم و رواج کا خاتمہ کر کے پاکیزہ زندگی کی بنیاد فراہم کرتا ہے کیونکہ جرائم اور کرپشن کی روک تھام نظام صلوٰۃ اور نظام زکوٰۃ کے نفاذ ہی کے ذریعے ممکن ہے۔

مسلم عصری معاشروں میں یہ شعبے کمزور نظر آتے ہیں۔ نہ نظام صلوٰۃ کی روح پر غور کر کے تعلیم و تربیت کا نبوی منہج وضع کیا گیا، نہ نظام زکوٰۃ کو سمجھتے ہوئے دنیا کے سامنے اسلام کا معاشی نظام پیش کیا گیا اور نہ خیر و شر کے اسلامی تصور کو عرف کے مطابق پیش کر کے انسانی رویوں کی تشکیل کی گئی۔

نبوی سیاست کا مقصد اصلاح، خدمت، مساوات، نفاذ عدل، تہذیب فکر و عمل کو فروغ دینا ہے اور یہ سب مؤثر مقننہ، منصف مزاج عدلیہ اور فعال و مستعد انتظامیہ کے بغیر ممکن نہیں۔

❖❖❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# مصادر ومراجع


(1) الافریقی، محمد بن مکرم، ابن منظور، لسان العرب، مطبع ایران، 1408ھ، 6/ 108؛ زبیدی، مرتضی حسین، تاج العروس، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت، س۔ن، 64/4

(2) الجوزیہ ابن قیم، الطرق الحکمۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، دار الاحیاء العلوم، بیروت، 2002ء، ص:24۔25

(3) ایضا

(4) اصفہانی، امام راغب، الذریعۃ الی مکارم الشرعیہ، باب 8، ص:18

(5) ابن خلدون، عبد الرحمان، مقدمہ ابن خلدون، مترجم راغب رحمانی دہلوی، نفیس اکیڈمی، کراچی، 1980ء، ص:317

(6) طبرانی، ابی جعفر جریر، تاریخ طبری، مترجم: سید محمد ابراہیم، نفیس اکیڈمی، کراچی، 2/ 317

(7) ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ص:55

(8) صحیح البخاری، رقم الحدیث:1269، 1366

(9) صحیح مسلم، رقم الحدیث:4603

(10) صحیح بخاری، رقم الحدیث:313

(11) صحیح مسلم، رقم الحدیث:2018

(12) سر پرسی، ہسٹری آف پرشیا، لندن، 1949ء، 1/ 343

(13) البقرۃ، 2:258

(14) النازعات، 79، 24

(15) آل عمران 3:26


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(16) النور24:55

(17) ھود11:6

(18) آل عمران3:159

(19) الشوریٰ42:38

(20) سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، 2010ء، 5/ 796_97

(21) ایضاً

(22) المائدہ:44، 45، 47

(23) سنن الترمذی، رقم الحدیث:1327؛ ابوداؤد، رقم الحدیث:3592

(24) الحج22:41، 42

❖❖❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# (10) معیشت وتجارت

- معیشت کا معنی ومفہوم
- معیشت کی ضرورت واہمیت
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجارتی ومعاشی پالیسیاں
- عصری معاشی رجحانات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نبی اکرم ﷺ کا ہر حکم فوز و فلاح کا ضامن ہے اور کوئی بھی حکم انسان کی طبعی اور فطری خواہشات کے خلاف نہیں ہے۔ زندگی میں اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا ہر انسان کا حق بھی ہے اور اس کی ضرورت بھی۔ ان نعمتوں کے حصول کے لیے حضور اکرم ﷺ نے مکمل اور جامع اسوہ پیش کیا ہے جس میں نظری اور عملی دونوں پہلو انسانی ضروریات کے حوالے سے اکملیت اور جامعیت کا مظہر ہیں۔ اس باب میں آپ ﷺ نے معیشت و تجارت کے لیے جو اسوہ پیش کیا ہے اس پر بات کی جائے گی لیکن پہلے لفظ معیشت کی تعریف جاننا ضروری ہے۔

## معیشت کا معنی و مفہوم:

علامہ ابن منظور لفظ معیشت و معاش کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عیش: العیش: الحیاۃ عاش یعیش...وقال الجوھری کل واحد من قولہ: معاشا ومعیشا یصلح ان یکون مصدر او ان یکون اسما والمعاش والمعیش والمعیشۃ: ما یعاش بہ۔ (1)

(ترجمہ:) "معیشت کا مادہ ع۔ ی۔ ش عیش ہے۔ اس کا معنی ہے زندگی۔ اس سے باب عاش یعیش آتا ہے۔ امام جوہری فرماتے ہیں کہ معاشا اور معیشا دونوں مصدر کے طور پر آتے ہیں اور بطور اسم بھی جبکہ معاش، معیش یا معیشت سے مراد وہ ذرائع ہیں جن پر زندگی کا دارومدار ہوتا ہے"۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا۔ (2)

اور عیش کا معنی "الطعام" مطلب 'کھانا' بھی ہے۔

علامہ ابن منظورؒ مزید فرماتے ہیں:

العیش: المطعم والمشرب وما تکون به الحیاۃ۔

(ترجمہ:) ''عیش سے مراد کھانا پینا ہے اور وہ تمام اسباب و ذرائع ہیں جن پر زندگی کا دارومدار ہے وہ عیش کے زمرے میں آتے ہیں۔''

امام فیروز آبادیؒ عیش کا معنی تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

العیش: الحیاۃ والطعام و ما یعاش به، والخبز والمعیشة التی تعیش بها من المطعم والمشرب وما تکون به الحیاۃ ویعاش به أو فیه۔ (3)

(ترجمہ:) ''عیش کا معنی ہے زندگی، کھانا اور ہر وہ چیز جو زندگی کا سبب ہے۔ اور روٹی وغیرہ جبکہ معیشت سے مراد کھانا پینا اور ہر وہ ذریعہ اور وسیلہ ہے جس سے زندگی قائم رہتی ہے۔''

معاش کی مذکورہ بالا تعریفات سے یہ واضح ہوا کہ:

اس سے مراد وہ اسباب و ذرائع ہیں جن پر حیات انسانی کا انحصار ہوتا ہے۔ زندگی کو باقی اور مطمئن رکھنے کے لیے جو کسب کیا جاتا ہے اس کو معاشی جدوجہد کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں معاش، کسب، رزق حلال، طیب، تجارت اور فضل تمام اصطلاحات آئی ہیں۔ اپنی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لیے کوشش کرنا عبادت قرار دیا گیا ہے۔ ہر جائز طریقے سے مال کمانا مباح ہے اور اس ضمن میں کوئی خاص طریقہ متعین نہیں کیا گیا کیونکہ تغیر زمانہ کے ساتھ ساتھ حصول آمدن کے ذرائع بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مختلف صورتیں اختیار کر جاتے ہیں۔

## معیشت کی ضرورت واہمیت

ایک انسان کو نارمل زندگی بسر کرنے کے لیے لباس، رہائش، غذا، دوا اور تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان بنیادی ضروریات کے لیے سعی و کسب کرنا اس کی جبلت میں رکھا گیا ہے۔ پھر ایک فرد ان ضروریات کو حاصل کرنے کے لیے محنت کو شعار بناتا ہے۔ محنت کے لیے اس کو مکمل وجود، حواس اور شعور عطا کیا گیا ہے تاکہ وہ ان کو متحرک رکھے اور نہ صرف اپنی ذات بلکہ ان لوگوں کے لیے جس کی ذمہ داری اس پر عائد ہے ان کے لیے بھی کسب کرے۔ ایک انسان اپنے اعضاء و جوارح اور عقل کے اعتبار سے اگر نارمل ہے اور پھر بھی معاشی جدوجہد نہیں کرتا تو وہ سماج پر بوجھ ہے جس کو کوئی بھی مذہب وملت تحسین کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ ایک انسان نے اپنے طبعی اور فطری تقاضوں کے مطابق جو کام کرنے ہوتے ہیں آپ ﷺ نے اس کے لیے اصول وضوابط کے ساتھ اپنا اسوہ بھی دیا تاکہ اس کے مطابق طبعی وفطری تقاضوں کی تکمیل عبادت بن جائے۔ قرآن کریم میں حصول رزق کے لیے فی الارض کی اصطلاح دین اسلام کی جامعیت اور وسعت کی دلیل ہے۔

حصول رزق کے لیے دو بنیادی اصول ہیں کہ فی نفسہ حلال ہو اور اس کو حاصل کرنے کا ذریعہ بھی حلال ہو۔ اس کے علاوہ پوری کائنات میں رزق کے حصول کے لیے وہ جا سکتا ہے، کوئی بھی ذریعہ معاش اپنا سکتا ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام حصول رزق کے معاملے میں حلال وطیب کی تاکید وتلقین کیوں کرتا ہے؟ رزق حلال بھی ہو اور پاکیزہ بھی ہو فی نفسہ جائز ہونے سے اس کا حلال ہونا ظاہر ہوگا اور جس ذریعے سے اپنایا گیا اس سے حلال ہونے سے وہ طیب کہلائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پھر کسب معاش میں حلال کی قید ہے۔ ایک تو حکم الٰہی کی تعمیل ہوگی دوسرا انسانوں کی حق تلفی کا دروازہ بند ہوگا۔ اسلام نے کسب کا حکم تو سب کو دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔(4)

(ترجمہ:)''پس جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔''

لیکن کسب کے مطابق رزق کا ملنا ضروری نہیں۔ رزق کے ملنے کی ایک جہت کسب ہے دوسری جہت مقدر اور فضل الٰہی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔(5)

(ترجمہ:)''بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطا کرتا ہے۔''

اسلام نے جہاں حصول دولت کا ضابطہ دیا ہے وہاں مصارف کے بھی واضح اصول مقرر کیے ہیں تا کہ دولت کی عادلانہ گردش ہوتی رہے۔

قرآن میں حرام ذرائع کے لیے باطل کی اصطلاح یہ بتاتی ہے کہ وہ رزق جو حرام ذریعہ سے حاصل کیا گیا ہو اس میں کسی نہ کسی طریقے سے دوسرے کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اسلام میں کسب معاش کا مقصد ضروریات و جائز خواہشات کی تکمیل کے ساتھ فلاح معاشرہ بھی شامل ہے اور پھر تمام تر معاشی جدوجہد اس لیے ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ رزق کمانے میں بھی مقصد اللہ کی اطاعت اور رضا رہے یہی بندگی اور عجز کی علامت ہے۔ حصول رزق میں یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ایک کو پورا کرتے ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کسی دوسرے کی حکم عدولی تو نہیں ہو رہی۔ مثال کے طور پر خرید و فروخت، کھیتی باڑی کے دوران نماز کا وقت آ گیا تو نماز کے لیے وقفہ کرنا لازمی ہے۔ قرآن کریم نے ایسے لوگوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ (6)

(ترجمہ:) ''وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔''

معاشی جد و جہد اعتدال کی متقاضی ہے۔ یہ نہ ہو کہ ہوس مال کی خاطر دیگر عبادات ضائع ہو رہی ہیں۔ مال و دولت کے ذخائر اکٹھے کیے جا رہے ہیں یہ المیہ بھی عام مشاہدہ کی بات ہے کہ جو لوگ حصول رزق میں مصروف ہو کر نماز یا دیگر عبادات کا خیال نہیں کرتے وہ پھر حصول رزق میں حلال و حرام کی تمیز بھی بھول جاتے ہیں۔ اس حوالے سے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللهُ بِأَمْرِهِ وَاللهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ. (7)

(ترجمہ:) ''(اے نبی مکرم!) آپ فرما دیں: اگر تمہارے باپ (دادا) اور تمہارے بیٹے (بیٹیاں) اور تمہارے بھائی (بہنیں) اور تمہاری بیویاں اور تمہارے (دیگر) رشتہ دار اور تمہارے اموال جو تم نے (محنت سے) کمائے اور تجارت و کاروبار جس کے نقصان سے تم ڈرتے رہتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہارے نزدیک اللہ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اس کی راہ میں جہاد سے
زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (عذاب) لے
آئے، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا"۔

انسان کو مال کے گھاٹے اور نقصان کا اندیشہ ہمیشہ رہتا ہے اور یہ اندیشے اکثر شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں جو ہمیشہ فقر و غربت سے ڈراتا ہے اور انسان مال کی کثرت کے حصول اور شوق میں قبر میں جا پہنچتا ہے۔ اسی لیے قرآن نے اس چیز سے ڈرایا ہے کہ:

اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ O حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۔ (8)

(ترجمہ:) "تم کو مال کی کثرت نے ہلاک کر دیا یہاں تک کہ تم قبروں
میں جا پہنچے۔"

معاشی جدو جہد کا مقصد معاشرتی معاملات میں متحرک رہنے کے ساتھ اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے مال و اسباب کے ڈھیر لگانا نہیں۔ اگر مال کا حصول جائز ذرائع سے کثرت کے ساتھ ہو رہا ہے تو یہ فکر غالب رہے کہ یہ بھی ایک طرح کی آزمائش ہے۔ زیادہ مال کا حساب بھی زیادہ دینا پڑے گا۔ مال کی زیادتی کے ساتھ اگر مستحکم ایمان اور انفاق فی سبیل اللہ کا مزاج میں غلبہ ہوا تو پھر مال کی زیادتی ہوسکتا ہے نقصان دہ نہ ہو کیونکہ تاریخ شاہد ہے کہ ایمانی حالت کے بغیر مال کی کثرت سے قارون، فرعون، ہامان وغیرہ انسانیت کے لیے شریر ثابت ہوئے۔ ایمان کے ساتھ جن کو مال کی کثرت حاصل ہوئی وہ نبی ہوں یا صحابہ وصالحین ان کا مال اور ان کی ذات سے انسانیت کو نفع ہی پہنچا ہے۔

معاشی جدو جہد میں حصہ نہ لینا کوئی توکل نہیں بلکہ اسباب کو اپنا کر نتائج کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا ہی توکل ہے۔ معاشی جدو جہد سے انحراف کرنا دراصل رہبانیت ہی کی ایک صورت ہے جس کی ممانعت کی گئی ہے اور یہ اپنی ذمہ داریوں سے فرار کی بھی ایک سبیل ہے جو کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ ایک مکمل زندگی کسب معاش کے بغیر ادھوری ہے اور مقاصد شریعہ کے مخالف بھی ہے۔ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہونے کا حکم ہے اس لیے جو زندگی اسلام کے مطابق ہوگی اس میں کسب معاش و حلال کی جہت بھی مکمل صورت میں نظر آئے گی۔

## نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجارتی و معاشی پالیسیاں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیشت کے بنیادی اصولوں میں محنت کو شعار بنانا، مال کی گردش، گداگری کی ممانعت اور انفاق فی سبیل اللہ نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ کسب حلال کا حکم دینا، ترک دنیا کی ممانعت ہے جبکہ حب مال کی مذمت، غرق دنیا کی ممانعت ہے۔ اسی طرح اسراف و تبذیر کی ممانعت جہاں معیشت کو معتدل رکھنے کا اصول ہے ایسے ہی "ما عال من اقتصد"[9] "جس نے میانہ روی اختیار کی کبھی تنگدست نہیں ہوگا" کا اصول معیشت میں توازن رکھنے کے لیے ہے۔ پھر تمام عبادات اپنے اندر کسی نہ کسی جہت سے معیشت کی ترغیب، ارتکاز زر اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم رکھتی ہیں۔ مثال کے طور پر نماز کو ہی لے لیں۔ نماز کے لیے بنیادی شرائط کے علاوہ مسجد میں ادا کرنے کا حکم ترجیحی ہے۔ مسجد کی تعمیر کے لیے قرآن کا حکم ہے کہ:

> إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ۔[10]

(ترجمہ:) ''اللہ کی مسجدیں صرف وہی آباد کرسکتا ہے جو اللہ پر اور یوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آخرت پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی اور اللہ کے سوا (کسی سے) نہ ڈرا۔“

اس آیت میں "یَعْمُرُ" تعمیر کرنا ایک مکمل معاشی جدو جہد کا تقاضا ہے۔ اسی حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "مَنْ بَنَى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ"(11) ”جس کسی نے اللہ کے لیے مسجد بنائی تو اللہ تعالیٰ ویسا ہی اس کا گھر جنت میں بنا دے گا۔“

مسجد کہاں سے بنے گی؟ اس کے لیے پلاٹ چاہیے، پلاٹ پر عمارت قائم ہو گی پھر اس کو دیگر ضروریات وسہولیات سے مزین کیا جائے گا۔ یہ سب کیسے ممکن ہو گا؟ کیا تعمیرِ مسجد مال کے بغیر ہو سکتی ہے؟

نماز کے بعد روزہ ہے اس کے لیے سحر و افطار کرنا اور دوسروں کا روزہ رکھوانا باعث ثواب ہے۔ سحر و افطار میں کھانا، پھل اور مشروبات وغیرہ اعلیٰ ہوں یا سادہ ان سب کے لیے مال چاہیے اور مال بغیر کسب معاش کے ممکن نہیں۔

نماز اور روزہ کے بعد زکوۃ ہے جو سو فیصد مالی عبادت ہے۔ مال ہوگا تو اس فریضہ کی ادائیگی ممکن ہے۔ کس مومن کا دل نہیں چاہے گا کہ وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرے وہ صدقات واجبہ زکوۃ ہو یا صدقات نافلہ وغیرہ یہ عمل بھی معاشی تحرک کا سبب ہے۔

زکوۃ کے بعد حج ہے۔ حج سے نہ صرف عالم اسلام میں مختلف طریقوں سے معیشت کو فروغ ملتا ہے بلکہ اس سے غیر مسلم ممالک بھی کماحقہ مستفید ہوتے ہیں۔ حج کے موقع پر تیس سے چالیس لاکھ افراد پوری دنیا سے ایک مقام پر اکٹھے ہوئے ہیں اس سے سفری مصنوعات فروغ پاتی ہے۔ اسی طرح احرام، خیمے، ٹوپیاں، جائے نماز

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



وغیرہ سے ٹیکسٹائل انڈسٹری میں تیزی آتی ہے۔ حجاج کرام کی غذائی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے گندم، چاول، گوشت، پھل، سبزیاں، مشروبات، مصالحہ جات وغیرہ کے لیے اربوں ڈالرز کی سرمایہ کاری سے نہ صرف مسلم ممالک بلکہ دیگر ممالک کی تجارتی سرگرمیاں بھی استحکام حاصل کرتی ہیں۔

حج کے علاوہ قربانی بھی سوفیصد مالی عبادت ہے۔ علی حسب توفیق جانور خریدنے کے لیے کسب حلال کی فکر راسخ ہوتی ہے پھر اس سے جانوروں کے لیے مختلف قسم کے چارہ کی کاشت ایک علیحدہ معاشی سرگرمی ہے۔ قربانی کے بعد جانوروں کی کھالوں سے چمڑے کی صنعت کا مضبوط بنیادوں پر قائم رہنا اور پھر چمڑوں کی مصنوعات سے پورے ورلڈ میں ایک کثیر سرمائے کا گردش کرنا صرف قربانی ہی کی وجہ سے ممکن ہے۔

نماز، روزہ، حج، زکوۃ، قربانی کے علاوہ ایک اور حکم جس کی وجہ سے کسب حلال کی رغبت پیدا ہوتی ہے وہ ہے نکاح۔ اس کے لیے حق مہر اور پھر نان ونفقہ کی ادائیگی مال کے بغیر ممکن نہیں۔ پھر صاحب اولاد ہونے کی صورت میں ان کی کفالت کی مکمل ذمہ داری بندہ کو معاشی طر پر متحرک رکھتی ہے۔ عبادات کے ذریعے سماج میں معاشی سرگرمیوں کو استحکام عطا کرکے نا اہل ایمان کو یہ باور کرانا مقصود ہے کہ عبادات اسلامیہ جہاں فرد کی ایمانی، روحانی، فکری، اخلاقی، سماجی تقویت وتربیت کا ذریعہ ہیں وہاں ان کی معاشی ترقی کا بھی ایک عظیم اور مؤثر سبب ہے۔

عبادات کے ذریعے حضور اکرم ﷺ کا معاشی حوالے سے ذہن سازی کرنے کا اسوہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ کو لوگوں کا رزق حلال کے لیے کسب کرنا کتنا پسند تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے بھرپور طریقے سے معاشی وتجارتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



معاملات میں حصہ لیا تا کہ معیشت وتجارت کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصول بھی ہوں اور ان پر عملی نمونہ بھی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجارت کے دو بنیادی اصول صداقت ودیانت ہیں۔ باقی ساری تجارتی خوبیاں انہی کے ذیل میں آتی ہیں۔

ایک انسان تجارت میں صداقت، دیانت سے انحراف کر کے ہوسکتا ہے منفعت حاصل کرے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تجارت کا صداقت و دیانت سے مشروط کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں بائع ومشتری دونوں کا نفع مقصود ہے۔ فریقین میں ایک کا نفع دوسرے کا نقصان ہوتو اس میں صداقت ودیانت یا ان کے کسی ذیلی پہلو سے روگردانی اختیار کی گئی ہوگی اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صداقت و دیانت سے تجارت کرنے والوں کو خوش خبری دیتے ہوئے فرمایا:

التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء.(12)

(ترجمہ:)''کہ صادق اور امین تاجر قیامت کے دن انبیاء کرام، صادقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔''

اس حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی یادرہے کہ:

لا إيمان لمن لا أمانة له.(13)

(ترجمہ:)''اس شخص کی کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں۔''

عصری معاشیات میں بھی دیانت داری کی اہمیت ایک مسلمہ اصول ہے لیکن اس کو ایک تجارتی اصول یا پالیسی کا درجہ دیا جاتا ہے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا تعلق ایمان سے جوڑا ہے۔ وقتی پالیسی یا اصول سے انحراف کرنا ممکن ہے لیکن جو اصول یا شے جزو ایمان ہوگی اس سے صرف نظر کرنا اہل ایمان کے لیے ممکن نہیں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہ ہی اہلِ ایمان کا شیوہ ہے۔

معیشت کے حوالے سے یہ بھی نبی اکرم ﷺ کی حکمت عملی رہی ہے کہ آپ ﷺ نے کاروباری وتجارتی معاملات کی اصلاح کے ساتھ حوصلہ افزائی بھی فرمائی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اور دیگر تاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو بھرپور طریقے سے تجارتی معاملات میں حصہ لیتے حضور اکرم ﷺ ان کو دعاؤں سے نوازتے اور کبھی کسی صحابی کو آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ اپنا کاروبار یا کھیتی باڑی چھوڑ کر اصحاب صفہ میں آ کر بیٹھ جاؤ۔ سماجی فوز وفلاح کے لیے یہ بھی اسوہ حسنہ ہے کہ متنوع صلاحیتوں کے حامل افراد تیار کیے جائیں جو معاشرے کی مختلف جہات میں کام کر کے اس کی خوش حالی کا ذریعہ بنیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ معیشت اگر مضبوط ہوگی تو معاشرے کے دیگر ادارے بھی خوش اسلوبی سے اپنا کام جاری رکھیں گے۔ ریاست کے دفاع کا مکمل انحصار ملکی معیشت پر ہوتا ہے۔ مستحکم معیشت دفاع کو مستحکم کرتی ہے اور مستحکم دفاع سے ریاست نہ صرف بیرونی بلکہ اندرونی طور پر بھی استحکام حاصل کرتی ہے۔ اس لیے قرآن وسنت میں جہاں جہاد کے لیے "من انفسکم"، "اپنی جانوں سے (جہاد کرو) آیا ہے وہاں "باموالکم" اپنے مالوں کے ساتھ (جہاد کرو) کی بھی تکرار اس بات کو واضح کرتی ہے کہ جہاد کے لیے ایمان اور جان کے ساتھ مال بھی ضروری ہے۔

ہجرت مدینہ کے بعد حضور اکرم ﷺ کا مہاجرین اور انصار کے مابین رشتہ مواخات قائم کرنے کی ایک جہت معیشت کو مستحکم کرنا اور صلاحیتوں کا تبادلہ بھی تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انصار کی اکثریت شعبہ زراعت سے وابستہ تھی جبکہ مہاجرین کی اکثریت تجارت سے تعلق رکھتی تھی۔ دونوں گروہوں کا تعلق معاش کی دو بنیادی جہتوں سے تھا۔ انصار کی زمینوں میں جو مختلف اقسام کی فصلیں ہوتیں اس کے لیے مستحکم تجارتی تجربہ اور بیرون ممالک تجارتی روابط کی ضرورت تھی جو سب مہاجرین کی صورت میں ان کو حاصل ہو چکی تھی۔ ملک شام کی تجارتی منڈیوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے خود بنفس نفیس تجارت کے لیے جا چکے تھے۔ اسی طرح انصار کے لیے بیرون ممالک تجارت کے لیے ذات رسالت مآب اور مہاجرین صحابہ کرام کی ذوات ہی کافی تھیں جنہوں نے کامیاب تجارتی سفر کیے تھے۔

دوسرا معاشی پہلو جو مواخات مدینہ کا ظاہر ہوتا ہے وہ ہے گداگری کا خاتمہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر ویسے بھی انصار کو حکم دیتے کہ مہاجرین کو اتنا اتنا مال دے دو تو وہ حکم بجا لاتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مواخات قائم فرمایا تاکہ انصار مہاجرین کو ضرورت مند سمجھ کر مدد کر کے ایک طرف نہ ہو جائیں بلکہ معاشی جدوجہد میں اپنے ساتھ شامل کریں تاکہ ایک نئی اسلامی ریاست میں زیادہ سے زیادہ معاشی سرگرمیاں ہوں اور وہ مالی اعتبار سے بھی مستحکم ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک جو ناپسندیدہ ترین اعمال تھے ان میں ایک ارتکاز دولت بھی تھا کہ دولت چند ہاتھوں میں ہی نہ رہ جائے۔

وراثت، وصیت، زکوۃ، فطرانہ، انفاق، صدقات وغیرہ کا مقصد یہی ہے کہ دولت گردش میں رہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ۔ (14)

(ترجمہ:) "تاکہ دولت تمہارے اغنیاء ہی میں گردش نہ کرتی رہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دولت، ذرائع دولت اور اسباب و وسائل روکنا ایک غیر فطری عمل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان کے فطری تقاضوں کی تکمیل کے لیے تشریف لائے ہیں کیسے ایک غیر فطری طریقہ کو برداشت کر سکتے ہیں۔ جس کا تعلق بنیادی انسانی ضروریات سے ہو، احادیث میں اس کے لیے احتکار کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من احتکر علی المسلمین طعاما ضربه الله بالجذام والإفلاس۔ (15)

(ترجمہ:) ''وہ شخص جو سامان خوراک مسلمانوں سے روک رکھتا ہے اللہ اسے جذام اور افلاس کی سزا دے گا۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف طریقوں سے ارتکاز کو روکا، ان میں ایک تو ذخیرہ اندوزی کی ممانعت کی گئی دوسرا سونا چاندی وغیرہ کی زکوۃ ادا نہ کرنے پر سخت وعید سنائی گئی۔ تیسرا کسی بھی ناجائز طریقے سے کسی کے مال اسباب اور زمین وغیرہ کو حاصل کرنا باطل ٹھہرایا گیا۔ محنت کشوں کو ان کی جائز اجرت دینے اور حق دبانے سے روکا گیا۔ تجارتی معاملات میں سود، ملاوٹ، کم تولنا اور بیوع فاسدہ (جن کی تفصیلات کتب فقہ میں درج ہیں) کی ممانعت کی گئی۔ یتیم کے مال کی حفاظت کا تصور راسخ کیا جو لوگ معاشی جدوجہد سے معذور ہوں یا کسی وجہ سے اپنی مطلوبہ ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہوں، مال داروں کو ایسے فقراء و مساکین کی خدمت کرنا ضروری قرار دیا گیا۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔ (16)

(ترجمہ:) ''اور ان (اہل ثروت) کے مالوں میں سائلین اور محرومین کا حق مقرر ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انفاق دوسرا حکم ہے اکتساب پہلا حکم ہے۔ باطل ذرائع سے دولت کے انبار حاصل کر کے کچھ انفاق کرنا احکامات شرعیہ کا مذاق اڑنے کے مترادف ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حوالے سے ارشاد فرمایا کہ:

''قیامت کے دن کوئی بندہ اللہ کی بارگاہ میں پانچ سوالات کے جواب دیے بغیر نہیں جا سکے گا ان میں دو یہ ہیں: "ومن ماله من أين اكتسبه و فيما انفقه"(17) "مال کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کیسے کمایا اور کن کاموں میں خرچ کیا۔"

اکتساب مال کے لیے جو ضابطے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کیے اس سے کسی بھی طرح کسی کی حق تلفی ممکن نہیں اور ان ضابطوں سے نہ صرف ریاست میں معیشت کو استحکام حاصل رہے گا بلکہ ارتکاز دولت کا بھی خاتمہ ہوگا۔

مال کی گردش اور فقر وفاقہ کا خاتمہ نبوی منہج معیشت کی ترجیحات میں نظر آتا ہے۔ اہل ایمان سے کتنے ایسے گناہ و غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں ان کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ صدقہ کیا کرو۔ ایسے ہی کفارات وغیرہ کے ذریعے بھی فقر وفاقہ کو ختم کرنے کی ایک مؤثر حکمت عملی تعلیمات نبویہ ہی کا اعجاز ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاش کا تعلق معاد (آخرت) سے جوڑا۔ یہی تصور ہی معاشی رویوں کی تطہیر کے لیے کافی ہے۔ مختلف صورتوں میں انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دے کر اخروی اجر کی نوید معاش کا ربط معاد سے جڑا رکھنے کی حکمت عملی بھی ہے اور ارتکاز زر وغیرہ پر کاری ضرب بھی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں مال واسباب کے ڈھیر اکٹھا کرنے اور اس کو ضرورت مند یا محتاجوں پر خرچ نہ کرنے جیسے رویوں کی مذمت کی ہے وہاں وہ لوگ جو کسب وسعی سے فرار اختیار کرتے ہیں اور معاشرے پر بوجھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بنتے ہیں ان کی بھی مذمت کی ہے۔ سوال کرنا، بھیک مانگنا، گداگری وغیرہ کرنا جیسے امور کو آپ نے ناپسند ہی جانا ہے بلکہ اس طرح کے اقدامات کیے جس سے ان کی نوبت ہی نہ آئے۔ اصحاب صفہ جو انتہائی مشکل میں فقر و فاقہ کی صورت میں بھی ہوتے لیکن یہ تربیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثر تھا کہ وہ ہر طرح کی مشکلات برداشت کر جاتے مگر دست سوال پھیلانے کو عار سمجھتے تھے۔ بلاضرورت سوال کرنے والے کے لیے تو وعید بھی آئی ہے۔ احادیث میں صدقہ سے زیادہ اجر قرض حسنہ کا ملتا ہے اور اس کی بھی یہی وجہ سمجھ آتی ہے کہ مقروض قرض ادا کرنے کے لیے کسب کرے اور صدقات و خیرات ہی کو اپنا ذریعہ آمدن نہ سمجھ بیٹھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو زندگی گزارنے کا اسوہ دیا ہے اس سے نہ صرف اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے بلکہ دنیوی اور اخروی فلاح کا انحصار بھی اسی اسوہ حسنہ پر ہے۔

انسان کی بنیادی ضروریات و خواہشات کی تکمیل مال کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لیے مال کے لیے کسب کرنا یہ انسان کا حق ہے لیکن کسب مال جب تک کسب حلال کے ذریعے نہ ہوگا زندگی حقیقی مسرت و سکون سے خالی رہے گی اور مال کی گردش کا زریں اصول جو ریاست میں معیشت کو استحکام عطا کرتا ہے وہ کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

## عصری معاشی رجحانات

سائنسی اور صنعتی انقلابات نے جہاں حیات انسانی کو نئے رنگ و زاویے عطا کیے ہیں وہاں انسان کے معیشت کے طور طریقوں میں بھی نمایاں تبدیلیاں ہوئیں ہیں۔ عصری تمام معاشی جدوجہد کا مقصد بلکہ مقصد عظم حصول مال نظر آتا ہے یعنی بنیادی اصول مال سے خوب مال بنانا ہے اور علاقائی و عالمی تجارتی منڈیوں میں اپنا غلبہ رکھنے کے لیے ہر طریقہ اختیار کرنا ہے جس میں فکر آخرت یا انسانی فوز و فلاح کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تصورات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مصنوعات کی زیادہ خرید و فروخت کے لیے مارکیٹنگ، تشہیر اشیاء کا شعبہ معرض وجود میں آیا جس میں ہر ادارے کا اپنی مصنوعات کے وہ خصائص بیان کرنا ہے کہ جو شاید اس شے میں پچاس فیصد بھی نظر نہ آتے ہوں۔ صنعتی اداروں کا سود پر قرض لینا، اشیاء کی مصنوعی قلت پیدا کرنا، تشہیر پر زرِ کثیر خرچ کرنا معمول کی باتیں ہیں۔ جس رقم سے اشیاء تیار ہوتی ہیں اس پر سود اور پھر تشہیری اخراجات کو تیار شدہ اشیاء پر ڈال کر خریدار سے ہی وصول کرنا ایک بنیادی عوامی معاشی مسئلہ ہے۔ یہ اور اس طرح کے تمام امور ایک معاشی طرزِ عمل کو جنم دیتے ہیں اور وہ ہے سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism)۔ اس نظام میں سرمایہ دار (آجر) کی مکمل دسترس ہوتی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت میں اصل محرک مال کو تصور کیا جاتا ہے جبکہ نبوی منہجِ معیشت میں اصل محرک محنت ہے جبکہ مال ایک ذریعہ ہے اگر اس کے ساتھ محنت نہ ہوگی تو نفع کا حصول ناممکن ہے۔ اس میں سود کی ممانعت بھی اسی لیے ہے کہ یہ غیر فطری عامل ہے جو محنت کے بغیر مال بنانے کی طرف لاتا ہے جبکہ سرمایہ دارانہ نظام کی شہ رگ سود ہے۔ اس کا نظریہ ہے کہ مال کے ساتھ اگر محنت نہ بھی ہوئی تو سود کی وجہ سے مال مزید مال کھینچ لائے گا۔ اب اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو موجود معاشی رجحانات جس میں سرمایہ دارانہ نظام کو ترجیح حاصل ہے وہ غیر فطری، غیر حقیقی بلکہ عقلِ سلیم کے بھی خلاف ہے جو باطل ذرائع آمدن کی طرف دعوت دیتا ہے اور راتوں رات کروڑ پتی بننے کی رغبت دلاتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ نظام انسانی محنت و کسب کو وہ معاوضہ ادا نہیں کرتا جس سے کسی بھی مزدور کی بنیادی ضروریات نارمل طریقے سے پوری ہو سکیں۔ مثال کے طور پر ایک فیکٹری میں ایک مزدور اگر بیس سال کام کرے تو وہ مزدور ہی رہے گا جبکہ اس کی محنت سے بنائی گئی مصنوعات کی وجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے فیکٹری کا مالک کئی کارخانوں کا مالک بن جاتا ہے۔ اگر محنت کش کو اس کی صلاحیت اور ضرورت کے مطابق معاوضہ ملتا تو سماج میں کسب و محنت کی وجہ سے مزید معاشی ترقی ہوتی، ارتکاز زر تو درکنار وہ جرائم اور خرابیاں جو بنیادی ضروریات کے عدم فقدان کی وجہ سے رو پذیر ہوتی ہیں ان کا بھی کما حقہ سد باب ہو جاتا۔

عصری معاشیات کی ایک اور خصوصیت سامان تعیش کی بہتات ہے اور پھر اس کے حصول کی طرف رغبت دلانے کے لیے جو طوفان بدتمیزی بپا کیا جاتا ہے وہ بھی ایک طرح سے نمود و نمائش، ریاکاری اور تصنع و بناوٹ کو فروغ دینے والی بات ہے۔ تمام تر ذہنی، جسمانی صلاحیتیں، معیار زندگی کو بہتر کرنے کے لیے صرف کی جاری ہیں جس کی وجہ سے زندگی کی دوسری جہات کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ جوانی، صحت اور صلاحیت کو سرمایہ اکٹھا کرنے میں ختم کر کے پھر بندہ نادم ہو کر اسی صحت کے حصول کی کوشش کرتا ہے جو حصول مال کے شوق میں ضائع کر دی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَقُولُ الْعَبْدُ: مَالِي، مَالِي، إِنَّمَا لَهُ مِنْ مَالِهِ ثَلَاثٌ: مَا أَكَلَ فَأَفْنَى، أَوْ لَبِسَ فَأَبْلَى، أَوْ أَعْطَى فَاقْتَنَى. (18)

(ترجمہ:) ”انسان کہتا رہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال حالانکہ اس کا مال وہی ہے جو اس نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا، یا آگے بھیج دیا۔“

عصری معاشیات نے طبقاتی نظام کو جنم دیا ہے جہاں ایک طبقہ بنیادی ضروریات کے حصول میں مصروف عمل ہے تو دوسرا طبقہ تعیشات کے نت نئے اسباب کی تلاش میں رہتا ہے۔ اسی طرح دوسروں سے خوب سے خوب تر نظر آنے کی حرص و ہوس نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



بھی کرپشن کو فروغ دیا ہے۔ اسلامی معاشی نظام جو اعتدال پر مبنی ہے اس سے معتدل رویوں کو فروغ دینے کی طرف توجہ نہیں کی گئی یہ بھی عصری معاش کا ایک خاص وصف ہے کہ صرف ان ہی پیشوں کو اپنانے کا شوق پیدا کیا جاتا ہے جن سے خوب مال بن سکے حالانکہ فی نفسہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ وہ پیشہ بھی ہے کہ نہیں۔ مثال کے طور پر سیاست کا مقصد عوامی خدمت ہے لیکن کروڑوں روپے الیکشن پر لگا کر سیاست دان کس مقصد کے لیے آتے ہیں اس کا بین ثبوت گزشتہ تین دہائیوں سے مختلف جماعتوں کے مختلف عہدہ داروں کا اربوں کی کرپشن کر کے عدالتوں میں طرح طرح کی کیسز کا سامنا کرنے سے ان کے سیاست میں آنے کے مقصد کا پتہ چلتا ہے۔

اسی طرح میڈیکل کا شعبہ جو انسانی صحت کو بحال رکھنے اور اس کو امراض سے بچانے کے لیے ہے۔ پہلے اس کی تعلیم پر لاکھوں خرچ کیے جاتے ہیں پھر کروڑوں اکٹھا کرنے کے لیے ڈاکٹرز حضرات کا دن رات مریضوں کی سرجری کرنا معمول کی بات ہے۔

سپورٹس اور شوبز وغیرہ کو بھی ان ہی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کسی بھی کھیل کی ٹیم اگر جیت کر آ جائے تو انعامات کی مد میں نوازشات کی برسات کی دی جاتی ہے جبکہ دوسری طرف وہ اساتذہ و محققین جو دن رات سماج کی جہات کو درست کرنے کی سعی کرتے ہیں ان کے لیے معاشی حقوق کے حصول کے لیے میرٹ کی پابندی لازمی ہوتی ہے۔ معاش کا کوئی بھی سلسلہ ہو جب تک اس کی بنیادیں اسوہ حسنہ پر قائم نہ ہوں گی اکتساب و انفاق کی سمت واضح نہ ہو سکے گی۔ جب سمت ہی کا تعین نہ ہو گا تو پھر گردش مال ممکن نہ ہو گی کسی بھی ریاست کی معاشی طور پر خوش حالی کی کلید ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وہاں مال و اسباب کے ذرائع کی عادلانہ تقسیم ہو۔ اس سے دولت کے چند ہاتھوں میں انبار لگنا ممکن نہیں ہوگا اور نہ ہی چند اداروں یا اشخاص کی اجارہ داری قائم ہوگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی جہات یہی رہنمائی کرتی ہیں کہ آپ نے دولت اور ذرائع دولت کو چند لوگوں، قبیلوں، خاندانوں میں سمٹنے سے روکا کیونکہ ایسا ہونے سے پھر سیاسی اجارہ داری بھی سر اٹھانے لگتی ہے اور سماج میں ایک عظیم فتنہ بپا ہوتا ہے جس کا انسداد معیشت کی حکیمانہ و عادلانہ پالیسی کے بغیر ممکن نہیں۔

❖❖❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# مصادر ومراجع


(1) ابن منظور افریقی، لسان العرب: 2/322

(2) الزخرف: 32

(3) القاموس المحیط: ج 1، ص 594

(4) سورۃ الجمعہ: 10

(5) سورۃ آل عمران: 37

(6) سورۃ النور: 37

(7) سورۃ التوبہ: 24

(8) سورۃ التکاثر: 1، 2

(9) مسند احمد: 1/447۔

(10) سورۃ التوبہ: 18۔

(11) سنن الترمذی، باب ما جاء في فضل بنیان المسجد: رقم الحدیث: 318۔

(12) ترمذی، السنن، ابواب البیوع، باب ما جاء فی التجار وتسمیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاھم: رقم الحدیث: 1209۔

(13) بیہقی، شعب الایمان، ج ۴، ص ۸۷، رقم الحدیث: 4354۔

(14) سورۃ الحشر: 7۔

(15) ابن ماجہ، السنن، ج 2، ص 729، رقم: 2155

(16) سورۃ المعارج: 24، 25۔

(17) مصنف ابن ابی شیبہ: 34694۔

(18) صحیح مسلم: 2959۔


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# (11) فرحت وانبساط

- فرحت وانبساط کا معنی ومفہوم
- انسانی زندگی میں فرحت کی ضرورت واہمیت
- فرحت وانبساط کا نبوی منہج
- فرحت وانبساط کے فرد کی زندگی پر اثرات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اسلام نے انسان کے ہر فطری جذبے کی تکمیل کے لیے واضح ضابطے مقرر کئے ہیں تمام انسانی خواہشات وجذبات کی تکمیل کے لیے ایک اصول بنیادی ہے کی اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے کسی کی حق تلفی یا دل آزاری نہ ہو۔

خوش رہنا انسانی فطرت کا بنیادی تقاضا ہے اس ضمن میں اسلام نے انسان کو آداب فرحت وانبساط سکھائے ہیں اور نبی اکرم ﷺ اس حوالے سے کامل اسوہ عطا کیا ہے۔فرحت وانبساط کا معنی ومفہوم پیش کیا جارہا ہے تاکہ ضرورت اور آداب و تعلیمات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

## فرحت وانبساط کا معنیٰ مفہوم:

تفریح، فرحت، تفرح ان تمام کا مادہ فرح ہے۔علامہ ابن منظور اس لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الفرح نقیض الحزن، وقال ثعلب: هو أن یجدَ فی قلبه خفّة؛ فرح فرحا۔ (1)

(ترجمہ:)''فرح غم کی ضد ہے، امام ثعلبی کا قول ہے کہ جب کسی شخص کے دل سے تنگی واضطراب زائل ہوجائے اور وہ خوش وخرم ہو تو پھر کہتے ہیں فرح فرحا''۔

لفظ فرحت کے حوالے سے تعریف کرتے ہوئے امام جوہری لکھتے ہیں:

"فرح بہ،سُرَّ": جب کوئی کسی بات پر خوش ہو تو کہتے ہیں فرح بہ اور فرح،، ایک اور معنیٰ ''البطر'' اترانا بھی ہے۔ (2)

فرح وخوشی کے قلبی اثرات کے حوالے سے علامہ مرتضی زبیدی لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



"الفرح أی السرور"، "الفرح" کا لغوی معنی ہے: ''سرور''، "الفرح هو انشراح الصدر للذة غير أجلة".

''الفرح'' سے مراد وقتی اور فوری لذت پر خوشی محسوس کرنا ہے۔ (3)

علامہ زبیدی مزید لکھتے ہیں:

یہ خوشی عام طور پر ان لذات میں ہوتی ہے جو ظاہری دنیا میں جسم انسانی کو حاصل ہوتی ہے۔

ذالك في اللذات البدنية والدنيوية۔ (4)

مذکورہ بالا تعریفات کے لیے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فرحت یعنی خوشی، غم وحزن کے خاتمے کا نام ہے اور کسی بھی طرح کی لذت ملنے سے جو سرور ملتا ہے وہ فرحت ہی ہے۔

اسی طرح ارشاد نبوی ہے:

الله أشد فرحا بتوبته عبده المؤمن۔ (5)

(ترجمہ:) ''اللہ تعالیٰ بندہ مؤمن کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے۔''

اردو کی معروف لغت فرہنگ آصفیہ میں لفظ فرح کی تعریف کچھ اس طرح کی گئی ہے خوشی، شادی، شادمانی، فرحت، انبساط، شاداں وغیرہ۔ (6)

## انسانی زندگی میں فرحت وانبساط کی ضرورت واہمیت:

ہر انسان وہ جہاں کہیں بھی رہتا ہے جس مذہب و قبیلے اور خطے سے بھی اس کا تعلق ہو حصول نعمت یا کسی اور معاملے میں اس کا خوش ہونا فطری امر ہے مثلاً حصول نعمت میں مال وغیرہ ملنا، شادی اور اولاد وغیرہ کے ہونے پر انسانوں کا خوش ہونا یکساں امر ہے اس کے علاوہ کچھ مذہبی، ثقافتی، سماجی یا خاندانی تیوہار یا مواقع ایسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آتے ہیں جب انسان خوش ہوتے ہیں اس میں تنوع ہے تیوہار کے مواقعوں پر خوشی منانے کا تعلق معاشرے کی تاریخی ومذہبی روایات سے ہوتا ہے۔

تاریخ انسانی کے مطالعہ سے بھی یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہر قوم میں کچھ تیوہار ایسے ہوتے تھے جب وہ اکھٹے ہوکر خوشی مناتے تھے۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو بت توڑے تھے کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے اس وقت بت توڑے جب پوری قوم اپنا تیوہار منانے کسی خاص مقام پر اکھٹی ہوتی تھی۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جب فرعون کے جادوگروں سے مقابلہ ہوا تو وہ دن قوم فرعون کی "زینت" کا دن تھا یعنی کوئی خاص تیوہار تھا۔

ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب ان سے آسمانی کھانے "مائدہ" کا تقاضا کیا تھا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس مائدہ کے نزول کی دعا کی اور ساتھ ہی فرمایا کہ یہ ہمارے اگلے اور پچھلوں کے لیے "عید" کا دن ہو۔ (7)

حصول نعمت پر خوشی کے اظہار کرنے کو قرآن کریم نے بھی مستحب قرار دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔ (8)

(ترجمہ:) "فرما دیجئے: (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہئے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ اس (سارے مال ودولت) سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔"

"فَلْيَفْرَحُوْا" ایک طرح سے فعل امر ہے لیکن یہ امر استحبابی ہے وجوبی نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس سے یہ معلوم ہوا کہ فضل اور رحمت ملنے پر خوشی کرنا فی نفسہ ایک پسندیدہ اور جائز کام ہے۔

فضل کیا ہے؟ ہر جائز نعمت، مال، کاروبار، اقتدار، عہدہ اور انعام وغیرہ سب اللہ کے فضل میں شامل ہیں ان کے ملنے کے بعد بندے کا خوش ہونا فطری تقاضا ہے اور اس کی شرعی اجازت بھی ہے لیکن خوشی منانے کے وہ طریقے جو حرام کی طرف لے جائیں یا کوئی ایسا کام جس سے کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی ہو ممنوع ہے اسی طرح حصول نعمت کے بعد شکرانہ کی بجائے اگر غرور وتکبر کا مظاہرہ کیا جائے تو ایسے امور کو اسلام تحسین کی نظر سے نہیں دیکھتا قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ.

(ترجمہ:)"تُو (خوشی کے مارے) غُرور نہ کر بیشک اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔"

علامہ زبیدی زجاج کے حوالے سے اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لا تفرح بكثرة المال في الدنيا، لأن الذي يفرح بالمال يصرفه في غير أمر الآخرة. وقيل: لا تفرح، لا تأشر و المعنيان متقاربان، لأنه إذا سر ربما أشر. (9)

(ترجمہ:)"نہ اتراؤ دنیا میں مال کی کثرت پر، کیونکہ مال کی کثرت پر اترانا اکثر آخرت (اعمال صالح) سے پھیر دیتا ہے اکثر (مال کی کثرت) پر خوش ہونا شر میں مبتلا کر دیتا ہے۔"

فضل کے بعد اللہ تعالیٰ نے رحمت کے حصول پر خوشی منانے کو بھی مباح قرار دیا۔ رحمت کیا ہے؟ قرآن، نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس، رمضان، بارش کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نزول، اولاد کی پیدائش یہ سب اللہ کی رحمتیں ہیں ان حوالوں سے کسی بھی طرح خوشی کرنا امر مباح ہے۔

طبائع کے مختلف الخیال اور مختلف المزاج ہونے کی وجہ سے فرحت وانبساط کی کیفیات بھی جدا جدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح حصول نعمت پر خوش ہونے کے طریقے بھی مختلف ہوتے ہیں ایک عبد مومن اور غیر مومن کے خوش ہونے میں بھی فرق ہوگا۔

خوش رہنا اور خوش رکھنا انسانی حیات کے دو بنیادی اصول ہیں۔ دوسروں کو خوشی سے محروم کرنا اسکے حق کو ضائع کرنا ہے اسی لئے اسلام نے دوسروں کو اذیت، دکھ تکلیف دینے کی نہ صرف ممانعت کی ہے بلکہ اس کی زندگی کے دکھوں کو کم کرنے یا ختم کرنے کی بھی ترغیب دی ہے کیونکہ جب ایک بندہ کسی وجہ سے رنجیدہ ہوگا دوسرا اس کے رنج کو دور کرے گا تو اس کو ذہنی آسودگی حاصل ہوگی جس سے نہ صرف اسے فرحت وانبساط حاصل ہوگا بلکہ قلبی اطمینان نصیب ہوگا۔

فرحت کا ایک ظاہری پہلو ہے جب کے دوسرا باطنی وحقیقی ہے۔ ظاہری پہلو سے مراد انسانی جسم کا طمانیت حاصل کرنا ہے جبکہ باطنی پہلو سے مراد قلب وروح کا اطمینان حاصل کرنا ہے اس طرح فرحت کا ایک تعلق دنیا کی خوشی ہے دوسرا تعلق اخروی سرور حاصل کرنا ہے۔

ایک انسان کی تربیت، نظریہ، ماحول، معاشرہ ہی اس ضمن میں اس کی ترجیحات کا تعین کرتے ہیں کہ اس کے نزدیک خوشی کا حصول اور معیار کیا ہیں اور پھر حصول فرحت وخوشی پر اس کے اظہار کے انداز وطریقے کیا ہیں۔ عصر حاضر میں ذہنی دباؤ (Mental Stress) حالات کی وجہ سے مایوسی، گھریلو جھگڑے، سماجی فتنہ وفساد، صحت وروزگار کے مسائل کی وجہ سے حیات انسانی میں فرحت وانبساط کے مواقع کم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میسر ہیں ایسی حالت میں دواؤں کی کثرت وقتی سکون تو شاید دے دیتی ہے لیکن یہ مذکورہ بالا مسائل کا مکمل اور دائمی علاج نہیں۔ عموماً ایسی حالت میں ڈاکٹرز یہ تجویز کرتے ہیں کہ خوش رہیں، سیر و تفریح کریں حالات کے دباؤ اور مسائل کا اثر کم لیں وغیرہ وغیرہ۔ کیا صرف ان جملوں سے وہ شخص جو کسی وجہ سے بھی اس اذیت و تکلیف میں ہے یا رنج والم کا شکار ہے۔ اس کے غموں کا مداوا ممکن ہے، اس لئے ضروری ہے کہ انسانیت کو حقیقی مسرت و فرحت کے قریب لایا جائے تا کہ اس کو ذہنی و جسمانی، روحانی سکون و راحت حاصل ہو اور وہ مصنوعی و وقتی طریقوں سے اپنے دکھوں کو کم کرنے کی کوشش نہ کرے ایسی حالتوں میں یہ بھی مشاہدہ ہے کہ لوگوں کی کثرت منشیات کے استعمال، شراب نوشی کرنا، خودکشی کے بڑھتے ہوئے رجحانات یا جرائم کی دنیا میں داخل ہو کر معاشرتی خرابی کا ذریعہ بننے جیسی صورتیں سامنے آتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ تمام عناصر جو حیات انسانی میں اذیت و تکلیف کا باعث ہیں ان کی بیخ کنی کی جائے کیونکہ اذیت کی وجہ سے حزن و ملال اور نقصانات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس حوالے سے افراد کی ذہن سازی، تربیت اور مثبت رویوں کی طرف بھرپور توجہ دینا ضروری ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی مشہور حدیث جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ "ای الاسلام افضل" یا رسول اللہ ﷺ کون سا اسلام اچھا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

من سلم المسلمون من لسانه ویده۔ (10)

(ترجمہ:)"وہ مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں"۔

معاملات زندگی اور سماجی رویوں کا یہ بنیادی اصول عطا کیا جا رہا ہے کہ زبان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے ایسی بات، جملہ، گفتگو نہ کی جائے جس سے کسی کو بھی طرح اذیت ہو۔ اور ہاتھ یعنی مار پیٹ یا کسی بھی طرح کے اشارے کنائے جس کو دوسرا مناسب خیال نہ کرے کی ممانعت ہے رویہ ایسا ہو کہ دوسرے اطمینان وسکون محسوس کریں۔ ان کو شرمندہ کرنے یا ان کی عزت نفس مجروح ہونے سے بچایا جائے ان باتوں کا انسانی فکر وعمل پر اچھا اثر نہیں پڑتا۔

## فرحت وانبساط کا نبوی منہج

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں ایک مقصد انسانی رویوں کی تشکیل و تکمیل بھی ہے آپ انسان کے ذہنی، جسمانی، اخلاقی، سماجی اور روحانی معاملات کی تہذیب وتسکین مختلف جہات سے کرتے نظر آتے ہیں۔ انسان کا کوئی ایسا فطری جذبہ نہیں جس کے لیے آپ نے اسوہ نہ دیا ہو۔ خوش ومطمئن رہنا انسانی زندگی کا بنیادی فطری تقاضا ہے اس کو نظر انداز کرنا فطرت کے خلاف ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر خلاف فطرت کام کی ممانعت کی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں جلوہ افروز تھے تو مکہ کے گرد ونواح میں مختلف میلے و بازار لگا کرتے تھے جس میں خرید وفروخت، ملنا ملانا، دعوتیں، مشاعرے وغیرہ ہوتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میلوں جو کثیر انسانوں کی تفریح کا ذریعہ تھے پر فی نفسہٖ تنقید نہیں کی بلکہ ان میں جو امور فکری وعملی طور پر شریعت کے خلاف تھے ان ہی کی اصلاح کی۔

اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاحظہ کیا کہ وہاں لوگ سال میں دو مخصوص ایام کو تیوہار کے طور پر مناتے ہیں تو آپ نے وہاں فرمایا کہ اللہ کریم نے اس سے بہتر تم کو دو دن عطا کئے ہیں: عید الفطر اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عیدالاضحیٰ۔

یہاں بھی قابل غور بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اہل مدینہ کی تاریخی و سماجی روایات پر حامل ان کو تیوہاروں کا فی نفسہ خاتمہ نہیں کیا نہ اس پر تنقید کی۔ کیونکہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ کسی معاشرے کے تیوہار وہاں کے بسنے والوں کو ذہنی و روحانی طور پر آسودگی عطا کرتے ہیں اور انسانوں کے میلاپ کا بڑا اہم ذریعہ ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ نے ان کو تیوہاروں کا نعم البدل عطا کیا تاکہ ان کو فرحت وانبساط کے مواقع میسر رہیں۔

عیدین یوم فرحت ومسرت ہیں۔ اچھا لباس، مصافحہ ومعانقہ، تحائف کا تبادلہ، دعوتیں، سیر کرنا، گلے شکوے دور ہونا ان سب سے ذہنی آسودگی حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح جمعہ کے دن کو بہتر دن اور عید کا دن قرار دیا گیا ہے۔ غسل کرنا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، صاف ستھرا لباس پہننا، مکمل اہتمام کے ساتھ مسجد میں آکر نماز جمعہ ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے، یوم جمعہ اسلامی تصور وحدت واجتماعیت کا عملی اظہار ہے جس کا مقصود اہل ایمان کو ایک مرکز میں اکٹھا کرکے ان کے درمیان دوریوں کو ختم کرکے قربت کو استوار کرنا ہے جس سے ہمدری وغمگساری کے جذبات فروغ پاتے ہیں ایک دوسرے کے دکھ درد اور مسائل حل کرنے کی سوچ راسخ ہوتی ہے جو تسکین کا باعث ہے اس کے علاوہ جب سے جمعہ کی چھٹی کا تصور آیا اس وجہ سے عموماً اس دن نکاح، عقیقہ، ایک دوسرے کے ہاں دعوتیں، میل ملاپ اور سیر وتفریح وغیرہ جیسے معمولات رواج پا گئے ہیں۔ اس طرح جمعہ روحانی تسکین کے ساتھ ساتھ جسمانی و معاشرتی طور پر بھی سکون وراحت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

مدینہ منورہ میں نبی اکرم ﷺ نے ملاحظہ کیا کہ یہود ہر سال دس محرم کا روزہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رکھتے ہیں تو آپ نے پوچھا کہ اس طرح کیوں کرتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرعون سے نجات دی تھی آپ ﷺ نے یہ سن کرارشاد فرمایا کہ ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام پر حق رکھتے ہیں تو آپ نے نہ صرف دس بلکہ نو محرم کا بھی روزہ رکھنا مستحسن قرار دیا۔ (11)

مصیبت وافتاد کے دور ہونے پر خوش ہونا بھی انسانی مزاج میں شامل ہے اس حدیث میں اس طرح خوش ہونے کو نہ صرف جائز قرار دیا گیا بلکہ حوصلہ افزائی کا پہلو بھی نظر آرہا ہے۔

مسرت وخوشی کے موقع پر کھیل، سرکس، جھولے، سمندر کی سیر، باغات میں جانا، ہوٹلنگ وغیرہ کرنا جیسے دیگر امور خوشی کے مواقعوں بالخصوص عیدین کے موقع پر بکثرت نظر آتے ہیں۔

عہد رسالت میں بھی عیدین کے موقع پر مسرت کا اظہار کیا جاتا تھا اس حوالے سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

دخل علی رسول اللہ ﷺ وعندی جاریتان تغنیان بغناء بعاث فاضطجع علی الفراش وحول وجهه ودخل أبو بكر فانتهرني وقال مزمارة الشيطان عند النبي ﷺ فأقبل عليه رسول الله عليه السلام فقال دعهما فلما غفل غمزتهما فخرجتا۔ (12)

(ترجمہ:) "میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اس وقت میرے پاس دولڑکیاں جنگ بعاث کے قصہ کو گا رہی تھیں آپ ﷺ بستر پر لیٹ گئے اور آپ ﷺ نے اپنا منہ پھیر لیا (اسی دوران)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے انہیں ڈانٹا اور کہا: نبی اکرم ﷺ کے پاس آلات شیطان؟ تب رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابو بکر: ان کو رہنے دو پھر جب ان کی توجہ ہٹی تو میں نے ان کو لڑکیوں کو اشارہ کیا تو وہ چلی گئیں"۔

اس حوالے سے دوسری حدیث حضرت عائشہ ہی مروی ہے فرماتی ہیں:

وكان يوم عيد يلعب السودان بالدرق والحراب فإما سألت النبي ﷺ وإما قال تشتهين تنظرين فقلت نعم فأقامني وراءه خدي على خده وهو يقول دونكم يا بني أرفدة حتى إذا مللت قال حسبك قلت نعم قال فاذهبي۔ (13)

(ترجمہ:) "عید کے دن حبشی ڈھولوں اور برچھیوں سے کھیلتے تھے، تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی، یا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو تماشہ دیکھنا چاہتی ہے؟ تو میں نے کہا ہاں! تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا۔ میرا رخسار آپ ﷺ کے دوش پر تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے بنی ارفدہ! تماشا دکھاؤ، یہاں تک کہ میں اکتا گئی تو آپ نے فرمایا: بس؟ تو میں نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: تو چلی جاؤ۔"

ان دونوں احادیث میں گانے اور کھیل کا ذکر ہے۔ پہلی حدیث میں گانے کا ذکر آلات کے ساتھ ہے حدیث میں "مزمار" کے الفاظ ہیں یہ اس دور کا کوئی موسیقی کا آلہ ہوگا جس کے ساتھ لڑکیاں گا رہی تھیں۔ اہل مدینہ کے ہاں خوشی منانے کا ایک یہ بھی طریقہ ہو جس پر نبی اکرم ﷺ نے انکار نہیں فرمایا لیکن یہ بھی یاد رہے کہ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لڑکیوں کے غنا میں جو اشعار تھے وہ قبیح نہیں تھے بلکہ خاص واقعہ کی یاد کے حوالے سے تھے اگر غنا میں اشعار مناسب نہ ہوتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمادیتے۔ اس کے علاوہ وہ لڑکیاں کسی مجمع عام میں پیشہ کے طور پر بھی نہیں گا رہی تھیں بلکہ خوشی کے دن اپنے فطری جذبات کا اظہار کررہی تھیں دوسری حدیث میں حبشیوں کے کرتب وغیرہ کا ذکر ہے جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ملاحظہ فرمایا۔

دورِ جدید میں اقوامِ عالم میں تفریح کا ایک بہت بڑا ذریعہ موسیقی بھی ہے بلکہ اب تو باقاعدہ یہ ایک پروفیشن بن گیا ہے۔ تعلیمی اداروں میں شعبہ موسیقی کے علاوہ اس کے ادارے بھی موجود ہیں۔ علمی حلقوں میں یہ موضوع زیرِ بحث رہا ہے کہ موسیقی جائز ہے یا ناجائز؟

اس ضمن میں پہلی بات تو یہ ہے کہ موسیقی کو فی نفسہ حرام کلی، یا حرام قطعی عہد اول سے لے کر آج تک نہیں کہا گیا۔ جنہوں نے حرام کلی اگر کہا بھی ہے تو اپنے طبعی میلانات کی وجہ سے کہا اور اس پر انہوں نے کوئی نص پیش نہیں کی۔ موسیقی میں تین باتیں ہیں:

1. آواز
2. شاعری
3. آلات

اچھی آواز اللہ کی نعمت ہے خوش گلو ہونا انسانی امتیازات میں سے ہے محنت و کوشش کر کے اپنی آواز کو ایسا بنانا کہ سننے والوں کو بھی لطف محسوس ہو بالخصوص تلاوت، اذان، نعت اور وعظ وخطاب کے لیے آواز کے لیے ریاضت کی جائے تو یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایک مباح امر ہے بلکہ قرآن کے لیے تو حسن صوت کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

دوسرا پہلو ہے شاعری، یہ بھی فی نفسہ غلط نہیں ہے۔ قرآن کریم نے جہاں شعراء کی مذمت ہے وہاں مقصود ان کی شاعری میں موجود باطلانہ فکر، دورِ جہالت کی فرسودگی کا رد کرنا ہے۔ کلام اگر مقصدیت کے اعتبار سے اعلیٰ ہو اور فکر و اخلاق پر اچھے اثرات مرتب کرے تو ایسے اشعار کی تعریف ہی کی جائے گی۔ حمد، نعت، جہاد کی فکر، وطن کی محبت، حریت فکر اور دشمن کی ہجو وغیرہ جیسے موضوعات پر شاعری کرنے والے شعراء عہد رسالت میں بھی موجود تھے۔ خود نبی اکرم ﷺ نے مختلف موضوعات پر اعلیٰ شاعری کو پسند کیا ہے اور اس کی تعریف بھی کی ہے اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ کا جہاد کے موقعوں پر اشعار پڑھنا بھی واضح دلیل ہے۔

غزوہ احزاب میں نبی اکرم ﷺ کا خندق کی کھدائی کے دوران حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اشعار غالباً وہ ترنم سے جب پڑھ رہے تھے سننا بھی ثابت ہے ان اشعار کا صوتی حسن بھی کمال کا تھا۔

تیسرا پہلو آلات بانسری وغیرہ ہیں عہد رسالت میں اس حوالے سے دف اور اس کے علاوہ کچھ آلات کا ذکر ملتا ہے جب کہ سب سے معروف اِن میں دف ہی تھا جہاد، عیدین اور شادی پر اس کا بجانا مباح ہے۔ شادی اور جہاد کے موقع پر اس کا بجانا اعلان کرنا ہے اور عیدین کے موقع پر خوشی کے اظہار کا مقصود ہے۔

اس کے علاوہ بھی ممانعت نہیں کی گئی جیسا کہ نبی اکرم ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں بچیوں نے دف بجا کر اور ساتھ اشعار پڑھ کر آپ کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار کیا۔

معروف مفسر و محدث غلام رسول سعیدی اس موضوع پر ائمہ اربعہ کے دلائل نقل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"گانا (غنا) اور آلات موسیقی دو الگ الگ چیزیں ہیں، گانا مطلقاً حرام نہیں اگر گیت کا مضمون جائز ہے تو گانا جائز ہوگا اور گیت کا مضمون ناجائز ہو تو گانا ناجائز ہوگا اور آلات موسیقی میں دف کے علاوہ باقی آلات کو سننا اور بجانا مطلقاً حرام (ظنی یا مکروہ تحریمی) ہے اور دف میں تفصیل ہے عید، نکاح، ولیمہ، جہاد اور ختنہ کی تقریب میں قلیل مقدار کے ساتھ دف بجانا جائز ہے اور اس کے علاوہ ناجائز ہے۔" (14)

علامہ سعیدی نے چند خوشی کے موقعوں پر غنا اور دف وغیرہ کو جائز کہا ہے اس کے علاوہ ناجائز کہا ہے۔ اگر کسی انسان کی زندگی میں اس کے علاوہ کوئی خوشی کا موقع آ جائے تو اس وقت بھی غنا و دف وغیرہ کا اہتمام ناجائز نہیں ہوگا۔

عہد جدید میں مسلم عرب ممالک "عید الوطنی" یعنی ملک کے جشن آزادی کے موقع پر انتہائی مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ چند برس قبل سعودی عرب میں وہاں کے فرماں روا کی صحت یابی پر دف کے ساتھ نغمے گا کر ان کی صحت یابی پر جشن منایا گیا۔ اس طرح بچوں کی سالگرہ، عقیقہ کی تقریب، امتحانات میں کامیابی ملنے کے موقع پر الیکشن جیتنے کے مناسب اشعار کے ساتھ دف اگر بجالیا جائے تو یہ ناجائز نہ ہوگا۔

ان احادیث وفقہاء کی تشریحات کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ خوشی کے موقعوں پر غنا اور کرتب دکھانے میں کوئی حرج نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس عہد میں جو کھیل وغیرہ رائج تھے ان کو مباح قرار دیا ہے اس طرح بعد کے زمانوں میں جو کھیل و کرتب وغیرہ ہوتے رہے ہیں ان میں شریعت سے متصادم کوئی شے نہ ہو تو مباح ہی قرار دیئے جائیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عہد حاضر میں اسلامی و مغربی ممالک میں بسنے والے مسلمان خوشی کے تیوہاروں پر اپنے عرف اور علاقائی رسم ورواج کے مطابق مختلف تقریبات، کھیل میلے و مقابلوں کا انعقاد کرتے ہیں تو اگر ان میں کوئی امور خلاف شرع نہیں تو وہ بھی جائز ہوں گے۔ ایسے ہی عصری تفریحی سرگرمیوں میں میلے وغیرہ ضروریات زندگی کی مختلف اشیاء کی نمائش کا انعقاد معمول کی بات ہے۔ اس میں معلومات و ملاقات کے علاوہ تفریح کا بھی سامان ہوتا ہے۔

علامہ یوسف الصالحی الشامی اپنی تصنیف سیرت میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں رہاویین (ایک قبیلہ) کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اس وفد رہاویین قبیلہ کے تیرہ (13) افراد شامل تھے۔ یہ مذحج قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔ یہ وفد دس ہجری میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا اور رملہ بنت حارث کے گھر میں جو سرکاری مہمان خانہ تھا اس میں ٹھہرایا گیا۔ ایک دن حضور اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا انہوں نے بارگاہ رسالت ﷺ میں چند تحائف پیش کیے ان میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کا نام مرواح تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کے سوار نے اس کا رقص اور دیگر کرتب دکھائے۔ حضور اکرم ﷺ اس کو پسند فرمایا۔" (15)

عہد حاضر میں سرکس میں عموما جانوروں کے کرتب ہی دکھائے جارہے ہیں جس سے بہت سے لوگ محظوظ ہوتے ہیں۔ اسی طرح تعلیمی اداروں میں کھیل کے کچھ دن مخصوص ہوتے ہیں۔ جنہیں عام طور پر سپورٹس ڈے یا سپورٹس ویک کا نام دیا جاتا ہے ان میں طلباء کے لیے جسمانی مشقوں کے ساتھ تفریح کا بھی موقع ہوتا ہے جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں وہ بڑے شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ اداروں کی طرف سے مسابقت کی فضا پیدا کرنے کے لیے انعام رکھے جاتے ہیں تاکہ مزید دلچسپی پیدا ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے بذات خود طلبہ میں مقابلہ کروایا اس حوالے سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے "تمام" روایت کرتے ہیں:

"حضور اکرم ﷺ حضرت عباس کے صاحبزادوں عبداللہ، عبید اللہ، کثیر اور قثم وغیرہ کو ایک صف میں کھڑا کرتے اور پھر فرماتے دوڑ لگاؤ سب سے پہلے میرے پاس پہنچے گا اس کو فلاں فلاں انعام ملے گا۔"

خوشی کا ایک پہلو تو جسمانی ہے جس کا تعلق اس دنیا کے ساتھ ہے خوشی کا دوسرا پہلو روحانی اور اخروی بھی ہے۔ وہ اعمال جن پر اخروی اجر کا مژدہ سنایا گیا ہے ان کے کرنے کے بعد جو طمانیت حاصل ہوتی ہے اس کا تعلق قلب وروح کے ساتھ ہے کسی بھوکے کو کھانا کھلانا، کسی غریب کی مدد کرنا، کسی کو لباس لے کر دینا، کسی کی زندگی سے کسی بھی طرح کا دکھ دور کر کے جو ذہنی وقلبی سکون ملتا ہے وہ ایک طرح سے اخروی فرحت کا ہی ذریعہ ہے۔ قرآن کریم میں اکثر مقام پر ایک اصطلاح جو خوشخبری کی صورت میں استعمال کی گئی ہے اس کا تعلق آخرت سے ہے وہ ہے:

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ (16)

(ترجمہ:) "اور نہ (اہل ایمان) پر کوئی خوف ہو گا اور نہ غم زدہ ہوں گے۔"

خوف نہ ہو گا یعنی پر سکون حالت اطمینان میں ہوں گے کوئی غم نہ ہو گا یعنی حالت فرحت ومسرت میں ہوں گے۔ ایک خوشی وہ ہے جو بندے کو اپنی ذات کے حوالے سے حاصل ہوتی ہے ایک خوشی وہ ہے جو بندے کو دوسروں کو خوش کرنے یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان کے خوش ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔

دوسروں کو دکھ اور تکلیف میں دیکھ کر ان کے رنج کو محسوس کرنا اور ان کی خوشی میں خوش ہونا اعلیٰ انسانی اوصاف و رویہ میں سے ہے اور یہی اسوہ حسنہ کے سماجی معاملات کی اساس ہے کہ انسانوں کی زندگی میں سے دکھوں کو دور کیا جائے۔ حضور اکرم ﷺ کا ایک صفاتی نام "بشیر" یعنی خوش خبری دینے والا بھی ہے۔ خوش خبری وہ خبر ہوتی ہے جس کو دی جائے وہ خوش ہو جاتا ہے۔ بشیر کے ساتھ آپ کی ایک اور صفت ہے وہ ہے نذیر اس کا مطلب ہے ڈرانے والا حالانکہ بشیر یعنی خوش خبری دینے والا۔ دوسری طرف ہونا چاہئے تھا غمگین کرنے والا، آپ کی صفت ہی نہیں کیونکہ آپ ﷺ تو غموں کو دور کرنے آئے ہیں۔

ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون.

(ترجمہ:) "اور نہ (اہل ایمان) پر کوئی خوف ہوگا اور نہ غم زدہ ہوں گے۔"

کا مژدہ آپ ﷺ نے ہی سنایا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے اسوہ مبارکہ سے انسانیت کی ذہنی، جسمانی، قلبی، دنیوی اور اخروی ہر لحاظ سے فرحت و انبساط کی کیفیات عطا کی ہیں اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر لحہ آپ کی معیت میں گزارنے کے شائق تھے تاکہ وہ ہر لحاظ سے فرحت و مسرت ہی سے بہرہ یاب رہیں اس حوالے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ایک حدیث ہے:

إن رجلا سأل النبی ﷺ عن الساعة. فقال: متی الساعة؟

قال: وما ذا أعددت لها؟ قال: لا شیء إلا إنی أحب الله ورسوله

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ﷺ فقال: أنت مع من أحببت. قال أنس: فما فرحنا بشيء فرحنا بشيء فرحنا بقول النبي ﷺ أنت مع من أحببت. (17)

(ترجمہ:) "ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کی بابت دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اس کے لئے کیا سامان تیار کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں بجز اس کے کوئی تیاری نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہوں اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم اسی کے ساتھ ہوگے جس کو تم دوست رکھتے ہو، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم کسی بات پر اتنے خوش نہیں ہوئے جس قدر نبی اکرم ﷺ کے اس قول پر ہوئے کہ تم اسی کے ساتھ ہوگے جس کو تم دوست رکھو گے۔"

دوسری حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ ہیں:

ففرحنا يومئذ فرحا شديدا. (18)

(ترجمہ:) "پس اس دن ہمیں بہت زیادہ خوشی ہوئی۔"

اسوہ حسنہ میں خوشی کے معیارات پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کن معاملات میں خوش ہونا، اس کے بعد سلف صالحین کے فرحت وانبساط کا انداز یہ واضح کرتے ہیں کہ حیات انسانی میں حقیقی خوشی کا تصور کیا ہے اور حالت خوشی کا دوام کن وجوہات کے سبب ممکن ہے۔

## فرحت وانبساط کے فردی زندگی پر اثرات

آج حیات انسانی کے بنیادی مسائل میں ایک اہل مسئلہ ذہنی وقلبی اطمینان کا فقدان ہے جس کے لئے مصنوعی اور وقتی طور پر سکون وراحت حاصل کرنے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طریقے معرض وجود میں آئے ہیں، سہولیات وتعیشات کا حصول ہی اگر انسان پر سکون رکھ سکتا تو آج مغربی معاشروں میں جرائم وخودکشی کی شرح دیگر اقوام عالم کے مقابلہ میں زیادہ نہ ہوتی۔ انسانی افسردگی ومضطرب الخیالی کے علاج سے قبل تفتیش وتحقیق ضروری ہے تاکہ نفس مسئلہ سے آگہی حاصل ہو سکے۔

سیرت النبی ﷺ کا یہ بھی امتیاز ہے کہ نبی اکرم ﷺ مرض کے علاج سے پہلے مرض کے اسباب واضح کرتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کا مطمع نظر فرد نہیں بلکہ پوری انسانیت تھا۔ وہ معاملات، واقعات یا نظریات جو زندگی میں اضطراب، رنج یا تکالیف کو جنم دے کر انسانی زندگی سے سکون وفرحت کو دور کرتے ہیں ان کا انسداد کیا ہے۔

مسائل کا کم سے کم ہونا سکون وفرحت کا سبب ہے یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ زندگی میں آنے والے مسائل اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنے ہیں اور خود انسان کے پیدا کردہ کتنے ہیں۔ اللہ کی طرف سے جو ہوں گے وہ تو آزمائش وامتحان ہوتے ہیں اور خود انسانوں کی طرف سے ہیں جو ہیں وہ انسان کی اپنی بشری کمزوری کی وجہ سے ہیں۔ ایک انسان جب تک ذہنی وقلبی طور پر پرسکون اور خوش وخرم نہیں ہوگا اسکی تحقیقی وتخلیقی صلاحتیوں سے معاشرہ مستفید نہیں ہوسکتا۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے وہ معاملات، رویے اور افعال جو انسانی زندگی کو مشکل بناتے ہیں ان کا خاتمہ کر کے پر سکون، آسان اور خوش وخرم زندگی گزارنے کا اسوہ پیش کیا آپ ﷺ نے اس لئے معاملات زندگی میں مشکل پسندی سے منع کیا ہے اور نہ صرف خود آسانی اختیار کی بلکہ دوسروں کے لیے بھی آسانیاں کرنے کا حکم دیا ہے۔ خوشگوار زندگی گزارنے میں ایک بڑی رکاوٹ غیر فطری ومصنوعی رویہ بھی ہے۔ ایسا رویہ نمود ونمائش، ریا کاری، تصنع و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بناوٹ کو جنم دیتا ہے۔ ایسی صورت حال میں بندہ حقیقت پسند نہیں رہتا۔ یہ طرزِ عمل بہت سے ذہنی، اخلاقی اور سماجی مسائل کا سبب ہے۔

نبی پاک ﷺ کا اسوہ حسنہ ایک آسان، فطری اور مقصدیت کے مطابق زندگی گزارنے کی روشن دلیل ہے کیونکہ اس سے زندگی میں سکون، راحت اور فرحت کا حصول ممکن ہے اور یہ صحت انسانی پر بھی گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ ایک رنجیدہ و پریشان اور ذہنی طور پر مضطرب شخص نہ صرف بے سکون رہتا ہے بلکہ اعلیٰ صلاحیتوں سے بھی بعض دفعہ محروم ہو جاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے انسانی ذہن کو مثبت سوچ عطا کی تا کہ بندہ ذہنی کوفتوں سے دور رہے۔ آپ نے قلب کا سکون ذکر الٰہی قرار دیا تا کہ دل اپنی اصلی حالت میں رہے اور غمگین ہونے سے کما حقہ بچا رہے آپ نے وجود انسانی کی حفاظت کا حکم فرمایا:

إن لجسدك عليك حقا۔ (19)

(ترجمہ:) "بے شک (اے بندے تیرے جسم پر بھی تیرا حق ہے۔"

إن لنفسك عليك حقا۔ (20)

(ترجمہ:) "بے شک (اے بندے!) تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔"

زیادہ کام کاج کرنا، مناسب غذا کا استعمال نہ کرنا اپنے آرام و نیند کا خیال نہ رکھنا ان امور سے جسم مضمحل رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ نارمل زندگی گزارنے کی صلاحیت آہستہ آہستہ کھو دیتا ہے ایسے امور جو انسانی زندگی میں خوشی و اطمینان کا سامان پیدا کرتے ہیں ان میں اگر دینی و شرعی اعتبار سے کوئی نامناسب بات نہ ہو تو اس کے خلاف فتویٰ یا رائے دے کر انسان کو ذہنی کوفت میں مبتلا کرنا ہے۔ مثال کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طور پر ایک شخص اگر اچھے کھانوں کا شوقین ہے تو اس کو اجازت ہے مگر حلال وطیب کی شرط کے ساتھ۔

اسی طرح اگر کوئی سیر وتفریح کا دلدادہ ہے۔ اچھی رہائش، اعلیٰ لباس، بہترین سواری رکھتا ہے اور ان اشیاء سے فرحت محسوس کرتا ہے تو اس کی ممانعت نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اور اس طرح کے دیگر امور میں تین طرح کی ہدایات فرمائی ہیں۔

ایک تو یہ کہ حصول مال کے ذرائع جائز وحلال ہوں۔ دوسرا یہ کہ اسراف سے اجتناب ضروری ہے۔ تیسرا یہ کہ آپ کی خوشی سے کسی دوسرے کی حق تلفی یا دل آزاری نہ ہو۔

معاملات زندگی میں طہارت، نفاست اور زیب وزینت بندے کے ذوق جمالیات کا نہ صرف اظہار ہیں بلکہ باعث تسکین بھی ہے اس کا انسانی طبائع پر بڑا خوش گوار اثر پڑتا ہے۔ عیدین، جمعہ وغیرہ کے موقع پر نیا صاف ستھرا لباس پہننا، غسل کرنا، خوشبو لگانا، مصافحہ ومعانقہ کرنا، دعوتیں کرنا، تحائف کا تبادلہ ہونا یہ سارے کام نہ صرف انسان کے فطری تقاضوں کی تکمیل ہیں بلکہ اس کی فرحت وآسودگی کا بھی عظیم محرک ہیں بلکہ قرآن کریم نے تو ہر نماز کے لیے حکم دیا ہے:

يَابَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ (21)

(ترجمہ:) "اے اولادِ آدمؑ! تم ہر نماز کے وقت اپنا لباسِ زینت (پہن) لیا کرو۔"

نماز کے لیے ستر ڈھانپنا ضروری ہے اس کے لیے لباس ہونا چاہیے۔ لفظ لباس بھی عربی سے ہے لیکن یہاں لفظ زینت استعمال کیا گیا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ اگر کوئی نماز کے لیے بڑے اہتمام کے ساتھ نفیس اور اعلیٰ لباس زیب تن کر کے خوشبو لگا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرآتا ہے تو اس کی کوئی ممانعت نہیں۔

اس طرح ذکر رسول اکرم ﷺ کی محافل، درس وتدریس، درس قرآن یا درس حدیث وغیرہ کے موقع پر اہتمام کرنا بھی بندہ مومن کے ذوق کو تسکین عطا کرتے ہیں اور اسکو ذہنی وقلبی اور روحانی طور پر مسرت حاصل ہوتی ہے۔عیدین، جمعہ اور دیگر تقریبات کے علاوہ عالم اسلام کی خوشی کی ایک بڑی تقریب نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن ہے۔ 12 ربیع الاول کو اہل ایمان عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے جشن مناتے ہیں۔خود حضور اکرم ﷺ پیر کا روزہ رکھا کرتے تھے، حضرت ابوقتادۃ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب آپ ﷺ سے پیر کے روزہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ذاك يوم ولدت فيه، ويوم بعثت أو أنزل علي ف (32)

(ترجمہ:) "اس دن میں پیدا ہوا، اس دن مجھے مبعوث کیا گیا یا اس دن مجھ پر قرآن کا نزول ہوا"۔

اہل ایمان کا جو تعلق حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ یہ ایمانی تقاضا ہے کہ مومن اپنے نبی کا نام سن کر خوش وخرم ہو جاتا ہے۔ان کی سیرت، اخلاق، احترام، عظمت، محبت، ولادت و تمام وہ باتیں جو آپ ﷺ سے نسبت رکھتی ہیں ان کو نہ صرف بصد محبت واحترام سماعت کرتا ہے بلکہ کما حقہ ان پر عمل کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔

ایمانی تقاضا یہ بھی ہے کہ اس طرح کی محافل کا انعقاد زیادہ سے زیادہ کیا جائے تاکہ عقائد واخلاق کی درستی کے ساتھ اتباع رسول ﷺ کی سوچ راسخ ہو اور ایمان بالرسالت کو استحکام حاصل ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے حوالے سے کسی بھی طرح کی محفل کے انعقاد میں اصل تصور آپ کی محبت ہے اور اس کا مقصد وعظ وتذکیر ہے اسی طرح کی محافل میں تلاوت، نعت کے علاوہ آپ کی محبت، آداب، فضائل اور سیرت ہی کا بیان ہوتا ہے اور آخر میں حاضرین کو کھانا پیش کیا جاتا ہے۔

ان تمام امور میں کوئی بھی ایسا کام نہیں جو فی نفسہ غلط ہو۔ دنیائے اسلام میں ربیع الاول میں بالخصوص اور دیگر ایام میں بالعموم اہل ایمان کا اس طرح کی محافل کا اہتمام شوق ومحبت سے کرنا نہ صرف ذات رسالت کے ساتھ محبت کا اظہار ہے بلکہ رحمت للعالمین نبی کا امتی ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے جو مومنین کی راحت وخوشی کا بہت بڑا سبب ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کو زندگی گزارنے کے جو جامع اصول عطا کئے ہیں وہ نہ صرف حیات انسانی کی خوشحالی کے ضامن ہیں بلکہ اس کو تندرست وتوانا رکھنے کے ساتھ فکری آسودگی اور قلبی اطمینان بھی عطا کرتے ہیں۔

❖❖❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# مصادر و مراجع


(1) الافریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، س۔ن، ج 2، ص 541

(2) الجوہری، الصحاح، دارالحضارۃ العربیۃ، بیروت، س۔ن، ص 230

(3) محمد بن مکرم، ابوالفضل، لسان العرب، دارصادر بیروت، 1414ھ، ج 1، ص: 279

(4) زبیدی، تاج العروس، 7/12

(5) صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2744

(6) دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ، مکتبہ حسن، لاہور، طبع اول 1898، 330، 3

(7) المائدۃ، 112-114

(8) یونس، 10/58

(9) زبیدی، تاج العروس، 7/12

(10) بخاری، الصحیح، 1/13، رقم: 10

(11) بخاری، الصحیح، رقم الحدیث: 2004

(12) بخاری، الصحیح، 1/323، رقم: 907

(13) بخاری، الصحیح، 1/323، رقم: 907

(14) غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم

(15) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔ 5/512

(16) یونس، 10/62

(17) بخاری، الصحیح، 3/1349، رقم: 3485

(18) بخاری، الصحیح، 3/1349، رقم: 3485

(19) بخاری، الصحیح، 2/697، رقم: 1874


” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



(20) احمد بن حنبل، المسند، 2/200، رقم: 6878

(21) الاعراف، 7/31

(22) مسلم، الصحیح، 2/819، رقم: 1162

❖❖❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# (12) وعظ وخطاب

- وعظ وخطاب کا معنی ومفہوم
- وعظ وخطاب کی ضرورت واہمیت
- وعظ وخطاب کا نبوی منہج
- وعظ وخطاب کے عصری مسائل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ کریم نے انسان کو ان گنت کمالات اور خوبیوں سے نوازا ہے جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ انسان کو خوب صورت پیکر عطا کرنے کے بعد اس میں مختلف صفات رکھیں۔ حواسِ خمسہ اور عقل وشعور ودیعت کیے ان کے درست استعمال کی رہنمائی بھی کی۔ حواس وعقل اور مختلف صلاحیتوں کے ذریعے اس کو معرفتِ حق کی طرف راغب کیا۔ انسان کو دیگر مخلوقات سے جو امتیازی اوصاف ملے ہیں ان میں ایک نمایاں وصف قوتِ گویائی ہے۔

یہ وصف ابلاغ کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ بات، گفتگو، کلام، بیان، وعظ، تقریر، خطاب وغیرہ ہی کے ذریعے انسان کے شعور، تہذیب، نظریات، تربیت اور اخلاق کا اظہار ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے انسانی کمالات وصفات کو وہ سلیقہ عطا کیا ہے کہ جن سے ان کے حصول کا مقصد اور استعمال کا طریقہ واضح ہو جاتا ہے۔ بیان وکلام ہو یا وعظ وخطاب، دعوت وتبلیغ ہو یا درس وتدریس ان سب میں انسان کے نطق کا جوہر ہی عیاں ہوتا ہے۔ انسانی زندگی میں اس وصفِ عظیم کی اہمیت وضرورت اور اثرات سے پہلے اس کے معنی ومفہوم پر بات کی جا رہی ہے۔

## وعظ وخطاب معنی ومفہوم

امام جوہری لفظ 'وعظ' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الوَعْظُ: النُصْحُ والتذكيرُ بالعواقب. تقول: وَعَظْتُهُ وَعْظاً وعِظَةً.[1]

(ترجمہ:) ''وعظ کا معنی ہے نصیحت کرنا یا کسی کو انجام (آخرت) کے بارے میں یاددہانی کرانا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خلیل بن احمد الفراہیدی لفظ 'وعظ' کی تعریف میں لکھتے ہیں:

وعظت الرجل أعظه عظة وموعظة، مما يرق له قلبه۔ (2)

(ترجمہ:) ''وعظ کا مطلب ہے کسی شخص کو خیر یا اسی طرح کے کاموں کی یاددہانی دلانا جس سے اس کا دل نرم ہو جائے۔''

مذکورہ بالا تعریفات سے لفظ 'وعظ' کے یہ مفاہیم ظاہر ہو رہے ہیں کہ کسی کو نصیحت کرنا، اس سے خیر خواہی چاہنا یا تذکیر یعنی یاد دہانی کروانا، آخرت یا کسی بھی اور حوالے سے۔ وعظ کے ساتھ ایک دوسرا لفظ 'خطاب' بھی عام بولا جاتا ہے۔

امام فراہیدی لفظ خطاب کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والخطاب مراجعة الكلام، والخطبة مصدر الخطيب۔ (3)

(ترجمہ:) ''خطاب کا معنی ہے: بات دہرانا اور خطیب کا لفظ خطبہ سے بنا ہے۔''

سید مرتضیٰ زبیدی نے بھی خطاب کی یہی تعریف کی ہے۔ (4)

امام فیروز آبادی 'خطاب' کی تعریف میں رقم طراز ہیں کہ:

الكلام خطبة أيضاً أو هي الكلام المنثور المسجع۔ (5)

(ترجمہ:) ''ایسے نثری کلام کو (خطاب) کہتے ہیں جو مسجع و مقفع ہو۔''

اردو کی مشہور لغت مہذب اللغات کے مطابق لفظ وعظ کی یہ تعریف ہے:

''نصیحت جو زبانی کی جائے۔ اچھی باتوں کی نصیحت اور برے کاموں سے روکنا، درس دینا، تلقین کرنا۔ اسی طرح واعظ کہتے ہیں کہ پند گو، نصیحت کرنے والا، ناصح، احکام دینیہ کی تلقین کرنے والا۔''(6)

مولوی سید احمد دہلوی فرہنگ آصفیہ میں خطیب اور خطاب کی تعریف میں لکھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں:

''خطاب کا معنی ہے کسی کے روبرو متوجہ ہو کر کلام کرنا، کلام و گفتگو۔ جبکہ خطیب کہتے ہیں کہ خطبہ پڑھنے والے کو، وعظ سنانے والے کو اور مخاطب کرنے والے کو۔''(7)

خطاب اور خطیب کے حوالے سے جامع اللغات میں اسی طرح مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

خطاب کا معنی ہے:

''کلام، بات چیت، مکالمہ، مخاطب ہونے کا فعل جبکہ خطیب کہتے ہیں خطبہ خواں کو۔ عربوں میں ایک عہدہ دار ہوتا تھا جس کا کام اپنی قوم کی خوبیاں اور مخالفین کے نقائص ظاہر کرنا تھا۔ واعظ اور مقرر کو بھی خطیب کہتے ہیں۔''(8)

مذکورہ بالا تعریفات سے یہ واضح ہوا کہ وعظ و خطاب تقریباً ہم معنی ہیں لوگوں سے خاص مقصد کے تحت مخاطب ہونے کے عمل کو وعظ یا خطاب کہا جا سکتا ہے۔

درج ذیل اصطلاحات میں بھی یہ مفہوم پایا جاتا ہے: مکالمہ، مناظرہ، مجادلہ، مناقشہ، مباہلہ، تبلیغ، تقریر وغیرہ۔

## وعظ و خطاب کی ضرورت و اہمیت

اظہار خیال کرنا اور اپنا مافی الضمیر بیان کرنا۔ مختلف انداز سے، مختلف مواقعوں پر یہ انسان کا فطری تقاضا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔ (9)

(ترجمہ:) ''(اللہ ہی نے) انسان کو پیدا کیا اور اس کو بات کرنا سکھایا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پیدائش سے سن شعور تک انسان مختلف انداز سے بولتا ہے، پکارتا ہے، سمجھاتا ہے لیکن آگہی کے ادراک کے بعد انسان کی گفتگو میں تمیز، تہذیب اور شائستگی جیسے عناصر بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ اپنے نظریات، احساسات اور مختلف حوالے سے خیالات کے اظہار کے لیے انسان کو ابلاغ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اظہار ابلاغ کے لیے سامعین کی استعداد اور ذوق کے لیے خطیبانہ اور واعظانہ انداز بیان بھی انسانی زندگی کا حصہ ہے۔ وعظ وخطاب ایک انسان کی امتیازی خوبی ہے جس کے ذریعے وہ سامعین پر اثر انداز ہوتا ہے۔

وعظ وخطاب حیات انسانی کے قدیم فنون میں سے ہے۔ اللہ کریم نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء کرام کو اس نمایاں وصف سے متصف کیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا لقب 'خطیب الانبیاء' بیان کیا جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے لیے فرمایا: "أنا افصح العرب"[10] "میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔"

ایک اچھا خطاب نہ صرف سماعتوں کو محظوظ کرتا ہے بلکہ سامع کو خطیب کے نظریات کی طرف مائل کرنے بھی سبب بنتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص جو اس صفت میں مہارت پیدا کرنے کا خواہش مند ہوتا ہے وہ اس حوالے سے ریاضت کرتا ہے جس کے نتیجے میں اس میں مطالعہ کی وسعت، الفاظ کے استعمال، جملوں کی تراکیب، استدلال کی قوت، حافظہ کا مستحکم ہونا جیسی خوبیوں کا حصول سہل ہو جاتا ہے۔ پھر ایک واعظ یا خطیب، وعظ وخطاب کے لیے اپنی شخصیت کو سنوارنے کا بھی بھرپور اہتمام کرتا ہے جس میں اپنے لباس، لب ولہجہ، نشست وقیام، سامعین سے مخاطب ہونے کے مختلف انداز اپناتا ہے۔ اسی طرح ذوق خطابت انسان کے ذوق جمالیات کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تسکین بھی کرتا ہے۔ اس میں اگر قدرتی طور پر بندہ حسن صوت سے بہرہ یاب ہوتو اس کے خطاب میں مزید یہ وصف ہو گا جو اس کو گروہ خطبا میں ممتاز کرے گا۔ جس طرح ہر تحریر اپنے اندر ایک خاص اثر رکھتی ہے ایسے ہی ہر خطاب کی ایک خاص کیفیت وحرارت ہوتی ہے جس کی تاثیر تادیر سامع پر اثر انداز رہتی ہے۔

بیان، تقریر، وعظ اور خطاب یہ سب نہ صرف انسانی صلاحیت کا اظہار ہیں بلکہ کئی انسانی ضرورتیں بھی وعظ وخطاب سے وابستہ ہیں۔ مثلاً اصلاح کے عمل کی ایک جہت وعظ وخطاب بھی ہے۔ اصلاح ہر انسان کی ضرورت ہے کہ اس کی بھی ہو اور وہ دوسروں کی بھی کرے۔

عموماً معاشرے میں ایک گروہ ہی اصلاح کے لیے مختص ہو جاتا ہے۔ یہی گروہ خطباء وواعظین کا ہوتا ہے جو علوم دینیہ میں مہارت حاصل کرتے ہیں۔ مسند وعظ و تلقین پر بیٹھ کر معاشرے کی صحیح سمت رہنمائی کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔

## وعظ وخطاب کا نبوی منہج

حضور اکرم ﷺ جس معاشرہ میں مبعوث ہوئے وہ لوگ اپنی فصیح اللسانی اور قادر الکلامی کے باعث دیگر قبائل کی نسبت ممتاز مقام رکھتے تھے۔ حسن تقریر و بیان، جوہر خطابت، شعر گوئی، قصص وحکایات میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ اس نے جس نبی کو جس قوم میں بھیجا وہاں پہلے سے رائج فنون وکمال سے فائق خصوصیات سے اپنے نبی کو نوازا تا کہ بوقت معارضہ اللہ کا نبی ان سے ہر لحاظ سے برتر و اعلیٰ ہی ثابت ہو۔ پھر جہاں دیگر بے شمار خصوصیات و امتیازات سے نوازا وہاں آپ کو وعظ وخطاب اور فصاحت و بلاغت میں بھی معجزانہ کمالات عطا کیے۔ آپ ﷺ کی اس صفت کے ظہور کا اعجاز تھا کہ بڑے بڑے فصحائے عرب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور خطباء آپ کے اعجاز خطابت و بیان کے سامنے انگشت بدنداں رہ جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مواقعوں پر نہ صرف اس کمال کا بصورت جمال اظہار فرمایا بلکہ اس شعبہ میں راہنما اصول وضوابط عطا فرمانے کے ساتھ اس کو لغویات و خرافات سے پاک کر کے مقصدیت بھی عطا کی۔

نبوت کے بنیادی فرائض میں سے ایک اظہار حق اور انسداد شر ہے۔ اس کے لیے طلاقت لسانی کا ہونا بدیہی امر ہے اس لیے اللہ کریم نے قرآن کریم میں جہاں انبیائے کرام کے خواص بیان فرمائے ہیں وہاں ان کو اس صفت سے بھی نوازنے کا ذکر کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فریضہ دعوت وتبلیغ کے لیے اپنے برادر مکرم حضرت ہارون علیہ السلام کی اپنے لیے مدد کے لیے اللہ سے درخواست کرتے ہوئے ان کے جس وصف کو ظاہر کیا وہ یہی تھی ارشاد ہوتا ہے:

وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ۔ (11)

(ترجمہ:) ''اور میرا بھائی ہارون وہ مجھ سے زیادہ فصیح ہے پس (اے رب کریم) اس کو میرے ساتھ بھیج میرا مددگار بنا کرتا کہ میری تصدیق کرے۔''

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا:

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ۔ (12)

(ترجمہ:) ''اور ہم نے بخشی ان کو دانائی اور فیصلہ کن خطاب کی صلاحیت''۔

فصل الخطاب فیصلہ کن خطاب کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ کہ البیان الفاصل بین الحق والباطل یعنی ایسا بیان، خطاب جو حق و باطل کو الگ کر دے۔ یہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ تعالیٰ نے پہلے حکمت اور پھر خطاب کی بات کی۔ معلوم ہوا کہ خطاب کا بنیادی وصف حکمت ہے جو خطاب حکمت سے خالی ہوگا وہ فصل الخطاب کی خوبی سے محروم ہوگا اور اس کا کسی بھی طرح اثر نہیں ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام کی صفات کا جامع بنا کر مبعوث کیا ہے۔ آپ ﷺ کے نطق گو ہر بار فصل الخطاب کا مظہر ہوتے۔ آپ ﷺ نے اکثر دعوت و تبلیغ، نشر خیر، رد باطل اور اصلاح احوال کے لیے خطبات و مواعظ کی صورت میں در منثور عطا کیے۔ دنیائے خطابت میں آپ ﷺ کا آخری خطبہ، خطبۂ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے جو انسانی زندگی کا منشور ہونے کے ساتھ تاریخ خطابت میں سب سے نمایاں اور مؤثر خطبہ ہے۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اولین مخاطبین کی یہ صلاحیت کس درجہ کی تھی تاکہ آپ کے خطبات و مواعظ کا منہج واضح ہو سکے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار اس ضمن میں رقم طراز ہیں کہ:

”دور جاہلیت کے عرب اپنی خطابت، طلاقت لسانی اور شعر گوئی میں بلند مقام رکھتے تھے۔ خطابت ان کے نزدیک شعر کا درجہ رکھتی تھی وہ اس سے قبائل میں جوش پیدا کرتے تھے اور بلاغت کے زور سے مخاطبوں کو بڑے بڑے کاموں پر ابھارتے تھے۔ خطیبوں کو قبائل میں قائدین اور حکماء کی حیثیت حاصل تھی۔ ان کے خطبے تاریخی اور ادبی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کی تقریریں دل نشین اسلوب، سحر بیان، سلیس محاوروں، خوش نما الفاظ، چھوٹے چھوٹے ہم وزن جملوں اور ضرب الامثال کی حامل تھیں۔ ہر قبیلے کا اپنا خطیب ہوتا تھا۔“(13)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



زبان و بیان اور اصنافِ سخن پر عبور رکھنے والوں کے سامنے فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے کوئی غیر معمولی شخصیت ہی ہونی چاہیے تھی جو ان سے گفتگو، مکالمہ، مناظرہ، مباہلہ، مجادلہ ہر لحاظ سے فائق ہو۔ یہ اور اس طرح کی تمام سخن طرازیاں ذاتِ رسالت کے وعظ و خطاب میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبات و مکالمات مضبوط دلائل، حکمت، خوب صورت جملوں، الفاظ کے برمحل استعمال، سامعین کی ذہنی استعداد، اثر آفرینی اور موقع کی مناسبت جیسے اوصاف سے مزین ہوتے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ، عیدین، حج، جہاد، انفاق فی سبیل اللہ اور عام اصلاح ونصیحت کے لیے خطبات فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبات کے دو بنیادی پہلو تھے۔ ذہن سازی اور کردار سازی۔ بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبات جمعہ، سماجی مسائل کے حل، معاشرہ اور لوگوں کے عمومی رویوں کی درستی کے لیے خاص نظر آتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبات میں جو الفاظ ہوتے اس کا اثر آپ کے چہرہ مبارک، مزاج اور لہجے کے جلال و جمال سے عیاں ہوتا تھا اور سامعین پر وہی حالت و کیفیت طاری ہوتی جو آپ کے خطبہ کا مقصد ہوتا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فخطب الناس فحمد الله وأثنى عليه، لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرًا۔ (14)

(ترجمہ:) ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار خطبہ دیا میں نے اس کی مثل پہلے کبھی (کسی سے) نہیں سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو میں جانتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہوں اگر تم جان لو تو کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔ اس فقرہ کا ادا ہونا تھا کہ اصحاب رسول منہ پر کپڑا ڈال کر رونے لگے۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبات میں جملے مختصر مگر حقائق و معارف اور حکمتوں کے جہان ہوتے تھے۔ الفاظ کو مسجع بنا کر حقائق کے خلاف بات کرنا یا صرف خطابت کا جوہر دکھانا ان امور سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت سخت متنفر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے جو لفظ، جملہ یا بات نکلتی وہ جوامع الکلم کا شاہکار ہوتی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامعین بالخصوص صحابہ کرام جن کی اکثریت قبائل عرب سے تعلق رکھتی تھی وہ خود اس فن کے امام تھے اور ندرت کلام کی لطافتوں سے بخوبی آشنا تھے کہ محض لفاظی کیا ہوتی ہے اور افصح العرب کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے جوامع الکلم زبان و بیان کی دنیا میں کیا شان رکھتے ہیں۔ ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے:

قام فينا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ذات يوم فوعظنا موعظة بليغة وجلت منها القلوب وذرفت منها العيون.(15)

(ترجمہ:)”ایک دن ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی (اس کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے اور ہمیں ایسا وعظ دیا کہ جس سے دل ڈر گئے اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔“

مختلف قبائل سے وفود جب بارگاہ رسالت میں آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ان کے محاورے، ان کی علمی استعداد اور ان کے قبائل کے حوالے سے سلیس اور آسان گفتگو فرماتے۔ ابہام سے پاک جملے، مخلصانہ انداز، خیر خواہی کے جذبات سے معمور انداز بیان سننے والوں کے دل میں گھر کر جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت اور گفتگو کا یہ کمال تھا کہ الفاظ و بیان کے بڑے بڑے شناور میدان فصاحت کے شاہ سوار آپ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



کے نطق گوہر بار کے سامنے مبہوط رہ جاتے۔

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں عرب کے تمام قبائل میں گھوما پھرا ہوں اور ان قبائل کے فصحاء سے میں نے گفتگو کی ہے لیکن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کو فصیح نہیں پایا۔ یہ تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس نے دی؟ اس کے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أدبني ربي فأحسن تأديبي. (16)

(ترجمہ:) ''میرے رب نے میری تعلیم وتادیب کی اور خوب ہی ادب سکھایا ہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم الانساب کے ماہر تھے۔ قبائل عرب کے بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دینے والوں کو بخوبی جانتے تھے۔ اس عہد کا کوئی شاعر، خطیب اور قصہ گو ایسا نہ تھا جو آپ کی نظر سے نہ گزرا ہو۔ اس لیے ان سب کی فصاحت اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصاحت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار تعجب اس امر کی دلیل ہے کہ دنیائے عرب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا فصیح وبلیغ کوئی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں جب کوئی باہر سے آتا تو ابوجہل اس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات میں مانع ہونے کی کوشش کرتا مبادا کہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو سن کر دائرہ اسلام میں داخل نہ ہو جائے۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے سامنے اپنی بے مثل آواز میں تلاوت قرآن اور مفاہیم قرآن اپنے مخصوص انداز میں بیان کرتے تو آپ کے بڑے بڑے دشمن بھی یہ کہہ اٹھتے کہ یہ دوبارہ ارشاد فرما دیجیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کا اس سرعت سے اثر رنا بیان کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول مبارک ہے کہ:

إن من البيان لسحرا۔ (17)

(ترجمہ:) ''بے شک بعض بیان سحر انگیز ہوتے ہیں''۔

کا مصداق تھا۔ جس طرح جادو کا طبائع پر اثر ہوتا ہے ایسے ہی بیان بھی فکر و نظر میں اثر انداز ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبات و مواعظ شور و شغب، تصنع اور ابہام سے پاک ہوتے اور معرفت حقائق کا ہی بیان ہوتے۔ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خطابت کا اعجاز ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے فصحاء، شعراء، گویوں اور قصہ گو حضرات کی صلاحیتوں کو مقصد خیر سے جوڑ دیا۔ جاہلیت میں جو خطبے نسلی و قبائلی تفاخر میں زمین و آسمان کو ایک کر دیا کرتے تھے ان خطیبوں کا موضوع اب عظمت اسلام ہو گیا۔ فطری صلاحیتوں کا مثبت استعمال یہ بھی بارگاہ نبوت کی تربیت ہی کا اثر ہے۔

تاریخ اس پر شاہد ہے کہ مسلمان عسکری قائدین اور سپہ سالاروں کے خطبوں نے جنگ کے پانسے پلٹ ڈالے۔ ناسازگار حالات میں بھی قائد لشکر کے ایک خطبے نے شکست کو فتح میں تبدیل کر دیا۔ تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ (18)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہج وعظ و خطاب کے اثرات سے صحابہ کرام کما حقہ فیض یاب ہوئے اور ان کے مواعظ کا اثر تبلیغ اسلام کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوا۔ بالخصوص مدینہ منورہ میں ہجرت سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو معلم بنا کر بھیجا اور انہوں نے جس طرح اہل مدینہ کے قلب و فکر میں پیغام حق کا بیج بویا یہ فی الحقیقت نبوی منہج ہی کا اثر تھا۔ ایسے ہی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی شاہ حبشہ میں جو لافانی خطاب کیا اس جوہر خطابت کے آگے بڑے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عمال سلطنت تو ایک طرف رہے خود نجاشی کی آنکھوں سے اشکوں کی روانی بتاتی ہے کہ خاندان نبوت کے اس روشن ضمیر خطیب نے کس طرح پردیس میں اپنی خطابت کے ذریعے عظمت اسلام کا پھریرا لہرایا۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ تاریخ خطابت کا ایک روشن باب ہے۔ خطاب کی اثر آفرینی اور فوری نتائج کے لحاظ سے یہ خطبہ اپنے اندر حقیقت اور معنویت کا ایک جہاں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں قرآن کی آیت پڑھ کر احقاق حق کا فریضہ ادا کیا تو اس کا کیا اثر ہوا؟ اس حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

> ''بخدا گویا لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا ہے حتی کہ جب حضرت صدیق اکبر نے اس کی تلاوت فرمائی تو بھی لوگوں کی زبان پر یہ آیت تھی اور اس کی تلاوت کر رہے تھے اور میں جدھر بھی کان لگاتا ہر شخص کو اس کی تلاوت کرتے ہوئے سنتا۔''(19)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے موقع پر بصیرت افروز خطبہ اس امر کو عیاں کر رہا ہے کہ انہوں نے صحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے اندر یہ صلاحیت پیدا کر لی تھی کہ کس موقع پر کیا وعظ کرنا ہے۔

صحابہ کرام بالعموم اور خلفائے راشدین بالخصوص فصاحت نبوی کے مظہر تھے اور خلیفہ بنتے ہی خطبہ دیتے اور پھر اکثر و بیشتر لوگوں کے قلوب و اذہان کو منور کرنے کے لیے خطبات دینا ان کا معمول تھا۔

> ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پورے دور خلافت میں ان کے روح پرور خطبات قوم و ملت کے لیے حیات آفریں ثابت ہوتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رہے۔ حدیث، ادب اور تاریخ کی کتابوں میں ان کے متعدد خطبے درج ہیں۔ تقریر کی حالت میں بعض اوقات ان پر رقت طاری ہو جاتی تھی اور گلوگرفتہ ہو جاتے تھے"۔ (20)

عہد صحابہ کے بعد میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خطبہ، یزید کے دربار میں حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا خطبہ اور حجاج بن یوسف کے سامنے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی حق بیانی، تاریخ اظہار حق کی تاباں امثال ہیں۔

تاریخ اسلام میں اہل اسلام نے اظہار حق کے لیے وعظ و خطاب کو بھی دعوت و تبلیغ کے لیے استعمال کیا ہے۔ اس حوالے سے نمایاں ترین نام حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (م:561ھ) کا ہے۔ ابتدا میں آپ مسند وعظ پر رونق افروز ہونے سے گریزاں تھے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپؒ کو وعظ کے لیے بشارت دی آپؒ نے اپنے وعظ و خطاب کی قوت سے ہزاروں زندگیوں میں انقلاب بپا کر دیا۔ آپؒ کے خطاب کی محفل کیسی ہوتی اور اس کے کیا اثرات ظاہر ہوتے اس حوالے سے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"حضرت کے کلام معجز بیان میں وہ تاثیر تھی کہ جب آپؒ آیات وعید کے معانی ارشاد فرماتے تھے تو تمام لوگ خوف زدہ ہو جاتے تھے، چہروں کا رنگ فق ہو جاتا تھا۔ گریہ زاری کا یہ عالم ہوتا تھا کہ اہل محفل پر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔ جب آپ رحمت الٰہی کی تشریح و توضیح اور اس کے مطالب بیان فرمانے لگتے تو لوگوں کے دل غنچوں کی طرح کھل جاتے تھے۔ اکثر حاضرین تو بادہ ذوق و شوق سے اس طرح مست و بے خود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہو جاتے تھے کہ بعد ختم محفل ان کو ہوش آتا تھا اور بعض تو محفل ہی میں
جان بحق تسلیم ہو جاتے۔"(21)

دعوت و تبلیغ اور اصلاح فکر و اعمال کے اعتبار سے حضرت شیخ کے مواعظ و خطبات کے کیا اثرات سامنے آتے وہ بھی ملاحظہ ہو:

"کہ کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی کہ جس میں یہود و نصاری اسلام نہ قبول کرتے ہوں اور عامۃ الناس راہزنی، خون ریزی، بدکاری اور جرائم سے توبہ نہ کرتے ہوں اور فاسد الاعتقاد اپنے غلط عقائد سے آپ کی محفل میں توبہ نہ کرتے ہوں۔"(22)

وعظ و خطاب، دعوت و تبلیغ فروغ خیر اور انسداد شر کے لیے ایک موثر ترین صلاحیت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو اس صلاحیت کے استعمال کا جو منہج عطا کیا اس سے نہ صرف عہد رسالت و خلفائے راشدین بلکہ مسلم تاریخ کے ہر دور میں جن سعید ارواح نے وعظ و خطاب کے ذریعے فرد اور معاشرہ کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا ان کے جذبہ خیر اور اتباع سنت کی وجہ سے ان کو اپنے مطلوبہ مقاصد میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ ان کی نوائے حق اور صدائے خیر سے باطل ہمیشہ لرزاں ہی رہا۔ ایک اچھا خطیب جلد ہی اپنے خطاب کی صورت میں اپنے سامعین کو اپنے نظریات و افکار کے حوالے سے اپنا گرویدہ و ہم نوا بنا لیتا ہے۔

## وعظ و خطاب کے عصری مسائل

علمائے اسلام نے ہر دور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ہر پہلو اور ہر جہت کے مطابق سماج کی اصلاح کا وظیفہ جاری رکھا۔ وعظ کہنا بھی اسوۂ حسنہ کی ایک جہت ہے۔ اس لیے صحابہ کرام، تابعین اور بزرگانِ دین نے اپنے اپنے عہد میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اپنے زورِ تقریر اور جوہرِ خطابت سے معاشروں پر مثبت اَثرات مرتب کئے۔ دور حاضر میں جہاں تمام علوم وفنون کو جدید انداز میں دنیا کے سامنے پیش کیا جارہا ہے وہاں خطباء وواعظین کی ذمہ داری بھی بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنی اس صلاحیت کے اظہار کے لیے اپنے ''عرف'' کو سامنے رکھ کر اپنے خطبات و مواعظ کو مرتب کریں۔عصرِ حاضر میں شرق وغرب میں بڑے بڑے خطباء نظر آتے ہیں جن کے خطبات نے نہ صرف کثیر لوگوں کو متاثر کیا بلکہ خطباء کی اداروں اورتحریکوں کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے اُن اداروں اورتحریکوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔

آج بھی وعظ وخطاب کی اہمیت اُسی طرح مسلّم ہے جو ماضی میں تھی بلکہ اَب تو تعلیمی اداروں میں ڈبیٹنگ سوسائٹیز (Debating Societies) کا قیام اور تقریری مقابلوں کا انعقاد بیّن ثبوت ہے۔ اندازِ بیان وکلام کا نکھار پیدا کرنا اور سلیقہ حاصل کرنا اور پھر اس کے ثمرات کے حصول کے لیے ریاضت ضروری ہے۔ مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ جن اَفراد کو یہ ملکہ (Quality) حاصل ہوتا ہے وہ جلد نہ صرف مقبولیت حاصل کر لیتے ہیں بلکہ خطاب کے ذریعے اپنے اَفکار کا دوسروں کو بھی ہمنوا بنا لیتے ہیں۔

جنوبی ایشاء کی گذشتہ ڈیڑھ صدی کی تاریخ میں جو تحریکوں کی کثرت نظر آتی ہے اُس کے پیچھے خطباء ہی کی کثرت نظر آتی ہے جن کے خطبات سے ہزاروں لوگ تحریکوں سے وابستہ ہوئے۔تحریک پاکستان کے دوران مذہبی اورسیاسی رہنما خطابت کے جوہر سے آراستہ ہوکر ہی عوامی جلسوں میں آتے اور اپنی خطابت کے ذریعے اجتماعات میں ایک سماں باندھ دیتے۔

قیامِ پاکستان کے بعد سے اَب تک خطباء وواعظین اپنی فکر کے مطابق اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حلقوں میں وعظ و خطاب کرتے چلے آ رہے ہیں۔ مسلکی شدتوں کی وجہ سے کئی بار خطباء کے دین کے بارے میں تفرّدات کی وجہ سے فسادات بھی ہوئے ہیں۔ ضرورت اس اَمر کی ہے کہ وعظ و خطاب کے لیے ایک مؤثر لائحہ عمل ہونا چاہیے تاکہ اس صلاحیت کے منفی استعمال و اَثرات سے بچا جا سکے۔ مخالفانہ تقریروں کے رواج نے عوام میں فرقہ واریت کو فروغ دیا ہے اور اسی سے پھر مناظرانہ اور آخر میں مجادلانہ رنگِ خطابت نمایاں ہوتا ہے جس کا نتیجہ فتنہ و فساد اور خوفناک فتاوٰی کی صورت میں سامنے آیا ہے۔

منبرِ رسول ﷺ کی عظمت مسلّمہ ہے۔ یہ یاد رہے کہ منبر و محراب، یہ مسند رشد و ہدایت رسول اللہ ﷺ کی یادگاریں ہیں۔ یہاں سے انسانی فوز و فلاح کی صدا ہی بلند ہونی چاہیے۔ اپنے زورِ خطابت اور جوشِ خطابت میں دین کی ایسی تعبیر و تفسیر سے گریز کرنا چاہیے جو مبادیاتِ شریعت، مقاصدِ شریعت اور اَفکار سلف صالحین کے خلاف ہو۔

عصرِ حاضر میں خطبات و مواعظ سے قبل موضوعات بھی دیئے جاتے ہیں بلکہ بعض مقامات پر تقریر پہلے سے لکھ کر متعلقہ ادارے کو جمع کروانی ہوتی ہے۔ اس کو وعظ و خطاب سے حوالے سے ایک اعلیٰ اصول سمجھا جاتا ہے لیکن یہ طریقہ علماء و خطباء پر عوام کی بداعتمادی کی دلیل ہے۔

ایک عالمِ دین جو بنیادی طور پر داعی و مبلغ اور معلّم اخلاق ہوتا ہے اُس کو اس حوالے سے پابند کرنا انتہائی افسوس ناک ہے۔ یا پھر اُن اداروں کی کمزوری اور عدمِ تربیت کا فقدان ہے جنہوں نے درس و تدریس کا فریضہ تو ادا کیا لیکن اظہارِ خیال کے حوالے سے مناسب رہنمائی نہ کی۔ حضور اکرم ﷺ اصحاب صفہ کی نہ صرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتے بلکہ وعظ وخطاب اور اظہار خیال کے آداب بھی سکھاتے۔اس حوالے سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنانے کی مثال بنیادی اصول ہے۔کہ کسی کو مسند پر بٹھانے سے پہلے اس کا جانچنا ضروری ہے۔منبر ومحراب ہو یا مُسنَدِ رشد وہدایت اس کے لیے بنیادی طور پر ذمہ داری دینی اداروں پر ہی عائد ہوتی ہے۔کیونکہ علماء وفضلاء دینی اداروں سے ہی فارغ التحصیل ہوکر نکلتے ہیں۔ایک اعلیٰ واعظ وخطیب ہونا اگر خوبی ہے تو اس سے بھی بڑی خوبی اس کا درست استعمال ہے۔وعظ وخطاب فی نفسہ مطلوب نہیں اصل شے جو مطلوب ہے وہ فروغ خیر اور انسدادِ شر ہے۔وعظ وخطاب ایک ذریعہ ہے اُس فکر کی اشاعت کا جو اسوۂ حسنہ پر مبنی ہے۔تدریس، تحقیق، وعظ، خطاب، تبلیغ ان تمام کا مقصد دعوتِ الی اللہ ہے اور دعوت الی اللہ کے لیے حکم ہے کہ وہ حکمت کے ساتھ دی جائے۔مواعظِ حسنہ اور دلائل کے اظہار کا طریقہ اگر مبنی بر حکمت نہ ہوا تو وہ اَثرات جو دعوتِ الی الحق کے نتیجے میں ظاہر ہوتے ہیں ان کا حصول ناممکن ہو جائے گا۔

عصری معاشروں میں جوشِ خطابت اور زورِ بیاں تو خوب ہے لیکن ان کے اَثراتِ خیر کا ظہور اتنا نہیں ہو رہا جتنا کہ مطلوب ہے۔شعلہ مقالی اور برق بیانی تو ہے لیکن روحِ حق مفقود ہے۔وہ جذبۂ خیر، وہ مزاجِ اخلاص، وہ حکیمانہ اندازِ بیان، وہ کلام جن سے آج سامعتیں محروم ہیں کبھی اہلِ حق کا شیوہ رہا ہے۔آج کیا وجہ ہے کہ مجلس وعظ وخطاب کی رونقیں ماند پڑ گئی ہیں۔گلشنِ خطابت سونا پڑا ہے۔منبر و محراب کے ساتھ جو رشتہ قرونِ سابقہ کے مسلمانوں کا جڑا تھا وہ آج کمزور کیوں ہو گیا؟ خطباء و واعظین کے ناز نخرے، عشوہ طرازیاں، لَن ترانیاں، ذات کی تشہیر، حصولِ القابات، گروہی و تنظیمی اور مسلکی رویہ کو فروغ دینے کی مساعی نظر آتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



گفتارِ کثیر، کردار قلیل، علم زیادہ، عمل تھوڑا، تصنع وافر، اخلاص مفقود، ہٹو بچو کی صدائیں، کسی مخلص داعی کی آمد کی بجائے کسی ریاست کے مطلق العنان شاہ کی آمد کی تمہید ہے۔ بدعمل اور بدکردار خطباء و واعظین کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعید سنائی ہے۔ ایک کلمہ گو کا سب سے پہلے خود احکاماتِ الٰہیہ کا پابند ہونا ضروری ہے۔ دوسروں کے بارے میں سوال بعد میں ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ بندے کا مبلغِ علم کا ایک ذریعہ اگر اس کے الفاظ ہیں تو دوسرا ذریعہ اس کا کردار و اخلاق ہے۔ اگر اپنے ہی لفظوں، جملوں، تحریروں اور تقریروں کو عمل کے سانچے میں ڈھال کر پیش کیا جائے تو کچھ بعید نہیں کہ وعظ و خطاب کے وہ اثرات و مقاصد حاصل نہ ہوں جن کے حصول کے لیے اس کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ یہی اسوۂ حسنہ کا منہج ہے اور یہی سلف صالحین کا وطیرہ رہا ہے۔

❖❖❖❖❖

www.kitabosunnat.com

المكتبة الرحمانية
99- جے ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر ..................

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# مصادر و مراجع


(1) الجوہری، اسماعیل بن حماد، الصحاح، دار العلم، بیروت، 1987ء، 3/1181۔

(2) الفراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، دار مکتبۃ الہلال، بیروت، 2/228۔

(3) ایضاً: 4/222

(4) الزبیدی، محمد بن محمد مرتضیٰ، تاج العروس من جواہر القاموس، دار الھدایۃ بدون التاریخ، 2/370

(5) فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، 2005ء، 1/103

(6) لکھنوی، مہذب، مہذب اللغات، ناصر پریس، لکھنؤ، 1882ء، 3/451، 495

(7) دہلوی، مولوی سید احمد، فرہنگ آصفیہ، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، 1977ء، 2/200

(8) عبدالحمید، خواجہ، جامع اللغات، اردو سائنس بورڈ، لاہور، 1989ء، 1/956، 957

(9) سورۃ الرحمن، 55/3-4

(10) علاؤ الدین متقی، کنز العمال، ج ۱۲، ص ۲۱۴، رقم الحدیث ۳۴۵۷۱

(11) القصص، 34

(12) ص، 20

(13) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، 2011ء، 8/954

(14) صحیح بخاری، رقم الحدیث: 1/354، رقم: 997

(15) سنن ابی داؤد، 1/15، رقم: 42

(16) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، 1/398


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(17) صحیح بخاری، 5/1976، رقم: 4851

(18) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 8/955

(19) الجوزی، عبدالرحمٰن، الوفا باحوال المصطفیٰ، مترجم علامہ اشرف سیالوی، زید بک سٹال، لاہور، 2002ء، ص: 815

(20) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 8/958

(21) دہلوی، شیخ عبدالحق، اخبار الاخیار، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی

(22) بریلوی، شمس، مقدمہ غنیۃ الطالبین، پروگریسو بکس، لاہور، ص: 15

❖❖❖❖❖

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

# JAMAL E SEERAT

by

Dr. Aqeel Ahmad


پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ۰ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795



Website www.millatpublication.com facebook millatpublication
Instagram millatpublication twitter millat786millat
Whatsapp 0322-9455312 / 0321-4146464 / 0323-8836776
Email millatpublication786@gmail.com in millatpublication

Social Media

QR Code website

QR Code facebook